استقبال رمضان

(فقہی مسائل، تربیتی افادات اور طبی معلومات)

جمع وترتیب مکتب توعیۃ الجالیات بالمجمعہ

ترجمہ محمد طیب محمد خطاب بھواروی

ناشر:
مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ، سونس

استقبال رمضان

(فقہی مسائل، تربیتی افادات اور طبی معلومات)

جمع وترتیب مکتب توعیۃ الجالیات بالمجمعہ

ترجمہ محمد طیب محمد خطاب بھواروی

ناشر:
مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ، سونس

سلسلۂ اشاعت نمبر-۴۶

نام کتاب	:	استقبالِ رمضان
مرتب	:	مکتب توعیۃ الجالیات بالمجمعہ
مترجم	:	محمد طیب محمد خطاب بھواروی
طباعت	:	A1 گرافکس اسٹوڈیو | 9819189965-91+
صفحات	:	304
ایڈیشن	:	اول
اشاعت	:	جنوری ۲۰۲۶ء
تعداد	:	
قیمت	:	
ناشر	:	مرکز الدعوۃ الاسلامیۃ والخیریۃ، سونس، کھیڈ، رتنا گیری

ملنے کے پتے:

- **مرکز الدعوۃ الاسلامیۃ والخیریۃ:**

بیت السلام کمپلیکس، نزد المدینۃ انگلش اسکول، مہاڈ ناکہ کھیڈ، ضلع: رتنا گری-415709

v 90059 00585 n 90059 00589

- **دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی:**

14-15، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل کرلا بس ڈپو، ایل بی ایس مارگ، کرلا (ویسٹ) ممبئی-70

v 98922 55244 n 98925 55244

- **عبدالحق خلفے:** مقام پوسٹ: کالولی، تعلقہ، پولاد پور، ضلع رائے گڈھ-402303

کتاب ایک نظر میں

مسلمان بھائیو!

فرمان الٰہی ہے:

﴿وَتُوبُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلۡمُؤۡمِنُونَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُونَ﴾ [النور:۳۱]

"اے مومنو! تم سب کے سب اللہ سے توبہ واستغفار کروتا کہ تم کامیاب ہوسکو"۔

مسلمانو! تمہارا رب تمہیں تمہاری نجات وکامیابی کے لئے پکار رہا ہے، پھر تم اس کی پکار سے کہاں پھرے جارہے ہو؟

تم اللہ تعالی کی اس پکار پر فوراً لبیک کہو اور اس بات کا عزم کر کے اپنے رب سے توبہ کرو کہ اب ہم فرائض کی پابندی کریں گے، منہیات ومنکرات سے اجتناب کریں گے اور ہمہ وقت استغفار کریں گے۔

تو اللہ کے حکم سے تم اپنی زندگی میں امید سے بڑھ کر اور تصور سے بالاتر تبدیلی پاؤ گے، جس کا خیال بھی تمہارے وہم وگمان میں پیدا نہیں ہوا ہوگا، اس لئے کہ توبہ کرنے کی بدولت تمہارا شمار کامیاب لوگوں میں ہو چکا ہے۔

کتاب ایک نظر میں:

یہ کتاب ماہِ رمضان المبارک میں روزہ دار کے لیے درپیش اہم ترین اور ضروری مسائل پر مشتمل ہے، اس کے عربی مواد کی تیاری میں کئی بھائیوں اور بہنوں نے حصہ لیا ہے، جن میں سرِ فہرست معالی الشیخ ڈاکٹر عبداللہ بن علی الرکبان حفظہ اللہ ہیں۔ کتاب کی ترتیب وتدوین میں قاری کی طبیعت، فطرت اور زبان وفہم کا خاص خیال رکھا گیا ہے تاکہ ہر سطح کے قاری کے لیے اسے سمجھنا آسان ہو۔

خصوصیات:

۱۔اس میں روزہ دار کو فقہی، تربیتی اور صحت کے پہلوؤں میں درکار اہم ترین باتوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔

۲۔یہ کتاب مرد و عورت دونوں سے آسان اور دلچسپ انداز میں مخاطب ہوتی ہے۔

۳۔عام قاری بغیر کسی مشکل کے اس کتاب کے مواد کو سمجھ کر اس کا احاطہ کر سکتا ہے۔

کتاب کے اہم مشمولات:

رمضان کے احکام: (فقہِ صیام، اعتکاف، زکوٰۃ الفطر، عید کے احکام، شوال کے چھ روزے)

رمضان میں تاکید شدہ اعمال: (تراویح، تلاوت قرآن، عمرہ، صدقہ، آخری عشرہ، شب قدر)

رمضان میں خواتین کے مخصوص مسائل:

رمضان اور صحت سے متعلق ہدایات:

رمضان کے فضائل: (رمضان کے فضائل و فوائد اور استقبال رمضان میں لوگوں کا حال)

یہ کتاب اس لحاظ سے ایک جامع اور عمدہ تصنیف ہے، جو عام قاری کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے آسان اور دلنشیں اسلوب میں پیش کی گئی ہے۔

فہرست

عرض ناشر	16
مقدمہ	18
حرف آغاز	20
روزہ کا معنی اور مفہوم	22
سابقہ ادیان و مذاہب میں روزے کا حکم	23
اسلام میں روزے کا مرحلہ وار حکم	25
روزے کے فضائل	29
رمضان کے روزے کا حکم	32
روزہ کے فوائد واثرات	34
خصوصیات ماہ رمضان اور فضائل روزہ	40
ماہ رمضان کی آمد کا ثبوت	44
گواہی کے ذریعہ ماہ رمضان کا ثبوت	44
فلکیاتی حساب پر بھروسہ کرنا	45
چاند دیکھنے کے لئے دوربین کا استعمال	47
اختلاف مطالع	48
اکیلا آدمی چاند دیکھے؟	51
غیر اسلامی ممالک میں رہنے والے مسلمان کیسے روزہ رکھیں	52
سعودی عرب کے ساتھ روزہ رکھنے اور عید منانے کا حکم	53
جسے طلوع فجر کے بعد ماہ رمضان کی آمد کا علم ہوا ہو	54

ماہ رمضان کا استقبال کیسے کریں؟	56
استقبال رمضان میں شعبان کے ایک یا دو دن کا روزہ رکھنا	59
رمضان کا روزہ رکھنے میں لوگوں کی اقسام	59
کافر	59
بے نمازی	61
بچہ	63
مجنون	69
عاجز	71
کھانا کیسے کھلایا جائے	71
حاملہ اور مرضعہ	76
مجبوری کے تحت روزہ افطار کرنا	78
مسافر	83
سفر میں روزہ نہ رکھنے کی چند شرائط	83
مسافر کے لئے روزہ رکھنا بہتر ہے یا چھوڑنا؟	87
حیض و نفاس والی عورت	91
عورت اور رمضان	94
عورت اور عبادت	96
عورت اور مطبخ	98
عورت اور صدقہ و خیرات	99
ارکان روزہ	101
صبح صادق ہونے میں شک کرنا	105

بروقت افطار کرنا	110
کس چیز سے روزہ افطار کیا جائے؟	114
افطار کا وقت	117
دوران روزہ اور روزہ افطار کرتے وقت کی دعا	118
آداب روزہ	120
زبان کا روزہ	122
دل کا روزہ	125
آنکھ کا روزہ	127
کان کا روزہ	127
پیٹ کا روزہ	128
ہاتھوں اور پاؤں کا روزہ	128
مباحات روزہ	129
مسواک کرنا	129
سرمہ لگانے اور کان میں قطرے ڈالنے کا حکم	131
پاخانے کے راستے سے دوا دینا؟	132
پیٹ میں انڈوس کوپی داخل کرنے کا حکم	132
جسم پر کوئی چیز لگانا	132
میاں بیوی کی خوش طبعی کا حکم	133
پچھنے لگانے کا حکم	135
نشتر لگانے اور نکسیر کا حکم	137
ٹیسٹ کے لئے خون نکلوانا؟	138

خون کا عطیہ دینا؟	138
دانت اکھڑوانا؟	138
گردے ڈھلوانا؟	138
غیر مغذی ٹیکہ لگوانے کا حکم؟	138
زخموں کا علاج کروانا؟	139
سر منڈانے کا حکم؟	139
کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا حکم	139
خوشبو سونگھنے کا حکم	140
اسپرے لینے کا حکم؟	140
بلغم اور تھوک نگلنا	141
راستہ کا گرد و غبار	141
کھانا چکھنا	142
مکروہات روزہ	144
مبطلات روزہ	145
جماع کرنا	145
منی خارج کرنا	149
کھانا پینا	149
کھانے پینے کا متبادل	150
جان بوجھ کر قے کرنا	151
حیض و نفاس آنا	151
پچھنے لگوانا	151

روزہ کی نیت ختم کرلینا	152
مرتد ہونا	152
بیہوش ہونا	153
چند فروعی مسائل	154
نماز تراویح یا قیام رمضان	156
فضیلت تراویح اور اس کا حکم	157
اوقات تراویح	158
نیست تراویح	158
رکعات تراویح	158
جماعت تراویح	159
نماز تراویح میں خواتین کی شرکت	160
عورتوں کا نماز تراویح کے لئے آپس میں جماعت کرنا	161
نماز تراویح کے لئے کرایہ پر امام رکھنا	162
نماز تراویح کا طریقہ	163
نماز تراویح کے ہر دو رکعت کے درمیان ذکر کرنا	166
نماز تراویح میں تلاوت	166
تراویح میں ختم قرآن کا حکم	167
نماز تراویح کا اسلوب	168
قرآن دیکھ کر تراویح پڑھانا کیسا ہے؟	170
مقتدیوں کا دوران تراویح قرآن اٹھائے رکھنے کا حکم	171
نماز میں قراءت کرتے ہوئے رونا	171

ایک آیت کو بار بار دوہرانے کا حکم	172
تراویح میں دعائے ختم القرآن کا حکم	173
دعائے ختم القرآن میں متابعت کرنا کیسا ہے؟	174
قنوت کے بعض مسائل	174
قنوت سے فارغ ہونے کے بعد چہرہ پر ہاتھ پھیرنے کا حکم	175
قنوت پر پابندی کرنے کا حکم	176
امام کے ساتھ نماز سے فارغ ہونے کی فضیلت	176
تراویح پڑھانے والے امام کے پیچھے عشاء کی نماز ادا کرنا	177
آخری عشرہ میں تراویح اور تہجد میں فرق	178
نماز تہجد کی قضا	179
سخاوت وفیاضی	179
افطاری کروانا	180
تلاوت قرآن	181
قرآن پڑھتے وقت رونا	184
رمضان میں عمرہ کرنا	186
اعتکاف کے احکام ومسائل	186
اعتکاف کی مشروعیت	186
مستحبات اعتکاف	187
مباحات اعتکاف	188
مبطلات اعتکاف	188
آخری عشرہ کی کمائی	190

شب قدر کی تلاش	192
شب قدر کی وجہ تسمیہ	192
شب قدر کے فضائل	193
وہ کونسی رات ہے؟	195
شب قدر کی علامات ونشانیاں	198
شب قدر کی دعا	200
صدقۃ الفطر	201
صدقۃ الفطر کی فرضیت	201
صدقہ فطر کی حکمت	201
صدقہ فطر کن لوگوں پر فرض ہے	202
صدقہ فطر کی مقدار	205
صدقہ فطر میں کونسی چیز دی جائے؟	206
صدقہ فطر کب واجب ہوتا ہے؟	208
صدقہ فطر ادا کرنے کا وقت	209
صدقہ فطر کس جگہ ادا کی جائے	210
صدقہ فطر کے مصارف و مستحقین	211
عیداوراس کے احکام ومسائل	212
نماز عید کا حکم	213
عید کے آداب	214
نماز عید کے لئے سنورنا اور خوشبو لگانا	214
نماز عید سے پہلے کھانا	216

عیدگاہ جانا	216
عیدگاہ کی طرف پیدل جانا	216
عورتوں اور بچوں کا عیدگاہ جانا	217
عید کے دن تکبیر پڑھنا	218
نمازعید کا وقت	220
نمازعید کے لئے اذان واقامت	221
نمازعید کے لئے سترہ کا اہتمام	221
نمازعید کا طریقہ	221
عید کی دو رکعتوں میں قراءت	224
نمازعید سے پہلے یا بعد نماز پڑھنا	224
اگر نمازعید یا کچھ حصہ چھوٹ جائے؟	225
خطبہ عید	227
عیدین کا خطبہ منبر پر دینا کیسا ہے؟	228
حمدوثنا سے خطبہ شروع کرے	229
خطبہ لمبا کرنے کی خاطر اللہ اکبر کہنا	229
عید کا خطبہ ایک یا دو	230
خطبہ عید میں عورتوں کو وعظ ونصیحت کی جائے	230
خطبہ عید سننے کا حکم	231
عید کی دعا	231
تبدیلی راستہ	232
عید کی مبارکباد	233

عید کی خوشی منانا	234
عید اور جمعہ ایک ہی دن جمع ہو جائیں	236
عید کے کچھ اور متفرق مسائل	237
رمضان کے بعد ہمارا کیا عمل ہونا چاہیئے؟	239
رمضان کے روزوں کی قضا	241
رمضان کی قضا میں دوسرے رمضان کے بعد تک تاخیر کرنا	244
فرض روزوں کی قضا سے پہلے نفلی روزے؟	244
میت کے روزوں کی قضا	245
روزہ اور ماہ رمضان سے متعلق بعض ضعیف اور موضوع احادیث	248
ماہ رمضان کی بعض بدعات	264
نفلی روزے	267
نفلی روزے کی نیت	267
شوال کے چھ روزے	268
یوم عرفہ کا روزہ	269
ماہ محرم کا روزہ	270
یوم عاشوراء کا روزہ	270
نو ذی الحجہ کا روزہ	272
شعبان کے اکثر دنوں کے روزے	273
پیر اور جمعرات کا روزہ	274
ہر ماہ تین دن کے روزے	275
صوم داؤدی	276

بدکاری سے بچنے کے لئے روزہ رکھنا	277
مطلق نفلی روزے	278
نفلی روزہ توڑنا؟	279
ممنوع روزے	280
عیدین کا روزہ	280
ایام تشریق کے روزے	280
صرف جمعہ کا روزہ	281
ہفتہ کا روزہ	282
تنہا اتوار کا روزہ	283
شک کے دن کا روزہ	283
زمانہ بھر کا روزہ	285
وصال کا روزہ	285
عورت کا اپنے شوہر کی موجودگی میں نفلی روزہ رکھنا	286
ماہ رجب کا روزہ	287
پندرہویں شعبان کا روزہ	287
رمضان اور دعا	287
رمضان کا پروگرام	288
رمضان اور سگریٹ نوشی سے توبہ	289
رمضان اور ذرائع ابلاغ	290
رمضان میں توبہ	291
رمضان اور بدخلقی	294

قیمتی گھڑیاں	295
ماہِ رمضان نصیب ہونے کی نعمت	296
روزہ دارو خوش ہو جاؤ	297
رمضان اور حفظانِ صحت	298
رمضان سے پہلے	299
نقصان دہ مادوں سے چھٹکارا	299
جسمانی نظام کو آرام ملتا ہے	300
بیماریوں سے بچاؤ کرتا ہے	300
صحت مند سحری	301
صحت مند افطاری	302
افطار میں جلدی	302
افطاری دو مرحلوں میں	302
افطار کے بعد سونے سے پرہیز کریں	303
پیغامِ رمضان	304

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ ناشر

اسلامی شریعت کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں کسی بھی عمل کی پذیرائی اور قبولیت کا دارومدار دو بنیادی ستونوں پر قائم ہے: اخلاصِ نیت اور متابعتِ سنت۔ کوئی بھی عمل خواہ وہ کتنا ہی کٹھن اور مشقت طلب کیوں نہ ہو، اگر وہ نیت کے فتور سے آلودہ ہے یا منہجِ نبوی ﷺ سے ہٹا ہوا ہے، تو وہ عنداللہ ''ہباءً منثوراً'' کے سوا کچھ نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ معاشرے میں رائج بدعات، خرافات اور خودساختہ رسومات سے پاک ہوکر، کتاب وسنت کی روشنی میں عمل کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اور چونکہ صحیح عمل، صحیح علم کے بغیر ناممکن ہے۔ اسی لئے اسلام میں عمل سے پہلے علم حاصل کرنے کی تعلیم اور ترغیب دی گئی ہے۔

''مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ'' کے قیام کا اولین مقصد اور نصب العین ہی یہ ہے کہ عوام الناس کو قرآن وسنت کی خالص تعلیمات سے روشناس کرایا جائے اور ان کے عقائد و اعمال کی اصلاح منہجِ سلف کی روشنی میں کی جائے۔ یہ ادارہ اپنے قیام کے اول روز سے ہی حتی المقدور اس شاہراہِ عزیمت پر گامزن ہے۔

دوسری جانب ''روشنی ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ'' بھی خدمتِ خلق کے جذبے سے سرشار، خطہ کوکن میں انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے کوشاں ہے۔ بالخصوص ماہِ رمضان کی آمد سے قبل، یہ ٹرسٹ غریب اور نادار خاندانوں کے لئے راشن کا انتظام وانصرام کرتا ہے، تاکہ ہمارے سفید پوش اور ضرورت مند بھائی اس بابرکت مہینے میں معاشی فکروں سے آزاد ہوکر، مکمل یکسوئی اور دلجمعی کے ساتھ اللہ عزوجل کی عبادت میں مشغول ہوسکیں۔

دراصل، روشنی اور مرکز کا باہمی رشتہ ایک ماں اور بیٹی جیسا اٹوٹ اور فطری ہے۔ جس طرح ایک ماں اپنی بیٹی کی تربیت اور نگرانی کرتی ہے، بعینہٖ یہی معاملہ یہاں بھی کارفرما ہے۔ مرکز، جمعیت کے مشورے اور علمی تعاون سے ''روشنی'' کے ہر کام کی علمی سرپرستی و رہنمائی کا فریضہ

سرانجام دیتا ہے۔اور میدانِ عمل میں شانہ بشانہ کھڑا رہتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ یہ اشتراک محض پیٹ کی بھوک مٹانے تک محدود نہیں، بلکہ روح کی پیاس بجھانے کا بھی سامان کرتا ہے۔ چنانچہ جہاں روشنی ٹرسٹ جسمانی غذا فراہم کرتا ہے، وہیں ''مرکز الدعوۃ'' اس کے ساتھ روحانی غذا کے طور پر "راشن پیک" کے ساتھ ایک اصلاحی وعلمی کتاب بھی تقسیم کرتا ہے، تاکہ گھروں میں اناج کے ساتھ ساتھ علم وآگہی کا اجالا بھی پھیلے۔

زیرِ نظر کتاب کی اشاعت کے حوالے سے ایک لطیف پس منظر یہ ہے کہ آج سے تقریباً دو تین سال قبل، روشنی ٹرسٹ کے صدر اور مرکز کے نائب صدر، محترم جناب منور پٹھان صاحب حفظہ اللہ نے یہ کتاب مجھے تھماتے ہوئے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ اسے رمضان راشن کٹس کے ساتھ تقسیم کیا جائے۔ ہماری بشری منصوبہ بندی کے مطابق اسے تب ہی شائع ہو جانا چاہیے تھا، مگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حکمت اور مشیتِ کاملہ کے اپنے فیصلے ہوتے ہیں۔

اللہ عزوجل کے علمِ ازلی میں اس کتاب کی اشاعت کا یہی وقت مقرر تھا، چنانچہ اس سال یہ علمی سوغات آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ تاخیر بھی یقیناً کسی خیر کا پیش خیمہ ثابت ہوگی، ان شاء اللہ۔

اس موقع پر میں فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد القیوم محمد شفیع المدنی البستوی حفظہ اللہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جنہوں نے اپنی گوناگوں علمی مصروفیات کے باوجود اس کتاب پر ایک وقیع اور جامع مقدمہ تحریر فرمایا۔ شیخ محترم نے نہ صرف کتاب کی اہمیت کو اجاگر کیا بلکہ اپنے قیمتی مشوروں سے بھی نوازا، جس سے کتاب کی افادیت دوچند ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے اور انہیں جزائے خیر سے نوازے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ان اداروں ''مرکز'' و''روشنی'' کی جملہ مساعی کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت بخشے، معاونین ومخلصین کے اموال واولاد میں برکت عطا فرمائے، اور اس کتاب کو عوام الناس کی اصلاح اور ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین!

خاکسار

مقصود علاء الدین سین

(مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ)

۲۶/۱/۲۷

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى الْمَبْعُوْثِ رَحْمَةً لِلْعَالَمِيْنَ وَعَلَى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ. اَمَّا بَعْدُ!

زیرِ نظر کتاب بہ عنوان: "استقبالِ رمضان (فقہی مسائل، تربیتی افادات اور طبی معلومات)" اصل میں عربی زبان میں ہے، جو "توعیۃ الجالیات" مجمعہ، سعودی عرب کی طرف کی آفس سے شائع شدہ تھی۔ اور جو رمضان کے فضائل اور اس کے روزوں کے علاوہ دیگر نفلی روزوں کے احکام و مسائل پر مشتمل ہے۔ اور ماہِ رمضان کی دیگر عبادات مثلاً: تراویح و اعتکاف، اور صدقۂ فطر، اور عیدین کے احکام پر بھی مشتمل ہے۔

اور اس کتاب کی ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ روزوں اور دیگر عبادات سے متعلق جدید مسائل پر محققانہ بحث اور گراں قدر معلومات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کو اردو زبان میں منتقل کرنے میں فاضل مترجم محمد طیب محمد خطاب بھواروی نے قابلِ قدر جدوجہد کی ہے، اور عموماً تعبیرات میں اردو زبان کی آسان تعبیر کا خیال رکھا ہے۔

مگر کچھ کلمات ایسے بھی ہیں جو عربی جامہ پہن رکھے ہوئے ہیں، اگر ان کو بھی آسان اردو کا جامہ پہنا دیا جاتا تو بہتر ہوتا۔ خصوصاً اس دور کے وہ "اردو داں" جن کی تعلیم غیر مدرسہ ماحول میں ہوئی ہے، ان کے لیے ان بعض کلمات کو سمجھنا کسی قدر مشکل ہوگا۔

مثال کے طور پر:

"مطلع" یا "مطالع" کی جگہ "ظاہر ہونا" یا "نکلنے" کی جگہ۔

"استحبابی" کے بجائے "زیادہ بہتر ہونا" جیسے تعبیر مناسب ہے۔

اسی طرح کے اور بھی مزید الفاظ ہیں، جن کے معانی و مطالب کو سمجھنا عام آدمی کے بس کی

بات نہیں ہے۔اس لیے موجودہ دور کے ثقافت کو پیشِ نظر رکھ کر ترجمہ کی زبان کو آسان سے آسان تر بنانا چاہئے۔ چنانچہ مشکل عربی اور فارسی کلمات کی جگہ عام فہم ہندی یا انگریزی کلمات کا استعمال بہتر ہوگا۔

بہرحال فاضل مترجم نے اس کتاب کو اردو کا جامہ پہنانے کی کوشش کر کے ایک عظیم خدمت انجام دی ہے۔اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور آپ کی محنت سے قارئین کو فائدہ پہنچائے۔

ہمارے فاضل دوست جناب مقصود سین صاحب نے اس کتاب کو طبع کر کے نشر کرنے کی ذمہ داری لی ہے، اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کو بھی شرفِ قبولیت عطا کرے، اور مؤلف و مترجم اور ناشر سب کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے۔(آمین)

کتبہ:

عبدالقیوم محمد شفیع المدنی البستوی

(مقیمِ حال: دوحہ-قطر)

تاریخ: ۲۰۲۶/۰۱/۲۶ء

حرفِ آغاز

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ، وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَمَنْ سَارَ عَلَى نَهْجِهِ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ، أَمَّا بَعْدُ،

فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ مِنْ هَمْزِهِ وَنَفْخِهِ وَنَفْثِهِ:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ﴾ [البقرة:۱۸۳]

”اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو“۔

محترم قارئین!

یہ کتاب ”استقبالِ رمضان“ جو آپ کے ہاتھوں میں ہے مکتب الدعوۃ الجمعہ کے شعبہ لجنہ علمیہ کی ترتیب شدہ گرانقدر کتاب ”کیف نستقبل رمضان“ کا اردو ترجمہ ہے، جس میں رمضان المبارک کے فضائل وخصائص، روزے کے فضائل ومسائل، فوائد واثرات، شرائط وواجبات، سنن ومستحبات، مباحات ومبطلات، تراویح ونمازِ تہجد، شبِ قدر، اعتکاف، صدقۃ الفطر اور عید الفطر کے مسائل، ماہِ رمضان اور روزے سے متعلق بعض ضعیف اور موضوع احادیث، ماہِ رمضان کی بعض بدعات، روزے کے طبی اور روحانی فوائد، رمضان کے دوران کیے جانے والے نیک اعمال سے متعلق چند ایک تربیتی ہدایات وارشادات، علاوہ ازیں نفلی روزے اور دیگر بہت سارے مسائل کو جن سے ہر مسلمان کو دورانِ رمضان واسطہ پڑتا ہے، نہایت ہی شرح وبسط، جامعیت اور عمدگی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، یہ سب کے

سب مسائل قرآن مجید، احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور محقق علماء کے اقوال سے ماخوذ ہیں، یوں تو رمضان المبارک کے فضائل و مسائل وغیرہ پر لا تعداد اور بے شمار کتابیں مارکیٹ میں دستیاب ہیں، جنہیں متعدد علمائے کرام نے اپنے اپنے انداز میں لکھا ہے، لیکن یہ کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اپنی نوعیت کی منفرد، بہت ہی جامع و مانع اور عوام وخواص دونوں کے لیے یکساں مفید ہے، اس میں رمضان المبارک کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جو تشنہ چھوڑا گیا ہو، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کو اس کتاب سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

آخر میں مَیں اپنے مخلص ومشفق محترمی مولانا ابوعبدالرحمن شبیر بن نور (حفظہ اللہ) کا بیحد ممنون ومشکور ہوں کہ آپ نے وقت نکال کر نظرِ ثانی کی زحمت گوارہ کی، "**فجزاه الله عني أحسن الجزاء**" اللہ تعالیٰ ان کو دنیا وآخرت میں اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے، نیز اللہ تعالیٰ کتاب کے مرتب، مترجم، ناشر اور قارئین سبھی کو محض رضائے الٰہی کے خاطر دین کا پیغام دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وسلم أجمعين.

ابوعدنان محمد طیب سلفی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

روزہ کا معنیٰ اور مفہوم

روزے کا لغوی معنیٰ: مطلقاً رکنے اور بچنے کے ہیں، اسی لیے بات سے رک جانے والے یعنی خاموش اور چپ رہنے والے کو صائم [روزہ دار] کہا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے [قرآنِ کریم میں حضرت مریم علیہا السلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے] فرمایا:

﴿إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنسِيًّا﴾ [مریم:۲۶]

”میں نے رحمٰن کے لئے رک رہنے کی نذر مانی ہے، میں آج کسی شخص سے بات نہ کروں گی“۔

روزے کا شرعی معنیٰ: صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک کھانے پینے، بیوی سے ہم بستری کرنے اور روزہ توڑ دینے والی دیگر تمام چیزوں سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت و بندگی بجالانے کی خاطر رُکے رہنے کا نام روزہ ہے۔ [دیکھئے الشرح الممتع لابن عثیمین:۶/۳۱۰، اور تذکیر عباد الرحمن فیما ورد بصیام رمضان لیعقوب یوسف: صفحہ ۹]

اور اس مفہوم میں لغو اور بیہودہ باتوں سے رکنا بھی شامل ہے، فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: ”روزہ درحقیقت کھانا پینا ترک کرنے کا نام نہیں، بلکہ لغو اور بیہودہ باتوں سے رکنے کا نام روزہ ہے، اگر تم کو کوئی گالی گلوچ کرے یا تمہارے ساتھ بدتمیزی و نادانی کرے تو کہہ دو کہ میں روزے سے ہوں، میں روزے سے ہوں“۔ [مستدرک حاکم، سنن بیہقی، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، نیز صحیح الجامع: ۵۳۷۶]

سابقہ ادیان و مذاہب میں روزے کا حکم

رمضان میں روزہ رکھنے کا حکم پہلی مرتبہ روزہ رکھنے کا حکم نہیں ہے جو انسان کے لئے مقرر کیا گیا ہو بلکہ روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بندوں پر تخلیق آدم ہی کے وقت سے فرض قرار دیا ہے، قرآن کہتا ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ﴾[البقرة:۱۸۳]

”اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر کئے گئے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو“۔

اس آیتِ قرآنی سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ روزہ تمام ادیان و مذاہب میں فرض تھا، گرچہ یہ بات معین طور پر معلوم نہیں ہوسکی کہ آخری تین ادیان و مذاہب سے پہلے لوگ کس طرح روزہ رکھتے تھے، ہاں البتہ یہود ونصاریٰ مقررہ اوقات میں مخصوص طریقوں کے ساتھ روزہ رکھتے تھے، چنانچہ موجودہ آسمانی کتب تورات وانجیل میں یہ بات موجود ہے کہ روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے۔ [ملاحظہ ہو شیخ عبدالرزاق نوفل کی کتاب ”صوم رمضان“: صفحہ ۱۵ تا ۱۶]

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کو یومِ عاشوراء [دسویں محرم] کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے دریافت کیا یہ کون خاص دن ہے کہ تم اس کا روزہ رکھتے ہو؟ تو انہوں نے کہا: ہمارے یہاں یہ بڑی عظمت والا دن ہے، اس دن میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو نجات دی تھی، فرعون اور اس کے لشکر کو غرقاب کیا تھا، تو موسیٰ علیہ السلام نے شکریہ کے طور پر اس دن کا

روزہ رکھا تھا، اس لئے ہم بھی [ان کی پیروی میں] اس دن روزہ رکھتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام سے ہمارا تعلق تم سے زیادہ ہے اور ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے خود بھی عاشوراء کا روزہ رکھا اور امت کو بھی اس دن کے روزے رکھنے کا حکم دیا‘‘۔[صحیح بخاری: ۲۰۰۴،صحیح مسلم: ۱۱۳۰]

مسلمانوں اور اہلِ کتاب کے روزہ رکھنے میں سحری کھانے کا فرق ہے، اس میں مومنوں کے لئے تسلی ہے اور انہیں یہ بتلانا ہے کہ اللہ عزوجل نے روزہ پچھلی امتوں پر بھی فرض کیا تھا، اس میں مسلمانوں پر روزے کے دباؤ اور بوجھ کو آسان کرنا بھی مقصود ہے، اس لئے کہ جب ایک مسلمان یہ جان لے گا کہ یہ وہ راستہ ہے جس پر اس سے پہلے کے نیک لوگ حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور ان کے پیروکار گامزن رہے ہیں تو یہ چیز ان کے لئے باعثِ فرحت ہوگی اور اسے روزہ رکھنا بھاری معلوم نہیں ہوگا۔[دروس رمضان، اعداد دارالوطن]

اسلام میں روزے کا مرحلہ وار حکم

اللہ تعالیٰ کی حکمت اور بندوں پر اس کا فضل واحسان ہے کہ اس نے مرحلہ وار روزوں کو فرض کیا ہے، جیسا کہ بہت سے شرعی احکام میں شانِ الٰہی رہی ہے۔

پہلا مرحلہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مہینہ میں تین دن کا روزہ رکھتے تھے، آپ کی پیروی میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم بھی روزہ رکھتے تھے یہاں تک کہ روزہ رکھنا آسان ہو گیا۔

دوسرا مرحلہ:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہودیوں کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے پایا، [یہ حدیث اوپر گزر چکی ہے] چنانچہ آپ نے ان یہودیوں سے پوچھا، تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو فرعون سے اسی دن نجات دی تھی تو ہم شکریہ کے طور پر اللہ کے لئے روزہ رکھتے ہیں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: موسیٰ علیہ السلام سے ہمارا تعلق تم سے زیادہ ہے اور ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی عاشورہ کا روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

تیسرا مرحلہ:

اس کے بعد، روزے کی فرضیت سے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ﴾ [البقرۃ:۱۸۳]

"اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر کئے

گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو"۔

ابتدا میں روزہ رکھنا فرض نہیں تھا [بلکہ اختیاری تھا] جس کا جی چاہے روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے روزہ نہ رکھے اور کھانا کھلا دے، البتہ روزہ رکھنا بہتر اور افضل تھا، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعَلَى ٱلَّذِينَ يُطِيقُونَهُۥ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ۖ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُۥ ۚ وَأَن تَصُومُوا۟ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ [البقرۃ: ۱۸۴]

"اور اس کی طاقت رکھنے والے فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا دیں، پھر جو شخص نیکی میں سبقت کرے وہ اسی کے لئے بہتر ہے لیکن تمہارے حق میں بہتر کام روزہ رکھنا ہے اگر تم باعلم ہو"۔

چوتھا مرحلہ:

بالآخر فرمانِ الٰہی: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِىٓ أُنزِلَ فِيهِ ٱلْقُرْءَانُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَٰتٍ مِّنَ ٱلْهُدَىٰ وَٱلْفُرْقَانِ ۚ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ ٱلشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ [البقرۃ: ۱۸۵] "ماہِ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے، اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں، تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہئے"۔ کی یہ آیت ماہِ شعبان سن دو ہجری بروز سوموار نازل ہوئی جس کی بنا پر رمضان کا روزہ ہر مسلمان عاقل بالغ قادر کے اوپر فرض ہو گیا، اور [مسکین کو] کھانا کھلانے کا حکم مقیم عاقل بالغ اور قادر کے لئے منسوخ ہو گیا، البتہ بڑے بوڑھے اور اس بیمار کے لئے برقرار رہا جس کی شفاء کی کوئی امید نہیں ہوتی، ایک قول کے مطابق حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتوں کے لئے بھی یہی حکم باقی ہے بشرطیکہ [روزہ رکھنے کی وجہ سے] انہیں اپنے بچوں کے متعلق خوف وخطرہ محسوس ہو۔

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر یہ بھی مہربانی تھی کہ [ابتدائی مرحلے میں] روزہ رکھنا مسلمانوں پر نمازِ عشاء کے بعد سے یا سونے کے وقت سے لے کر اگلے دن کے آفتاب ڈوبنے تک فرض تھا، جس کے باعث مسلمان بہت مشقت محسوس کرنے لگے اور حد درجہ کمزور ہو گئے، چنانچہ اللہ نے ان کے ساتھ آسانی کی، اور طلوعِ صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک روزہ رکھنا قرار دیا، اوراب تک روزہ رکھنے کی یہی صورت ہے، امام بخاری، امام ابوداؤداوردوسرے آئمہ محدثین نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ انصار کا ایک آدمی جس کا نام ”صرمہ“ تھا وہ روزہ رکھ کر شام تک کام کرتا تھا، پھر اپنے گھر آتا اور عشاء کی نماز پڑھ کر سو جاتا، پھر صبح ہونے تک نہ کچھ کھاتا نہ پیتا، پھر اگلے دن بھی روزہ سے رہتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو دیکھا کہ وہ اپنے آپ کو بہت کمزور کرلیا ہے، تو آپ نے فرمایا کیا بات ہے کہ میں تم کو بہت کمزور دیکھ رہا ہوں، اس نے کہا یارسول اللہ! میں گزشتہ کل کام کرکے اپنے وقت پر گھر آیا اور آتے ہی لیٹ کر سو گیا، پھر صبح روزہ رکھ لیا“۔

دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سونے کے بعد اپنی بیوی سے ہم بستر ہوکر پریشان ہوئے پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر واقعہ بیان فرمایا، تو اللہ نے قرآنِ مجید کی یہ آیت اتاری:

﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ ٱلصِّيَامِ ٱلرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ ٱللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَٱلْـَٔـٰنَ بَـٰشِرُوهُنَّ وَٱبْتَغُوا۟ مَا كَتَبَ ٱللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا۟ وَٱشْرَبُوا۟ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ ٱلْخَيْطُ ٱلْأَبْيَضُ مِنَ ٱلْخَيْطِ ٱلْأَسْوَدِ مِنَ ٱلْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا۟ ٱلصِّيَامَ إِلَى ٱلَّيْلِ ۚ﴾ [البقرة:۱۸۷]

”روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا تمہارے لئے حلال کیا گیا، وہ تمہارا

لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو، تمہاری پوشیدہ خیانتوں کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے، اس نے تمہاری توبہ قبول فرما کر تم سے درگزر فرما لیا، اب تمہیں ان سے مباشرت کی اور اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی چیز کو تلاش کرنے کی اجازت ہے، تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے واضح ہو جائے، پھر رات تک روزے کو پورا کرو"۔ [بحوالہ صحیح سنن ابی داؤد حدیث: ۲۰۲۸، تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۹۱، احکام الصوم والاعتکاف: ص ۲۳-۲۵]

روزے کے فضائل

روزے کی فضیلت سے متعلق متعدد حدیثیں [کتبِ حدیث میں] آئی ہوئی ہیں، ذیل میں چند ایک صحیح حدیثیں پیش کی جاتی ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عز وجل ارشاد فرماتا ہے کہ "ابن آدم کا ہر عمل اس کے لئے ہے لیکن روزہ میرے لئے ہے اور اس کی جزاء بھی میں خود ہی دوں گا، روزہ ڈھال ہے، لہٰذا جب تم میں سے کسی کے روزہ کا دن ہو تو وہ فحش گفتگو نہ کرے، اور نہ شور وغوغا کرے، اگر کوئی اسے گالی دے یا اس سے لڑائی کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہوگی، روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں جن سے وہ خوش ہوتا ہے، جب وہ افطار کرتا ہے تو افطار کرنے سے خوش ہو جاتا ہے اور جب وہ اپنے رب کا دیدار کرے گا تو اپنے روزے کی وجہ سے خوش ہوگا"۔ [صحیح بخاری: ۱۸۹۴، ۱۸۹۵، صحیح مسلم: ۱۱۵۱، الفاظ صحیح مسلم کے ہیں]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "آدمی اپنے اہل وعیال، مال اور پڑوسی کی وجہ سے غلطیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے نماز روزہ اور صدقہ [کی برکت سے] وہ مٹ جاتی ہیں"۔ [صحیح بخاری: ۱۸۹۵، صحیح مسلم: ۱۴۴]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کا نام الریان ہے، اس دروازہ سے قیامت کے دن صرف روزہ داروں کا داخلہ ہوگا، ان کے سوا کوئی اس دروازہ سے داخل نہیں ہو سکے گا، [اس دن] پکارا جائے گا کہ کدھر ہیں وہ بندے جو روزہ رکھا کرتے تھے؟ وہ اس پکار پر چل پڑیں

گے، اوراس دروازہ سے جنت میں داخل ہوں گے، جب ان میں سے آخری آدمی داخل ہو جائے گا تو یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا، پھر کسی کا اس سے داخلہ نہیں ہو سکے گا''۔[صحیح بخاری: ۱۸۹۶، صحیح مسلم: ۱۱۵۲، صحیح مسلم کے الفاظ ہیں]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''روزہ دار کو باب الریان سے پکارا جائے گا''۔[صحیح بخاری: ۱۸۹۷، صحیح مسلم: ۱۰۲۷]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کہ جو بندہ اللہ کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھتا ہے، تو اللہ اس دن کے روزے کی وجہ سے اس کے چہرے کو جہنم سے ستر سال کی مسافت تک دور کر دیتا ہے''۔[صحیح بخاری: ۲۸۴۰، صحیح مسلم: ۱۱۵۳، الفاظ صحیح مسلم کے ہیں]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اللہ کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھا، اللہ تعالیٰ اس کے ایک روزے کی وجہ سے اس کے منہ کو جہنم کی آگ سے سو سال کی مسافت تک دور کر دیتا ہے''۔[سنن نسائی، ملاحظہ ہو صحیح الجامع حدیث: ۶۳۳۰]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے اللہ کے راستہ میں ایک دن کا روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان اتنی بڑی خندق [گڑھا] بنا دے گا جتنا آسمان وزمین کے درمیان فاصلہ ہے''۔[سنن ترمذی، ملاحظہ ہو صحیح الجامع حدیث: ۶۳۳۳]

عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''روزہ آتشِ دوزخ سے حفاظت کے لئے اسی طرح کی ڈھال ہے جس طرح لڑائی سے حفاظت کے لئے تم میں سے کسی کے پاس ڈھال ہوتی ہے''۔[مسند احمد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، ملاحظہ ہو صحیح الجامع حدیث:

۳۸۷۹]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”روزہ ڈھال اور جہنم سے بچاؤ کا مضبوط قلعہ ہے“۔ [مسند احمد، بیہقی شعب الایمان، ملاحظہ ہو صحیح الجامع حدیث: ۳۸۸۰]

”روزہ اور قرآن بندے کے لئے قیامت کے دن سفارش کریں گے، روزہ کہے گا اے میرے رب! میں نے اس کو کھانے اور رغبت کی چیزوں سے دن کے وقت باز رکھا تھا پس اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما، اور قرآن کہے گا میں نے اس کو رات میں سونے سے روکا تھا اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما، تو ان دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی“۔ [مسند احمد، طبرانی، بیہقی شعب الایمان عن ابن عمر، ملاحظہ ہو صحیح الجامع حدیث: ۳۸۸۲]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کسی ایسے عمل کا حکم فرمایئے جس سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے، ایک اور روایت میں ہے کہ جس کے ذریعہ میں جنت میں داخل ہو جاؤں، آپ نے فرمایا: ”روزہ رکھا کرو، کیوں کہ اس کے مثل کوئی بھی عمل نہیں ہے، حضرت ابوامامہ کہتے ہیں کہ میں نے پھر عرض کیا کہ مجھے کسی کام کا حکم فرمایئے تو آپ نے دوبارہ یہی فرمایا روزہ رکھا کرو، کیوں کہ اس کے برابر کوئی عمل نہیں“۔ [نسائی، ابن خزیمہ، ابن حبان، ابن ماجہ، صحیح ترغیب حدیث: ۹۷۳]

رمضان کے روزے کا حکم

رمضان کے روزوں کا کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ اور تمام مسلمانوں کے اجماع سے فرض ہونا ثابت ہے۔

روزہ کی فرضیت کتاب اللہ سے:

پہلی آیت: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [البقرۃ:۱۸۳]

"اے ایمان والو! تم پر روزے اسی طرح فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ"۔

دوسری آیت: فرمانِ الٰہی ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِىٓ أُنزِلَ فِيهِ ٱلْقُرْءَانُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَٰتٍ مِّنَ ٱلْهُدَىٰ وَٱلْفُرْقَانِ ۚ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ ٱلشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ [البقرۃ:۱۸۵]

"رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لئے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہِ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہے، لہٰذا اب تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے اس کے روزے رکھے"۔

روزہ کی فرضیت سنتِ رسول اللہ سے:

پہلی حدیث: فرمانِ نبوی ﷺ ہے: "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے (۱) اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد ﷺ

اللہ کے رسول ہیں۔(۲) نماز قائم کرنا۔(۳) زکاۃ ادا کرنا۔(۴) ماہِ رمضان کے روزے رکھنا۔(۵) [استطاعت ہونے کی صورت میں] اللہ کے گھر کا حج کرنا‘‘۔[صحیح البخاری: ۸،صحیح مسلم: ۱۶،سنن ترمذی اور سنن نسائی]

دوسری حدیث: حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ! بتلایئے اللہ نے مجھ پر کون کون سے روزے فرض کئے ہیں، آپ نے فرمایا: ماہِ رمضان کے، پھر پوچھا کیا اس کے علاوہ بھی مجھ پر فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: اگر نفلی روزے رکھ سکتے ہو تو اور بات ہے‘‘۔[صحیح البخاری: ۱۸۹۱،صحیح مسلم]

رمضان کے روزے کی فرضیت پر امتِ محمدیہ کا اجماع ہے اور یہ ارکانِ اسلام میں سے ایک رکن ہے جس کا دینِ اسلام میں سے ہونا بدیہی طور پر معلوم ہے، جو شخص روزوں کی فرضیت کا انکار کرے وہ مرتد اور کافر ہے اسے توبہ کروایا جائے، اگر توبہ کر لے اور روزہ کی فرضیت کا اقرار کرے تو ٹھیک ہے، ورنہ کافر سمجھ کر اسے قتل کر دیا جائے۔[دیکھئے فقہ السنۃ للسید سابق ج ۱/ ۳۸۳،فصول فی الصیام والتراویح والزکاۃ للشیخ ابن عثیمین ص ۴-۵]

❁❁❁

روزہ کے فوائد اور اس کے اثرات

اللہ کے ناموں میں سے ایک نام حکیم ہے اور حکیم وہ ذات ہوتی ہے جو حکمت سے متصف ہو، اور حکمت کہتے ہیں کسی کام میں مہارت حاصل کرنے کو، اور کام کو اس کے موقع ومحل کے مطابق کرنے کو، اللہ تعالیٰ کے اس نام کا تقاضا ہے کہ ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتِ بالغہ کے تحت پیدا اور مشروع کیا، جس نے اس کی حکمت کو جان لیا سو جان لیا، اور جو اس کی حکمت کو نہیں سمجھ پایا تو یہ اس کی اپنی کم علمی ہے، اور وہ روزہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض قرار دیا ہے اس میں عظیم حکمتیں اور بے شمار فائدے ہیں، جن میں سے چند ایک کا تذکرہ ذیل کے سطور میں کیا جاتا ہے:

(1) روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کے ذریعہ بندہ اپنی محبوب ترین چیزوں جیسے کھانا پینا اور جماع کو اس کی فطری محبت کے باوجود چھوڑ کر رب کا قرب حاصل کرتا ہے تاکہ اپنے رب کی رضا، اس کی خوشنودی اور جنت حاصل کر سکے، اس طرح روزہ دار کا اپنی محبوب ترین چیزوں پر رب کی رضا وپسندیدگی کا اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دینا واضح ہوتا ہے۔

(2) روزہ تقویٰ کا ذریعہ ہے بشرطیکہ روزہ دار اپنے روزے کو واجبات کے ساتھ ادا کرے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [البقرة:۱۸۳]

"اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو"۔

روزہ دار کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم ہے اور تقویٰ اللہ تعالیٰ کے احکامات ماننے اور اس کی

منع کردہ چیزوں سے بچنے کا نام ہے، اور روزہ رکھنے کا سب سے بڑا مقصد یہی ہے، روزہ رکھنے کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ کھانا پینا اور صحبت ترک کروا کر روزہ دار کو اذیت و تکلیف پہنچائی جائے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے: ”جو شخص روزہ رکھ کر جھوٹ بولنا، اس پر عمل کرنا اور جہالت کرنا ترک نہ کرے تو اللہ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں“۔ [مسند احمد ج ۲/ ۴۵۲ اور ۵۰۵، صحیح البخاری: ۶۰۵۷]

(3) روزہ نفس کی تربیت، اخلاق کو تہذیب اور روزہ دار کے اندر استقامت کی صفت پیدا کرتا ہے، روزہ کا ایک تہذیبی پیغام ہے جس کے گہرے اثرات مسلمانوں کے اخلاق پر پڑتے ہیں، اسی طرح یہ روزہ دار کے اندر خوفِ الٰہی کی صفت بھی پیدا کر دیتا ہے، یہ خوف اس کے نفس کی نگرانی کرتا رہتا ہے، اور اندر سے ضبطِ نفس پیدا کرتا ہے، پھر ایک روزہ دار مسلمان سے جو اعمال صادر ہوتے ہیں وہ اس خوف کے تابع ہوتے ہیں۔

کیا آپ نے کبھی ایسا روزہ دار دیکھا ہے جو اپنے رب کے ساتھ سچ تو بولے اور لوگوں کے ساتھ جھوٹ بولے؟ جو اپنے روزے میں مخلص ہو اور معاشرہ میں منافقت پیدا کرے؟ اخلاص ایسی اکائی ہے جس کو تقسیم نہیں کیا جا سکتا، اور بلا شبہ روزے کی کوہان کی چوٹی اور معاملہ کی جڑ اللہ کے ساتھ اخلاص ہے؟ تو لہٰذا جو شخص اپنے رب کے ساتھ مخلص ہوگا محال ہے کہ وہ دوسروں کو فریب، خیانت اور دھوکہ دے، اور محال ہے کہ وہ چوری کرے اور تکلیف دے اگر اس سے کوئی غلط کام صادر ہو ہی جائے تو وہ فوراً پلٹتا ہے، رجوع کرتا ہے، معذرت کرتا اور حد درجہ شرمندہ ہوتا ہے۔

روزہ اخلاق کو جوڑنے اور اندر سے مضبوط بنیادوں پر کھڑا کرنے کے اسباب میں سے ایک بنیادی سبب ہے، اس لئے کہ ظاہری خوبصورتی کوئی فائدہ نہیں دے سکتی جب تک اندر

سے بنیاد مضبوط اور پختہ نہ ہو، اس لئے کہ روزہ داروں کے اخلاق ثابت قدمی، استمرار و دوام اور ترقی جیسے صفات لئے ہوئے ہوتے ہیں، اس لئے کہ اندر اور باہر سے اس کی مکمل حفاظت ہو رہی ہوتی ہے۔

(4) روزہ انسان کو غلط عادات کی حکمرانی سے چھٹکارا دلاتا ہے جو شخص کسی عادت کا قیدی ہو جائے اور وہ یہ سمجھتا ہو کہ اس عادت سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتا اور نہ ہی وہ اس سے آزاد ہونے کی طاقت رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ روزہ رکھے، اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آدمی روزہ رکھ کر اپنی عادات کلی اور قطعی طور پر بدل سکتا ہے، اس کے بعد وہ یہ سمجھ جاتا ہے کہ اس کے لئے اپنے نفس کو ان عادات کی بندش سے آزاد کرنا سہل اور آسان ہے، جو عادات ہمیشہ سے اس کے لئے قلق اور پریشانی کا سبب بنی رہیں۔

(5) روزہ میں اللہ عزوجل کی عبادت و تابعداری کا ثبوت ہے، اس لئے کہ روزہ مسلمانوں کو سچی عبادت و بندگی کی تربیت کرتا ہے، چنانچہ جب رات آتی ہے تو روزہ دار اپنے رب کے اس فرمان کی تعمیل میں: ﴿وَكُلُوا۟ وَٱشْرَبُوا۟ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ ٱلْخَيْطُ ٱلْأَبْيَضُ مِنَ ٱلْخَيْطِ ٱلْأَسْوَدِ مِنَ ٱلْفَجْرِ﴾ [البقرة:١٨٧] "تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے" کھاتا اور پیتا ہے، اس لئے روزہ دار کے لئے افطار و سحری کے وقت کھانا مستحب قرار دیا گیا، اور صومِ وصال کو مکروہ جانا گیا، اس لئے ان اوقات میں کھانا پینا عبادتِ الٰہی قرار پایا، اور جب صبح صادق طلوع ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے اس حکم: ﴿ثُمَّ أَتِمُّوا۟ ٱلصِّيَامَ إِلَى ٱلَّيْلِ﴾ "پھر رات تک روزے کو پورا کرو" کی تعمیل میں کھانے پینے اور روزہ کو توڑ دینے والی دوسری چیزوں سے رک جاتا ہے، اس طرح ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کے لئے مکمل عبودیت و بندگی پر تربیت پاتا ہے۔

(6) "روزہ" گناہوں کا کفارہ ہے، اس لئے کہ نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں اور روزہ

اپنے اندر بہت سی نیکیاں سموئے ہوئے ہے جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ ٱلْحَسَنَٰتِ يُذْهِبْنَ ٱلسَّيِّـَٔاتِ﴾[ھود:۱۱۴]

”نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں“۔

اور آپ ﷺ کا فرمان ہے:” آدمی اپنے اہل وعیال مال ومنال اور پڑوسی کی وجہ سے جن گناہوں کا شکار ہوتا ہے نماز، روزہ اور صدقہ ان کے لئے کفارہ بن جاتے ہیں“۔[صحیح بخاری:۱۷۹۶،صحیح مسلم:۱۴۴]

یعنی بندے سے جو غلطیاں اپنے اہل وعیال کے حق میں ہو جاتی ہیں جیسے سخت باتیں، اذیت دینا یا کسی قسم کی کوتاہی، یا پڑوسیوں کے حق میں جو غلطیاں ہو جاتی ہیں جیسے قولی وفعلی زیادتیاں، یا مالی غلطیاں یہ سب کی سب اور اس کے مشابہ تمام چھوٹے گناہ نماز روزہ اور صدقہ کی برکت سے ختم ہو جاتے ہیں۔

(7) روزہ مسلمانوں کو صبر وتحمل اور مشقت برداشت کرنے کا عادی بناتا ہے، اس لئے کہ روزہ روزہ دار کو پسندیدہ اور مرغوب چیزوں اور خواہشات کو ترک کرنے پر آمادہ کرتا ہے، اور خواہشِ نفس پر قابو پانا انتہائی مشکل کام ہے، اس لئے کہ روزہ میں صبر کی تینوں قسمیں پائی جاتی ہیں، اللہ کی اطاعت پر صبر کرنا، اللہ کی طرف سے حرام کی گئی چیزوں پر صبر کرنا، اللہ کے اقدار [قضاوقدر] پر صبر کرنا، جب یہ تینوں قسمیں بندہ مومن کے اندر جمع ہو جائیں، تو یہ اللہ کے حکم سے اس کو جنت میں داخلہ کا باعث بنیں گی:

﴿إِنَّمَا يُوَفَّى ٱلصَّٰبِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾[الزمر:۱۰]

”صبر کرنے والوں ہی کو ان کا پورا پورا بے شمار اجر دیا جاتا ہے“۔

(8) روزہ دنیا اور آخرت میں سعادت و نیک بختی کا سبب ہے، فرمانِ نبوی ﷺ ہے:”روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی تو افطار کے وقت اور ایک خوشی رب سے

ملاقات کے وقت‘‘۔[صحیح بخاری:۱۰۸۵،صحیح مسلم:۱۱۵۱]

مومن کو افطار کے وقت جو خوشی حاصل ہوتی ہے یہ اس سعادت ولذت کی ایک جھلک ہے جو دنیا میں مومن انسان اللہ عزوجل کے تقویٰ اور اس کی اطاعت کے سبب محسوس کرتا ہے، اور یہی حقیقی سعادت ہے، اور یہ خوشی مومن کو دوطریقوں سے حاصل ہوتی ہے:

❖ **پہلا طریقہ:** یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزہ دار کے لئے اس وقت کھانا، پینا مباح اور جائز قرار دیا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ نفس کو کھانے، پینے کی چاہت ہوتی ہے، تبھی تو روزہ دار آدمی ان دونوں چیزوں سے رک کر اللہ کی عبادت بجالاتا ہے۔

❖ **دوسرا طریقہ:** اللہ تعالیٰ نے اس کو اس دن کا روزہ رکھنے اور اس عبادت کو مکمل کرنے کی توفیق دی ہے۔

سب سے بڑی خوشی روزہ دار کو اس وقت حاصل ہوگی جب وہ آخرت کے دن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے روزے کا سب سے بڑا بدلہ اس شکل میں دے گا کہ اس کا روزہ اس کے حق میں شفاعت کرے گا اور وہ باب الریان کے راستے جنت میں پہنچ جائے گا۔

(9) روزہ سے ایمان بڑھتا ہے اور بہت ساری عبادات کی بجا آوری میں جیسے نماز، تلاوتِ قرآن، ذکرِ الٰہی، صدقہ وخیرات، دعا واستغفار اور توبہ کرنے میں بندے کی مدد کرتا ہے، اور نفس کو حرام کاموں میں پڑنے سے روکتا ہے، تو روزہ ان عظیم نیکیوں میں سے ہے جو برائیوں کو ختم کر دیتا ہے۔

(10) روزہ کا ایک معاشرتی فائدہ یہ ہے کہ اس میں دولت مندوں اور فقیروں اور خاص و عام کے درمیان مساوات ہے، اور یہ لوگوں میں ایک امت کے افراد ہونے کا احساس بیدار کرتا ہے، چنانچہ سب کے سب ایک ہی وقت میں کھاتے ہیں اور ایک ہی وقت

میں روزہ رکھتے ہیں، نیز روزہ مالدار شخص کو اللہ کی نعمتوں کا احساس دلاتا ہے چنانچہ وہ فقیر و ضرورتمند افراد سے ہمدردی کرتا ہے، نیز روزہ رکھنے کی برکت سے شیطان کے بہلاوے کم ہوجاتے ہیں، روزہ معاشرہ میں تقویٰ پیدا کرنے کا باعث ہے اور اس سے لوگوں کے باہمی تعلقات مضبوط ہوجاتے ہیں۔

خُصوصیاتِ ماہِ رمضان اور فضائلِ روزہ

ماہِ رمضان کو چند ایک ایسی خصوصیات حاصل ہیں جو کسی دوسرے مہینہ کو حاصل نہیں:

(1) تمام مہینوں میں سے صرف رمضان ہی وہ مبارک مہینہ ہے جس کا تذکرہ قرآن مجید میں اس کے نام کے ساتھ آیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کا نام لیتے ہوئے فرمایا:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ [البقرۃ:۱۸۵]

”رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لئے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہِ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہے، لہٰذا اب تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے اس کے روزے رکھے“۔

(2) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام کو ماہِ رمضان کی آمد پر بشارت دیتے تھے۔

(3) رمضان وہ مبارک مہینہ ہے جس میں برکت نازل ہوتی ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے صرف اس مہینہ کے روزے فرض کئے کسی دوسرے مہینے کے نہیں۔

(5) اس ماہ میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا۔

(6) اس ماہ میں رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ [دیکھئے السلسلة الصحیحة برقم ۱۳۰۷]

(7) اس ماہ میں جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں کوئی دروازہ کھلا نہیں جاتا۔

جنت کے دروازے نیک عمل کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں تا کہ جنت میں ان کا داخلہ ممکن ہو سکے، اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں تا کہ اہلِ ایمان گناہوں سے رک جائیں اور ان دروازوں سے داخل نہ ہوں، اس حدیث کا

یہ مفہوم نہیں ہے کہ جو شخص رمضان میں مر گیا وہ بلا حساب و کتاب جنت میں داخل ہو گیا۔[فتاوی الصیام للشیخ ابن عثیمین ص ۲۲]

(8) سرکش شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں، یعنی زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں، چنانچہ رمضان میں وہاں تک نہیں پہنچ پاتے ہیں جہاں تک وہ غیر رمضان میں پہنچتے ہیں، اسی لئے آپ ماہِ رمضان میں لوگوں پر شیطانی وسوسے اور مکر و فریب کو غیر رمضان کی بہ نسبت کم پائیں گے، شیطان ماہِ رمضان سے اس طرح ڈرتا ہے جس طرح اذان واقامت کے کلمات سے ڈرتا ہے اور اذان واقامت سنتے وقت پشت پھیر کر بھاگتا ہے۔

اور ماہِ رمضان میں بھی جو گناہ اور شیطانی اعمال ہم دیکھتے ہیں یہ اس حدیث کے معارض ومخالف نہیں، کیوں کہ کچھ شریر نفوس ہوتے ہیں جو شیطانی وسوسے کو بہت زیادہ قبول کرتے ہیں، اگرچہ شیطان کا اثر رمضان میں کم ہو جاتا ہے تاہم شریر نفوس میں برائی موجود ہوتی ہے جو انہیں غلط کاموں کا حکم دیتی ہے اور شیاطین کی نیابت کرتی ہے اور معاصی کو جنم دیتی ہے۔العیاذ باللہ![دیکھئے کتاب "دروسِ رمضان" ص ۲۱- صحیح البخاری:۱۸۹۹]

(9) اس ماہ میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔[صحیح البخاری:۱۸۹۹]

(10) اس ماہ میں دعائیں قبول ہوتی ہیں فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے "رات اور دن میں کی جانے والی ہر مسلمان کی دعا قبول ہوتی ہے"۔[مسند بزار، صحیح الترغیب حدیث:۹۸۸]

(11) اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو اس کی بھلائی سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا، اور اس کی بھلائی سے وہی محروم رہے گا جو بالکل ہی بد بخت ہے۔[صحیح ابن ماجہ حدیث:۱۳۳۳، صحیح الجامع:۵۵۱۹]

(12) اس ماہ کی ہر رات ایک آواز دینے والا آواز دیتا ہے کہ اے بھلائی کے چاہنے والے جلدی آجا اور اے برائی کے طالب رک جا۔

(13) اللہ تعالیٰ کی طرف سے رمضان المبارک کی ہر رات کچھ لوگ جہنم سے آزاد کئے جاتے ہیں۔[مسند احمد ج ۲/۳۱۲، ۳/ نسائی، ابن ماجہ]

(14) ماہِ رمضان صبر کا مہینہ ہے اور جس قدر صبر روزہ میں نمایاں ہوتا ہے اس قدر دوسری عبادتوں میں نمایاں نہیں ہوتا، وہ اس طرح کہ مسلمان مکمل ایک مہینہ تک دن میں اپنے آپ کو کھانے پینے اور ہمبستری وغیرہ سے روکے رکھتا ہے، اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مہینہ کو صبر سے موسوم کیا ہے، فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: ”ماہِ صبر اور ہر ماہ کے تین دن کا روزہ دل کے کینہ کو دور کر دیتا ہے“۔[مسند بزار، طبرانی، ابن حبان، دیکھئے صحیح الجامع: ۳۸۰۴]

(15) ماہِ رمضان قرآن کا مہینہ ہے، قرآن دہرانے اور تلاوت کرنے کا مہینہ ہے، یہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن کریم لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارا گیا، یا اس مہینہ میں قرآن کریم کے نزول کی ابتداء ہوئی، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿شَهۡرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِيٓ أُنزِلَ فِيهِ ٱلۡقُرۡءَانُ هُدٗى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَٰتٖ مِّنَ ٱلۡهُدَىٰ وَٱلۡفُرۡقَانِۚ﴾[البقرۃ:۱۸۵] ”رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لئے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہِ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہے“۔

اور صرف قرآن کریم ہی اس مہینہ میں نہیں اتارا گیا، بلکہ دوسری آسمانی کتب کا نزول بھی اسی ماہِ مقدس میں ہوا، چنانچہ صحفِ ابراہیم رمضان المبارک کی پہلی رات نازل ہوئے، تورات چھ رمضان کو نازل ہوئی، اور انجیل تیرہ رمضان کو اتاری گئی اور زبور اٹھارہ رمضان کو نازل ہوئی، اور قرآن مجید چوبیس رمضان کو نازل ہوا۔[مسند احمد، طبرانی، دیکھئے صحیح الجامع: ۱۴۹۷، السلسلۃ الصحیحۃ ۱۵۷۵]

(16) رمضان ہی کے مہینہ میں اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کو عظیم الشان کامیابیوں اور حیرتناک فتوحات کے ذریعہ غلبہ عطا فرمایا، اسی مہینہ میں غزوۂ بدر پیش آیا جس

میں مسلمانوں کی ایمانی طاقت وقوت اور ان کی پامردی اور عقیدہ کی پختگی کا اظہار ہوا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کی مدد کی۔

(17) ماہِ رمضان سن ۸/ہجری میں فتح مکہ کے ذریعہ مسلمانوں کو کامیابی ملی اور مرکزِ عرب کی حکمرانی مسلمانوں کے ہاتھوں میں آگئی۔[دیکھئے کتاب "صوم رمضان" ص ۸-۱۳]

(18) اس ماہ میں بعض اعمال کا ثواب دوگنا کر دیا جاتا ہے، اسی لئے رمضان میں عمرہ کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔[صحیح البخاری: ۱۸۶۳، صحیح مسلم ۱۲۵۶، ودیگر کتبِ حدیث]

رمضان کے روزوں کے فضائل سے متعلق متعدد احادیث مروی ہیں، جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

(1) "جو شخص رمضان کا روزہ ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رکھے گا تو اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں"۔[صحیح البخاری: ۳۸، ۱۹۰۱، صحیح مسلم: ۷۶۰]

(2) "پانچوں نمازیں اور ایک جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان سے لے کر دوسرے رمضان تک ان کے درمیانی مدت میں کیئے گئے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کیا جائے"۔[مسند احمد ج ۲/ ۴۰۰، ۳۵۹، ۴۱۳، صحیح مسلم: ۲۳۳]

(3) "ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا یا رسول اللہ! یہ بتلایئے کہ اگر میں اس بات کی گواہی دوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، اور آپ اللہ کے رسول ہیں، اور پانچ وقت کی نمازیں پڑھوں، زکاۃ ادا کروں، رمضان المبارک کے روزے اور قیام کروں تو میرا شمار کن لوگوں میں ہوگا؟ آپ نے فرمایا: صدیقوں اور شہیدوں میں"۔[مسند بزار، ابن خزیمہ، ابن حبان، صحیح الترغیب حدیث: ۹۸۹]

ماہِ رمضان کی آمد کا ثبوت

ماہِ رمضان کی آمد کا ثبوت ذیل کی دو چیزوں میں سے کسی ایک سے ہوسکتا ہے:

(1) رمضان کا چاند دیکھنے سے، فرمانِ الٰہی ہے:

﴿فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ ٱلشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُ﴾ [البقرة:١٨٥]

"تو تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے اس کے روزے رکھے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "جب تم چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب چاند دیکھو تو روزہ افطار کرو اگر معاملہ غیر واضح ہو تو تیس دن پورے کرو"۔ [صحیح البخاری:١٩٠٠، صحیح مسلم:١٠٨٠]

نیز آپ کا یہ بھی فرمان ہے کہ "چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ افطار کرو، اگر بدلی ہو جائے تو شعبان کے تیس دن پورے کرو"۔ [صحیح البخاری:١٩٠٩، صحیح مسلم:١٠٨١]

مذکورہ بالا صحیح حدیثیں اس بات پر صریح دلیل ہیں کہ رمضان کے روزے کی فرضیت چاند دیکھنے پر موقوف ہے، اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ چاند دیکھے بغیر روزہ رکھنا صحیح نہیں ہے۔

گواہی کے ذریعہ ماہِ رمضان کا ثبوت:

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿يَسۡـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلۡأَهِلَّةِۖ قُلۡ هِيَ مَوَٰقِيتُ لِلنَّاسِ وَٱلۡحَجِّ﴾ [البقرة:١٨٩]

"اے میرے نبی لوگ آپ سے ہلال [نئے چاند] کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ یہ لوگوں کے اوقات کی تعیین اور حج کے وقت کی تعیین کا ذریعہ ہے"۔

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر شفقت و مہربانی ہے کہ اس نے چاند کو لوگوں کے اوقات معلوم کرنے کا ذریعہ بنایا ہے، جس کے ذریعہ لوگ اپنی عبادات و معاملات کے اوقات کو

جانتے اور پہچانتے ہیں، اسی طرح اس نے روزہ کی فرضیت کو ایسے واضح امر اور ظاہری علامت کے ساتھ مربوط کیا ہے جس کو تمام لوگ جانتے ہیں۔

روزہ کی فرضیت کے لئے یہ شرط نہیں کہ تمام لوگ ہی چاند دیکھیں، بلکہ چند لوگ بھی دیکھ لیں حتی کہ صحیح قول کے مطابق اگر ایک آدمی بھی چاند دیکھ لے اور وہ آدمی عادل اور ثقہ ہو، اور اس کا چاند دیکھنا ثابت ہو جائے تو تمام لوگوں کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہو جائے گا، بشرطیکہ ان لوگوں کا مطلع ایک ہو۔[دیکھئے کتاب "فیض الرحمن فی احکام ومواعظ رمضان" صفحہ ۲۸]

"حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ لوگ چاند دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتلایا کہ میں نے چاند دیکھا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا"۔[سنن ابو داوٗد حدیث: ۲۳۴۲، مسند دارمی ج ۲/ ۴، ابن حبان، دار قطنی، بیہقی، علامہ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے الارواء الغلیل ج ۱۶/ ۴]

(2) ماہِ رمضان کی آمد کا اثبات [جب چاند نہ دکھائی دے] تو شعبان کے تیس دن پورا کرنے سے بھی ہوتا ہے، سابقہ دونوں حدیثیں اس بات کو واضح کر رہی ہیں جس میں یہ ہے (...اگر تم پر بادل چھا جائے تو اس کا اندازہ لگاؤ) اور (... اگر تم پر بادل چھا جائے تو تیس دن پورے کرو) حدیث میں وارد لفظ (فاقدروا) کا معنی یہ ہے کہ جب بادل یا غبار چاند کو ڈھانپ لے اور چاند دیکھنا دشوار ہو جائے تو ماہِ شعبان کے تیس دن پورے کرنا ضروری ہیں۔

فلکیاتی حساب پر بھروسہ کرنا:

مذکورہ بالا دونوں امور کے بغیر ماہِ رمضان کی آمد کا ثبوت نہیں ہوگا، اس لئے فلکی حساب کے ذریعہ روزہ رکھنا واجب نہیں ہے، اگر چاند کی منزلیں معلوم کرنے والے علماء یہ ثابت کر دیں کہ آج رمضان کی رات ہے، لیکن انہوں نے خود چاند نہ دیکھا ہو تو روزہ نہ رکھا جائے، اس لئے کہ شریعت نے چاند سے متعلق احکام کو اس کی رویت سے جوڑ رکھا ہے۔[الشرح الممتع

للشیخ ابن عثیمین ج ۶/۳۱۴]

اس لئے کہ حساب میں غلطی ہوسکتی ہے، لہٰذا اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، اور حساب پر اعتماد کرنا ایسا امر ہے جس کو شریعت اور عقل تسلیم نہیں کرتی، اس لئے کہ امتِ اسلامیہ اپنے نبی کی بعثت سے لے کر آج تک رویتِ ہلال پر اعتماد کرتی چلی آرہی ہے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کے پیشِ نظر حساب پر عمل نہیں کرتی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ "ہم ایک امی امت ہیں، ہمارا مدار نہ لکھنے پڑھنے پر ہے نہ حساب کتاب پر، پھر آپ نے فرمایا مہینہ ایسا ہوتا ہے یعنی کبھی مہینہ انتیس دن کا اور کبھی تیس دن کا"۔[صحیح البخاری: ۱۹۱۳]

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہاں حساب سے مراد نجوم کا حساب اور ستاروں کا چلنا ہے، جس کو بہت ہی کم لوگ جانتے ہیں، تو روزہ رکھنے کے حکم کو رویتِ ہلال پر موقوف کیا گیا تا کہ حساب کی وہ پریشانی دور ہو جائے جو ستاروں کو چلتے ہوئے دیکھ کر کی جاتی ہے، روزہ رکھنے کے سلسلہ میں یہی حکم برقرار رہا، اگرچہ اس کے بعد جاننے والے لوگ پیدا ہو گئے، بلکہ ظاہر سیاق بتلاتا ہے کہ روزہ رکھنے کے حکم کو فلکیاتی حساب پر قطعاً معلق نہ کیا جائے، جس کی وضاحت گزری ہوئی حدیث بھی کر رہی ہے، "اگر تم پر بدلی چھا جائے تو تیس کی تعداد پوری کرو" یہ نہیں فرمایا کہ ماہرینِ فلکیات سے پوچھو۔

اور آسمان ابر آلود ہونے کی صورت میں تعداد پوری کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اس میں تمام مکلفین برابر ہیں، اس طرح اختلاف ونزاع دور ہو جاتا ہے۔[فتح الباری ج ۴/۱۵۱]

❁ ❁ ❁

چاند دیکھنے کے لئے دوربین کا استعمال

چاند دیکھنے کے لئے دوربین استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن ایسا کرنا ضروری نہیں، اس لئے کہ سنتِ مطہرہ سے یہی پتہ چلتا آیا ہے کہ طبعی رویت پر اعتماد کیا جائے نہ کہ کسی آلے پر، لیکن اگر دوربین کے ذریعہ کوئی قابلِ اعتماد آدمی چاند دیکھے تو اس کی رویت کے مطابق عمل کیا جائے گا، کیوں کہ پہلے کے لوگ اس کو استعمال کرتے تھے وہ شعبان اور رمضان کی تیسویں رات کو مسجد کے مناروں پر چڑھ جاتے تھے اور دوربین کے ذریعہ چاند دیکھتے تھے۔

حاصل کلام یہ ہے رویتِ ہلال کسی ذریعہ سے بھی ثابت ہو جائے تو اس رویت کے مطابق عمل کرنا ضروری ہوگا اس لئے کہ آپ ﷺ کا یہ عام فرمان ہے "جب تم چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب چاند دیکھو تو روزہ افطار کرو"۔ [دیکھئے" کتاب ۴۸ سوالا فی الصیام للشیخ ابن عثیمین صفحہ ۳۱، جمع وترتیب سالم الجہنی"]

اختلافِ مطالع

اہلِ علم ومعرفت کے اتفاق کے مطابق چاند کے مطالع مختلف ہوتے ہیں تو جب مطالع مختلف ہو سکتے ہیں تو ہر علاقہ کے لئے اس کی اپنی رویت کا اعتبار ہوگا اور جب مطالع مختلف نہ ہوں تو روزہ رکھنا ان تمام لوگوں پر بھی واجب ہوگا جنہوں نے خود چاند نہیں دیکھا، جب کہ چاند کی رؤیت ایسی جگہ سے ثابت ہو جو مطالع میں متحد وموافق ہو،تو پھر اس رؤیت کے مطابق عمل کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ ٱلشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُ﴾ [البقرة:۱۸۵]

”تم میں سے جو ماہِ رمضان کو پالے وہ روزہ رکھے“۔

جو لوگ چاند دیکھنے والے کے ہم مطلع نہیں ہوئے ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جائے گا کہ انہوں نے حقیقت یا حکماً چاند دیکھا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے چاند دیکھنے والے پر روزے کو فرض کیا ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے”چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ افطار کرو“۔ روزہ کو چاند کی رؤیت سے معلق قرار دیا ہے اور جو شخص ایسی جگہ ہو کہ اس کے علاقے کا مطلع چاند دیکھنے والے کے مطلع سے مختلف ہو تو کہا جائے گا کہ انہوں نے حقیقی ومعنوی طور پر چاند نہیں دیکھا، یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ توقیت شہری [ماہانہ ٹائم ٹیبل] توقیتِ یومی [یومیہ ٹائم ٹیبل] کی طرح ہے،جس طرح ایک ملک کے دوسرے ملک سے دن کے اوقات سحری وافطاری کے لحاظ سے مختلف ہیں اسی طرح روزہ رکھنے اور نہ رکھنے میں بھی مختلف ہونا ضروری ہے اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ یومیہ اختلاف کا اثر ہوتا ہے، اس بات پر مسلمانوں کا اتفاق ہے، جو لوگ مشرق میں رہتے ہیں وہ مغرب میں رہنے والوں سے پہلے روزہ رکھیں

گے اور پہلے افطار کریں گے، جب ہم نے توقیتِ یومی میں اختلافِ مطالع کو مان لیا تو ہمیں توقیتِ شہری میں بھی اختلافِ مطالع کو تسلیم کرنا پڑے گا، اور کسی کے لئے یہ کہنا ممکن نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَٱلۡـَٔـٰنَ بَـٰشِرُوهُنَّ وَٱبۡتَغُواْ مَا كَتَبَ ٱللَّهُ لَكُمۡۚ وَكُلُواْ وَٱشۡرَبُواْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ ٱلۡخَيۡطُ ٱلۡأَبۡيَضُ مِنَ ٱلۡخَيۡطِ ٱلۡأَسۡوَدِ مِنَ ٱلۡفَجۡرِۖ ثُمَّ أَتِمُّواْ ٱلصِّيَامَ إِلَى ٱلَّيۡلِ﴾ [البقرة:۱۸۷]

"اب تمہیں ان سے مباشرت کی اور اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی چیز کو تلاش کرنے کی اجازت ہے، تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے واضح ہو جائے، پھر رات تک روزے کو پورا کرو"۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان "جب مشرق میں اندھیرا چھا جائے اور مغرب میں دن انتہا کو پہنچ جائے تو روزہ افطار کرنے کا وقت آ گیا"۔[صحیح البخاری:۱۹۴۱،صحیح مسلم:۱۱۰۰]

کسی کے لئے یہ کہنا ممکن نہیں کہ یہ حدیث پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے ایک وقت حکم لگاتی ہے۔

حضرت کریب رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ام الفضل بنت حارث نے انہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس [ملک] شام بھیجا، انہوں نے کہا کہ میں شام آیا، جو ذمہ داری انہوں نے مجھے دی تھی اسے پورا کیا، میں شام ہی میں تھا کہ رمضان آ گیا، میں نے جمعہ کی شب [جمعہ سے پہلی رات] چاند دیکھا، پھر مہینہ کے اخیر میں مدینہ آیا تو جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے چاند کے بارے میں پوچھا کہ تم لوگوں نے چاند کب دیکھا تھا؟ میں نے کہا کہ ہم لوگوں نے جمعہ کی شب کو چاند دیکھا تھا تو جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے اس کو خود دیکھا تھا؟ میں نے کہا ہاں، اور لوگوں نے بھی دیکھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

اور لوگوں نے روزہ رکھا، تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا ہم لوگوں نے تو ہفتہ کی شب [ہفتہ کی پہلی رات] کو دیکھا اور ہم لوگ پورے تیس روزے رکھیں گے یا یہ کہ ہم چاند کو دیکھ لیں، تو میں نے کہا کیا آپ حضرت معاویہؓ کا چاند دیکھنا اور ان کا روزہ رکھنا کافی نہیں جانتے؟ تو انہوں نے فرمایا نہیں، اور ایسا ہی حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو دیا ہے۔ [صحیح مسلم: ۱۰۸۷، باب بیان أن لکل بلد رؤیتھم]

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس بات کو راجح قرار دیا ہے کہ ان تمام ملکوں پر روزہ رکھنا واجب ہے جو چاند کو دیکھیں اور جو ممالک ان سے مغرب میں پڑتے ہیں ان تمام ممالک پر روزہ رکھنا واجب ہو جاتا ہے، اور یہ ثابت کیا ہے کہ جب کسی ملک میں چاند دیکھا جائے تو یہ ضروری ہے کہ اس سے مغرب میں واقع ممالک میں دیکھا جائے گا۔ [دیکھئے: مجموع الفتاویٰ: ۲۵/ ۱۰۴]

اس لئے کہ سورج وہاں دیر سے غروب ہوگا، جہاں بھی سورج دیر سے غروب ہوگا تو سورج سے اس کی دوری زیادہ ہوتی جائے گی لہٰذا وہ زیادہ روشن اور واضح ہوتا جائے گا، مثال کے طور پر جب بحرین میں چاند دیکھا جائے تو بحرین سے مغرب میں واقع ممالک جیسے نجد وحجاز، مصر ومغرب کے لوگوں پر روزہ رکھنا ضروری ہوگا، اور بحرین سے مشرق میں واقع ممالک ہندوستان پاکستان اور ماوراء النہر کے لوگوں پر رکھنا ضروری نہیں ہوگا۔

❁❁❁

اکیلا آدمی چاند دیکھے؟

جو آدمی تنہا چاند دیکھے اور چاند دیکھنے کا اسے مکمل یقین ہو جائے اور وہ اس قدر دور جگہ میں ہو کہ چاند دیکھنے میں نہ کوئی آدمی اس کے ساتھ شریک ہوا ہو اور نہ ہی وہ چاند دکھانے میں کسی کو شریک کر سکتا ہو تو اس پر روزہ رکھنا فرض ہے، کیوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ فرمان عام ہے: ﴿فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ ٱلشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ "تم میں سے جو شخص رمضان کا مہینہ پالے وہ روزہ رکھے" اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے "جب تم چاند دیکھو تو روزہ رکھو" لیکن اگر کوئی شخص اپنے شہر میں چاند دیکھے اور اس کی گواہی محکمہ شرعیہ یا رویتِ ہلال کمیٹی کو دے، لیکن محکمہ شرعیہ یا رؤیتِ ہلال کمیٹی اگر اس کی شہادت کو رد کر دے تو ایسی صورت میں اسے چاہئے کہ وہ چھپ کر روزہ رکھے تا کہ وہ علانیہ لوگوں کی مخالفت نہ کرے۔ [دیکھئے الشرح الممتع لابن عثیمین ج ۶/۳۲۹]

❁ ❁ ❁

غیر اسلامی ممالک میں رہنے والے مسلمان کیسے روزہ رکھیں؟

جو مسلمان ان غیر اسلامی ممالک میں رہتے ہیں جہاں کوئی رویتِ ہلال کمیٹی نہ ہو تو انہیں چاہیئے کہ شرعی طریقہ سے چاند دیکھنا ثابت کریں، اور وہ شرعی طریقہ یہ ہے کہ اگر ہو سکے تو سبھی لوگ چاند دیکھیں یا علماء اور شرفاء کی کمیٹی تشکیل دیں، پھر ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ چاند دیکھے یا نہ دیکھے جانے کی خبر نشر کریں اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو، تو ٹیلی فون کے ذریعہ ایک دوسرے کو چاند دیکھے جانے کی خبر دیں، اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو اور نہ اس ملک میں رہتے ہوئے جہاں وہ رہ رہے ہوں چاند دیکھے جانے کو ثابت کرنے پر قادر ہوں تو پھر انہیں چاہیئے کہ ان سے قریب تر جو اسلامی ملک ہوں وہاں کی خبر پر اعتماد کریں، بالخصوص اگر وہ ملک ان کی بنسبت مشرق میں واقع ہو اور چاند دیکھے جانے کو شرعی طریقے سے ثابت کرے یا شعبان کے تیس دن پورے کرلیں۔

❁❁❁

سعودی عرب کے ساتھ روزہ رکھنے اور عید منانے کا حکم

ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ جس ملک میں مقیم ہو اس ملک کے [نظام الاوقات] کے مطابق روزہ رکھے اور افطار کرے، فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے "روزہ اس دن کا ہے جس دن تم سب روزہ رکھو، اور افطار اس دن کا ہے جس دن تم سب افطار کرو، اور قربانی اس دن ہے جس دن تم سب قربانی کرو"۔ [سنن ترمذی، دیکھئے السلسلۃ الصحیحۃ ۲۲۴]

فرض کیجئے اگر سعودی عرب میں ماہِ رمضان شروع ہو جائے اور اس کا اعلان ہو جائے، لیکن جس ملک میں وہ مسلمان مقیم ہے وہاں ماہِ رمضان کے آنے کا اعلان نہیں ہوا تو جس ملک میں روزہ کا اعلان ہوا ہو وہیں کے لوگ روزہ رکھیں، اسی طرح سعودی عرب کے اعلانِ عید پر عید بھی نہیں منائیں گے۔ [فتاویٰ الصیام: ص ۲۰، جمع و ترتیب، محمد المسند]

❁ ❁ ❁

جسے طلوعِ فجر کے بعد ماہِ رمضان کی آمد کا علم ہوا ہو

جسے ماہِ رمضان کی آمد کا علم طلوعِ فجر کے بعد دن کے وقت ہوا اسے چاہئے کہ وہ دن کے باقی حصے میں کھانے پینے سے احتیاط کرے، کیوں کہ یہ رمضان کا دن ہے، اور کسی تندرست مقیم کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مفطرات [روزہ توڑ دینے والی چیزیں] میں کسی چیز کو استعمال کرے، لیکن کیا اس پر اس دن کے روزے کی قضا ضروری ہے؟ اس میں اہلِ علم کا اختلاف ہے، جمہور علماء کے نزدیک اس دن کی قضا ضروری ہے اس لئے کہ اس نے دن کے شروع حصہ میں روزہ کی نیت نہیں کی اور دن کا کچھ حصہ اس نے بلا نیت گزار دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے "اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر آدمی کے لئے وہی ہے جس کی وہ نیت کرے"۔ [بخاری: ۱، صحیح مسلم: ۱۹۰۷]

نیز آپ کا فرمان ہے: "جس نے طلوعِ صبح صادق سے پہلے رات ہی میں روزہ کی نیت نہیں کی تو اس کا روزہ نہیں ہوا"۔ [نسائی، دارقطنی، بیہقی، دیکھئے ارواء الغلیل حدیث: ۹۱۴، صحیح الجامع: ۶۵۳۴]

اس سے مراد فرض روزہ ہے، اس لئے کہ نفلی روزہ کی نیت اگر آدمی دن کے کسی حصے میں بھی کرلے تو اس کا روزہ صحیح سمجھا جائے گا بشرطیکہ وہ مفطرات میں سے کوئی چیز نہ کھائے۔

اور بعض اہلِ علم نے کہا ہے کہ اس پر روزہ کی قضا لازم نہیں ہے اس لئے کہ اس نے لاعلمی میں روزہ نہیں رکھا اور لاعلمی کی وجہ سے آدمی معذور سمجھا جائیگا۔ [زاد المعاد ج ۲/۲]

لیکن روزہ کی قضا کرلے یہ زیادہ بہتر ہے اور اس میں ذمہ داری کی ادائیگی ہے، اس لئے کہ انسان کا ایک دن کے روزے کی قضا کرنا اور یقینی طور پر اس سے بَری ہونا شبہ میں پڑنے سے بہتر ہے۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: "شک میں مبتلا کرنے والی چیزوں کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو

اختیار کرو جو شک وشبہ سے بلند و بالا ہوں" یہ تو صرف ایک دن کی بات ہے اور ایک دن کا روزہ رکھنا آسان ہے اس میں کوئی پریشانی نہیں ہے، اور اس میں راحتِ نفسی اور اطمینانِ قلبی بھی ہے۔[الشرح الممتع ج ۶/۳۴۳]

ماہِ رمضان کا استقبال کیسے کریں؟

جب یہ بات واضح ہے کہ رمضان ایسا مہینہ ہے جن کے خصائص وفضائل ثابت ہیں تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم ماہِ رمضان کا استقبال کیسے کریں؟

رمضان کا استقبال کرنے والے دوطرح کے لوگ ہوتے ہیں:

پہلی قسم: وہ لوگ جو ماہِ رمضان کی آمد پر خوش ہوتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے اپنے آپ کو روزہ رکھنے کا عادی بنایا ہوتا ہے اور اس کی مشقت کو برداشت کرنے کا خوگر بن لیا ہوتا ہے، کیوں کہ یہ لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ اس دنیا میں ان لذتوں سے سچائی آخرت میں لذتوں کے پانے کا سبب ہے، یہ لوگ اس مہینہ کو نیکیاں کمانے کا موسم سمجھتے ہیں، نیکیاں کمانے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں، اور یہ جانتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس مہینہ میں وہ اجر وثواب عطا فرماتے ہیں جو کسی دوسرے مہینہ میں نہیں عطا فرماتے ،تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ یہ لوگ ماہِ رمضان کی آمد پر خوش نہ ہوں، جس طرح ایک چاہنے والا شخص اپنی نظروں سے دور رہنے والے دوست کی آمد پر خوش ہوتا ہے، اس سے بھی زیادہ خوشی ان لوگوں کو ماہِ رمضان کی آمد پر ہوتی ہے، رمضان کے استقبال کے سلسلہ میں لوگوں کی یہ پہلی قسم ہے۔

دوسری قسم: ان لوگوں کی ہوتی ہے جو ماہِ رمضان کی آمد کو بوجھ سمجھتے ہیں، اس کی مشقتوں کو بڑا دشوار سمجھتے ہیں، جب رمضان آتا ہے تو وہ اسے بوجھل مہمان کی طرح سمجھتے ہیں، پھر وہ ان کے اوقات اور شب و روز کو شمار کرنے لگتے ہیں، بے صبری کے ساتھ اس کے جانے کا انتظار کرتے ہیں، ہر دن کے گزر جانے سے وہ خوش ہوتے ہیں، یہاں تک کہ جب عید نزدیک ہوتی ہے تو وہ اس ماہ کے عنقریب چلے جانے سے خوش ہوتے ہیں۔

اور خوش اس لئے ہوتے ہیں کہ انہوں نے اس مبارک مہینہ کو بوجھ سمجھا اور اس کے گزر جانے کے انتظار میں لگے رہے، اس لئے بھی کہ یہ لوگ لذتوں، خواہشاتِ نفس کھانے پینے شادی بیاہ وغیرہ میں وسعت وکشادگی کے عادی بن گئے ہیں حتیٰ کہ حرام کاریوں سے بھی باز نہیں رہتے۔ تو ان لوگوں نے اس مہینہ کو اپنی خواہشات ولذات کی تکمیل کی راہ میں زبردست رکاوٹ پایا، روزہ ان کے اور ان کے لذتوں کے درمیان حائل ہوگیا اس طرح ان لوگوں نے ماہِ رمضان کو بوجھ سمجھ لیا، اور اس لئے بھی کہ یہ ایسے لوگ ہیں جن سے نیکیوں کے میدان میں بڑی کوتاہیاں ہوتی ہیں حتی کہ ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو فرائض و واجبات کی ادائیگی میں بھی سستی برتتے ہیں، جیسے نماز ہے، چنانچہ جب رمضان آتا ہے تو انہیں بعض نیک کام نبھانے پڑتے ہیں ان کا دل ان نیک کاموں سے مانوس نہیں ہوتا اور نہ وہ اپنے آپ کو ان کے عادی بناتے ہیں، لہذا یہ لوگ اس ماہ کو بہت بڑا بوجھ سمجھتے ہیں۔ [دروس رمضان:۶،۷]

❖ اللہ کے نیک بندوں کو چاہئے کہ وہ اس ماہِ مبارک کا استقبال سچی توبہ، گناہ کو بالکلیہ ترک کردینے اور آئندہ گناہ نہ کرنے کے عزم کے ساتھ کریں۔

❖ تمام منکرات وسیئات جیسے جھوٹ، غیبت، فحش کلامی اور گانے باجے سے مکمل چھٹکارا حاصل کرکے اس ماہ کا استقبال کریں۔

❖ قرآنِ کریم کی تلاوت، اوراذ کار وادعیہ کے ذریعہ اس ماہِ مبارک کا استقبال کریں، ٹیلی ویژن پر آنے والے انعامی مقابلے دیکھ کر استقبال نہ کریں، اور نہ ہی ٹیلی ویژن اور ریڈیو پر آنے والے سوالات کے ذریعہ اس ماہ کا استقبال کریں، جب روزہ دار اپنا وقت اس طرح کے کاموں میں پڑ کر ختم کرلے گا تو پھر عبادت و اطاعت کے لئے کب فارغ ہوگا؟ کسی نیک آدمی کا قول ہے: عمر بہت تھوڑی سی ہے لہذا غفلت کا شکار ہوکر اسے مزید نہ چھوٹا کریں۔ [توجیہات وفوائد للصائمین والصائمات:۶۵]

❖ عزمِ صادق اور بلند ہمتی کے ساتھ ہم اس ماہ کا استقبال کریں کہ اس ماہ کی فرصت سے فائدہ اٹھائیں گے اوراس کے اوقات کو نیک اعمال میں گزاریں گے اوراس کے مبارک اوقات کو بے فائدہ کاموں میں ضائع نہیں کریں گے۔

❖ جذبہ نشاط وسرور وانبساط اور بشارت وخوشخبری اور پاکیزگیٔ نفس کے ساتھ ہم اس ماہ کا استقبال کریں گے، اورزیادہ سے زیادہ طاعات وعبادات کو بجالانے کے لئے مستعدرہیں گے، سستی اور کثرتِ نوم سے دور رہیں گے، اور ماہِ رمضان کی آمد سے تنگی اور پریشانی محسوس نہ کریں گے۔

❖ ہم رمضان کا استقبال اس طرح نہ کریں کہ رات کو شب بیداری میں سڑکوں اور راستوں کے کنارے روشنیوں کے نیچے گزاریں، تاش یا کیرم بورڈ کھیلنے میں رات گزاریں یا ساز وباج اور گانا سننے میں رات گزاریں، یا ناز ونخرے کے ساتھ گاڑیوں کے اوپر بیٹھ کر یا فلمیں اور ڈرامے دیکھنے میں رات گزاریں۔

میرے بھائی! اس ماہِ مبارک کے دنوں، راتوں اور گھڑیوں کو زیادہ سے زیادہ نیکیاں کمانے اوراجر وثواب حاصل کرنے کے لئے غنیمت جانیں، دوراندیش اور عقلمند وہی انسان ہے جو نیکیوں کے موسم میں سستی نہیں برتتا بلکہ فرصت سے فائدہ اٹھاتا ہے، اور اللہ کی بخششوں اور عطاؤں سے مالا مال ہوتا ہے اور آخرت کے لئے توشہ جمع کرتا ہے، اور میرے بھائی کسی کو معلوم نہیں کہ اس سال مرنے والوں کی فہرست میں اس کا نام لکھا ہوا ہو، اس لئے جب تک آپ زندہ ہیں ان نیک کاموں کو انجام دینے کے لئے مستعدرہیں۔

ماہِ رمضان کی آمد پر ایک دوسرے کو مبارکباد دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہِ رمضان کی آمد پر اپنے صحابہ کو اس کی بشارت دیتے تھے، اور ماہِ رمضان سے فائدہ اٹھانے کی بھی ترغیب دیتے تھے۔[۷۰ مسألة في الصيام: لمحمد صالح المنجد رقم ۱۱]

استقبالِ رمضان میں شعبان کے ایک یا دو دن کا روزہ رکھنا

استقبالِ رمضان میں ایک دن کا روزہ رکھنا اس احتیاط کی نیت سے کہ وہ رمضان کا روزہ سمجھا جائے جائز نہیں، کیوں کہ رمضان کا روزہ رویتِ ہلال پر موقوف ہے اس لئے تکلف کرنے کی چنداں ضرورت نہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص رمضان سے پہلے ایک یا دو دن کا روزہ نہ رکھے الا یہ کہ کوئی شخص پہلے ہی سے اس دن کا روزہ رکھتا چلا آ رہا ہو تو وہ اس دن کا روزہ رکھ سکتا ہے“۔ [صحیح البخاری: ۱۹۱۴، صحیح مسلم: ۱۰۸۲، مسند احمد اور اہل سنن]

رمضان کا روزہ رکھنے میں لوگوں کی اقسام:

رمضان کا روزہ ہر اس مسلمان عاقل بالغ تندرست اور مقیم پر فرض ہے جو تمام طرح کی رکاوٹوں سے محفوظ ہو، بنابریں روزہ کے سلسلہ میں لوگوں کی مختلف قسمیں ہیں اور ہر قسم کے کچھ خاص احکام ہیں جن کا تذکرہ ان شاء اللہ آنے والے ابواب میں ہوگا:

کافر:

کافر پر دنیا میں روزہ رکھنا فرض نہیں ہے، اور اگر وہ روزہ رکھ بھی لے تب بھی اس کا روزہ صحیح نہ ہوگا اور نہ ہی اس کا روزہ عند اللہ مقبول ہوگا، اس لئے کہ روزہ کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ایک بنیادی شرط اسلام ہے، فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَمَا مَنَعَهُمْ أَن تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَاتُهُمْ إِلَّآ أَنَّهُمْ كَفَرُوا۟ بِٱللَّهِ وَبِرَسُولِهِۦ وَلَا يَأْتُونَ ٱلصَّلَوٰةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَىٰ وَلَا يُنفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَٰرِهُونَ﴾ [التوبۃ: ۵۴]

”کوئی سبب ان کے خرچ کی قبولیت کے نہ ہونے کا اس کے سوا کوئی نہیں کہ یہ اللہ

اور اس کے رسول کے منکر ہیں، اور بڑی کاہلی سے نماز کے لئے آتے ہیں اور برے دل ہی سے خرچ کرتے ہیں''۔

جب کہ خرچ فی نفسہ دوسروں کے لئے فائدہ مند ہوتے ہوئے بھی ان کے کفر کی باعث مقبول نہیں، تو عبادات بدرجہ اولیٰ قابلِ قبول نہیں ہوسکتیں۔

جب کوئی کافر دن کے درمیان حصے میں مسلمان ہوجائے تو دن کے باقی حصے میں اسے مفطرات [کھانے پینے اور جماع] سے رکنا ضروری ہے، اس لئے کہ اب اس کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جن پر روزہ رکھنا واجب اور ضروری ہے اور چھوٹے ہوئے دنوں کی قضا اس پر واجب نہیں ہے، اس لئے کہ اس وقت اس پر روزہ رکھنا واجب ہی نہیں تھا، اللہ کے اس فرمان کے مطابق:

﴿قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ إِن يَنتَهُواْ يُغۡفَرۡ لَهُم مَّا قَدۡ سَلَفَ﴾ [الانفال:۳۸]

''آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے اگر یہ لوگ باز آجائیں تو ان کے سارے گناہ جو پہلے ہوچکے ہیں سب معاف کر دیئے جائیں گے''۔

اس لئے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں مسلمان ہوتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں سے کسی کو بھی چھوٹے ہوئے روزے نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم نہیں دیتے تھے۔

البتہ جو لوگ مرنے تک کافر رہے ہوں اللہ تعالیٰ آخرت میں انہیں روزوں کے چھوڑنے اور دیگر واجباتِ دین کے چھوڑنے پر سزا دے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کے سوالات کو جو وہ کافروں سے کریں گے بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿مَا سَلَكَكُمۡ فِي سَقَرَ ۝٤٢ قَالُواْ لَمۡ نَكُ مِنَ ٱلۡمُصَلِّينَ ۝٤٣ وَلَمۡ نَكُ نُطۡعِمُ ٱلۡمِسۡكِينَ ۝٤٤ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ ٱلۡخَآئِضِينَ ۝٤٥ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوۡمِ ٱلدِّينِ﴾ [المدثر:۴۲-۴۶]

''تمہیں دوزخ میں کس چیز نے ڈالا، وہ جواب دیں گے کہ ہم نمازی نہ تھے، نہ

مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے اور ہم بحث کرنے والے [انکاریوں] کا ساتھ دے کر بحث ومباحثہ میں مشغول رہا کرتے تھے، اور روزِ جزا کو جھٹلاتے تھے“۔

رمضان کے دنوں میں کافروں کا مسلمان روزہ داروں کے سامنے کھانے پینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اس لئے کہ روزہ دار مسلمان اللہ کا شکر ادا کرتا ہے کہ اللہ نے اسے قبولِ اسلام کی توفیق بخشی ہے، جس میں دنیوی اور اخروی کامیابی ہے اور اس بات پر بھی اللہ کا شکر ادا کرتا ہے کہ اللہ نے اسے ان چیزوں سے بچائے رکھا جس میں یہ لوگ مبتلا ہیں، جنہوں نے اللہ کے بتائے ہوئے راستے کو نہیں اپنایا، وہ یہ ہے کہ اگرچہ رمضان کے دنوں میں کھانا پینا اس دنیا میں ان کے لئے شرعاً حرام کیا ہے، لیکن قیامت کے دن اسے ضرور بدلہ ملے گا۔

جس وقت ان سے کہا جائے گا:﴿ كُلُوا۟ وَٱشْرَبُوا۟ هَنِيٓـًٔۢا بِمَآ أَسْلَفْتُمْ فِى ٱلْأَيَّامِ ٱلْخَالِيَةِ ﴾ [الحاقة:۲۴] ”[ان سے کہا جائے گا] مزے سے کھاؤ اور پیو اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم نے گزشتہ زمانے میں کئے“۔

البتہ غیر مسلموں کو اسلامی ملکوں میں عام مقامات پر کھانے پینے سے روکا جائے گا کیوں کہ یہ اسلامی روایات کے منافی ہے۔[۴۸ سؤالا فی الصیام ص ۵۰،۵۱]

❖ **بے نمازی:**

جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کرتے ہوئے عمداً نماز کا تارک ہو تو باتفاقِ علماء کافر ہے، اور جو شخص سستی وکاہلی کی وجہ سے نماز چھوڑ دے تو اہلِ علم کے صحیح قول کے مطابق وہ بھی کافر ہے کیوں کہ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: ”آدمی اور کفر وشرک کے درمیان ترکِ نماز کا فرق ہے“۔[صحیح مسلم:۸۲]

آپ کا یہ بھی فرمان ہے: ”ہمارے اور ان کے درمیان جو معاہدہ ہے وہ نماز ہے، جس

نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا''۔[مسند احمد، سنن ترمذی حدیث:۲۶۲۱،سنن نسائی،سنن ابن ماجہ وغیرہ]

مذکورہ حدیث میں کفر سے مراد ایسا کفر ہے جو انسان کو ملتِ اسلامیہ سے خارج کردے، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کو مومنوں اور کافروں کے درمیان حدِ فاصل قرار دیا ہے اور یہ بات ثابت ہے کہ ملتِ کفر ملتِ اسلام سے مختلف ہے لہٰذا جو شخص اس عہد کو پورا نہ کرے اس کا شمار کافروں میں ہوگا۔[حکم تارک الصلاۃ لابن عثیمین ص ۹]

حضرت عبداللہ بن شقیق عقیلی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ نماز کے علاوہ کسی اور کام کے ترک کرنے کو کفر نہیں قرار دیتے تھے۔[سنن ترمذی، حاکم، صحیح الترغیب برقم: ۵۶۲]

جب بے نمازی کافر ہے تو اس کا روزہ اور دیگر عبادات بھی باطل ہیں، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا۟ لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ﴾[الانعام:۸۸]

''[بفرضِ محال] اگر حضراتِ انبیاء کرام بھی شرک کرلیں تو ان کے اعمال ضائع اور برباد ہوجائیں گے''۔

اسی طرح جو لوگ رمضان کا روزہ رکھتے ہیں اور صرف رمضان میں نماز پڑھتے ہیں تو گویا وہ اللہ کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں، بدترین ہیں ایسے لوگ جو صرف رمضان ہی میں اللہ کو جانتے ہیں تو جو لوگ غیر رمضان میں نماز نہیں پڑھتے ان کا روزہ رکھنا بھی صحیح نہیں ہوگا، لیکن انہیں روزہ نہ رکھنے کا حکم نہیں دیا جائے گا اس لئے کہ روزہ رکھنے سے ان کی نیکی میں اضافہ ہوگا اور وہ دین سے قریب ہوں گے اور ان کے دل میں خوف پیدا ہوگا جس کے بعد یہ ممکن ہے کہ وہ نماز کی طرف پلٹ آئیں اور نماز چھوڑنے سے توبہ کرلیں۔[اللجنۃ الدائمۃ: فتاوی الصیام:۲۹،۲۸]

❖ بچہ:

نابالغ بچے پر روزہ فرض نہیں ہے فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: "تین آدمیوں کا حساب نہیں لکھا جاتا مجنون، جس کی عقل خبط ہو چکی ہوافاقہ پانے تک، سونے والا بیدار ہونے تک۔ بچہ بالغ ہونے تک، لیکن جب کوئی سمجھ دار بچہ روزہ رکھ لے تو اس کا روزہ صحیح ہوگا، اور اسے اجر وثواب دیا جائے گا اور اس کے والدین کو اچھی تربیت اور خیر کی طرف رہنمائی کرنے پر اجر وثواب ملے گا، سرپرستوں کو چاہیے کہ وہ اپنے ان بچوں کو جو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں روزہ رکھنے کا حکم دیں، روزہ رکھنے پر ان کی حوصلہ افزائی کریں، اور اس عظیم عبادت کی ادائیگی کا ان کو عادی بنائیں اور ان کے لئے انعامات مقرر کریں، اس لئے کہ صحابہ کرام اپنے بچوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے۔

حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عاشورا کی صبح کو حکم بھیجا انصار کے دیہات میں جو مدینہ کے اردگرد تھے کہ جس نے روزہ رکھا وہ اپنا روزہ پورا کرے اور جس نے صبح کچھ کھا پی لیا وہ باقی دن پورا کرلے، اس کے بعد ہم روزہ رکھا کرتے تھے اور بفضلِ اللہ اپنے چھوٹے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے تھے۔

اور ہم مسجد جاتے تھے اور بچوں کے لئے اون کی گڑیاں [کھلونے] بنا دیتے تھے، پھر جب کوئی بچہ رونے لگتا تو اس کو کھلونا کھیلنے کو دیتے تھے، یہاں تک کہ افطار کا وقت آجاتا" اور ایک دوسری روایت میں ہے "ہم بچوں کو اون کا کھلونا دے دیتے تھے جو ان کو بہلا دیتا تھا یہاں تک وہ اپنا روزہ پورا کر لیتے"۔ [صحیح مسلم:۱۱۳۶]

جب بچہ دن کے کسی حصہ میں بالغ ہوجائے تو اسے چاہئے کہ دن کے باقی حصے میں رکا رہے اس لئے کہ اب اس کا شمار ان لوگوں میں ہونے لگا جن پر روزہ رکھنا فرض ہے، البتہ چھوٹے ہوئے روزے کی قضا اس پر لازم نہیں ہے اس لئے کہ اس وقت تک اس کا شمار ان

لوگوں میں نہیں ہوتا تھا جن پر روزہ رکھنا فرض تھا۔[سبعون مسئلہ فی الصیام:۱۲نمبر سوال]

ذیل میں سے کوئی ایک نشانی بالغ ہونے کی علامت سمجھی جائے گی: سونے کی حالت میں یا کسی اور حالت میں شہوت کے ساتھ منی کا نکلنا۔ موئے زیر ناف نکلنا۔ پندرہ سال کی عمر کو پہنچنا۔

اور لڑکی کے لئے ایک چوتھی علامت بھی ہے اور وہ ہے حیض کے خون کا آنا، تو جب لڑکی کو حیض آجائے تو سمجھ لیجئے کہ وہ بالغ ہوگئی گرچہ وہ دس سال کی ہو۔[دیکھئے کتاب الشرح الممتع ج۶/ ۳۳۳،فیض الرحیم الرحمن صفحہ ۸۷]

بچوں سے متعلق مزید ہدایات:

اس ماہِ مقدس میں نیکی کے کاموں میں سے ایک کام یہ بھی ہے کہ اپنے چھوٹے بچوں کا خاص خیال رکھا جائے شاید کہ یہ مہینہ بچوں کے لئے ہر خیر کا راستہ کھول دے، کتنے ہی بچے رمضانی مدرسہ سے نکل کر مبارک بچے بنے جو اپنے والدین اور امت کے لئے نفع بخش ثابت ہوئے، جس پر یہ حدیث صادق آتی ہے"یا وہ نیک بچہ جو اپنے ماں باپ کے لئے دعا کرتے ہیں"۔[صحیح مسلم]

اس لئے بچوں کا بہت زیادہ اہتمام و خیال رکھنا چاہئے اور اگر ممکن ہو تو مختلف قسم کے فضائل بچوں کے ذہن میں پختہ کرنے اور غلط قسم کی عادات کو نکالنے میں اس ایمانی ماحول سے فائدہ اٹھایا جائے۔

اس کام کو پائے تکمیل تک پہنچانے کے لئے ذیل کی چیزیں مدد و معاون ثابت ہو سکتی ہیں:

(1) ماہِ رمضان کے آنے سے پہلے بچوں کا ذہن تیار کیا جائے جس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنے بچوں کو اس ماہ کے دنوں اور راتوں کے متعلق شوق پیدا کیجئے، اس عظیم اجر و

فضائل کو بیان کیجئے کہ جو اس مہینے سے بہتر طریقے سے فائدہ اٹھائے اس کے لئے بڑا ثواب ہے، جب بچہ کا ذہن بن جائے تو باذن اللہ بچہ کے اندر ایمانی جذبہ پیدا ہوگا، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ والدین اپنی اولاد کو اچھے کاموں میں لگا سکیں گے۔

(2) انہیں روزہ رکھنے کی تربیت دیں اور ان کو روزہ رکھنے کا عادی بنانے کے لئے بہترین طریقے درج ذیل ہیں:

❶ بچہ کو یہ سمجھایا جائے کہ رمضان کا روزہ فرض ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہم سے پہلے کی امتوں پر بھی فرض کیا تھا، اسی طرح یہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن ہے، لہٰذا جب بھی اسے روزہ رکھنے کی طاقت ہو روزہ رکھنا شروع کر دے۔

❷ بچہ کو قائل اور مطمئن کیا جائے کہ اب وہ بڑا ہو چکا ہے اور اسے بڑوں کی طرح روزہ رکھنا چاہئے کیوں کہ اب وہ بڑوں کی طرح ہو گیا ہے اور اس کا روزہ رکھنا بڑے ہونے کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے۔

❸ جس دن بچہ روزہ رکھنا چاہے گھر والوں کو چاہئے اس دن بچہ کو سحری کے لئے بیدار کریں اور دن بھر روزہ مکمل کرنے پر اس کی ہمت افزائی کرتے رہیں۔

❹ جب بچہ بھوک یا پیاس محسوس کرے تو یہ ضروری ہے کہ اسے ایسے کاموں میں مشغول رکھا جائے جو اسے کھانے اور پینے سے غافل کر دے یہاں تک کہ افطار کا وقت آجائے۔

❺ ہر دن کے روزے کا انعام مقرر کر دیا جائے یہ انعام معنوی تحفہ بھی ہو سکتا ہے، جیسے اس کے لئے دعا کی جائے، اس کے ہم عمر ساتھیوں کی بیچ یا اس کے خاندان کے بڑے آدمیوں کے درمیان اس کی تعریف کی جائے یا اسے وہ چیز دی جائے جو اسے محبوب و مرغوب ہو۔

❻ روزہ نہ رکھنے پر بچہ کو مارا پیٹا نہ جائے اور نہ ہی اس کو ذلیل ورسوا کیا جائے۔

❼ بچہ کو یہ یاد دلایا جائے کہ اس کے مدرسہ کا فلاں فلاں ساتھی یا اس کے رشتہ داروں میں اس کے ہم عمر بچوں نے روزہ رکھا ہوا ہے اس طرح بچہ ان کے مقابلے میں تیار ہو جائیگا۔

(3) مسجد میں نماز پڑھانے کا اہتمام کرے اس کا باپ اسے ہمت دلائے اور اپنے ساتھ مسجد لے جائے اور مسجد لے جانے میں جلدی کرے خصوصاً نماز تراویح کے لئے۔

(4) بچوں کو کتاب اللہ کے مطابق تربیت کرنے کے لئے ذیل کے طریقوں کو اپنایا جائے:

❶ پورا قرآن ختم کرنے والوں کے لئے انعام مقرر کیا جائے۔

❷ ہر روز کے لئے ایک دعا مقرر کر دیا جائے جسے نماز عصر کے بعد مسجد میں پڑھتا رہے۔

❸ قرآن سیکھنے سکھانے کے پروگرام میں اسے شریک کرایا جائے اور اس کی نگرانی کی جائے۔

❹ اس مہینہ میں حفظ قرآن کے لئے ایک مقدار مقرر کر دیا جائے ساتھ ہی اس کے لئے تشجیعی انعامات بھی مقرر کر دیا جائے جو اسے قرآن حفظ کرنے پر آمادہ کر سکے۔

❺ سورتیں یاد کرنے کے لئے تلاوتِ قرآن کی کیسٹیں بکثرت سنائی جائیں بالخصوص جب تلاوت کم عمر کے قاری قرآن کی ہو یا قرائے کرام میں جس قاری کی تلاوت سننا وہ پسند کرتا ہو وہ سنائی جائے۔

(5) بچہ اپنے ہاتھ سے صدقہ وخیرات کرے، اور اس مہینہ میں صدقہ وخیرات کرنا وہ عظیم عبادت ہے کہ جس کے کرنے سے بچہ کے اندر فقراء ومساکین کے تئیں محبت اور شفقت پیدا ہوتی ہے، علاوہ ازیں بخل وکنجوسی جیسی مذموم خصلت دل سے نکل جاتی ہے، بچہ کو صدقہ و خیرات کرنے کا عادی بنانے کے لئے درج ذیل طریقے کو اپنایا جائے:

❶ نیکی کے مختلف کاموں اور راستوں میں خرچ کرنے کے لئے بچہ کو کچھ رقم دیدی جائے اور ساتھ ہی اس کی نگرانی بھی کی جائے۔

❷ پانچ یا دس روپے دیدیئے جائیں تاکہ وہ مسجد کے دروازے کے پاس بیٹھنے والے محتاجوں اور راستہ میں چلنے والے محتاجوں کو دے سکے۔

❸ پاس پڑوس کے محتاجوں ضرورت مندوں کے درمیان کھانا تقسیم کرنے میں بچہ کو شریک رکھا جائے اور ہمیشہ اسے ان اعمال کی فضیلت یاد دلاتا رہے، تو اس میں کوئی شک نہیں بچہ پر اس کا بڑا اچھا اثر پڑے گا۔

(6) روزہ داروں کے درمیان افطاری کا سامان تقسیم کرنے میں چاہے وہ افطاری پروگرام کے دوران ہو یا با حاجت مندوں کے گھر پہنچا کر ہو بچہ کو اس میں شریک رکھا جائے۔

(7) مختلف قسم کے ان مسابقوں اور مقابلوں میں بچہ کو شریک کیا جائے اور اس کی حوصلہ افزائی کی جائے بشرطیکہ یہ مقابلے غلط کاموں سے پاک ہوں خواہ گھریلو مقابلے ہوں یا باہر کے جس میں شرکت فائدے سے خالی نہیں ہوتی۔

(8) کوئی ایسا مناسب انعام رکھا جائے جو بچہ کو من پسند ہو یہ انعام بچے کو اس دن دیا جائے جس دن وہ ٹی وی نہ دیکھے، تو باذن اللہ ٹیلی ویژن چھوڑنے کی ابتدا ہوگی۔

(9) دن بھر کے لئے کوئی دلچسپ اور مفید پروگرام ترتیب دیا جائے تاکہ وہ اپنا وقت مفید کاموں میں لگا سکے۔

(10) یہ ضروری ہے کہ بچے دوپہر بارہ بجے سے پہلے پہلے بیدار ہو جائیں تاکہ وہ رات کو جلد سو سکیں اور سحری کے وقت اور رات کی آخری حصہ میں ماں باپ اور بڑے بھائی اس کو اٹھا سکیں۔

(11) افطار کے وقت ان کیلئے خصوصی طور پر خوبصورت طریقے سے دستر خوان لگایا

جائے اور بڑوں کی طرح اس پر سامانِ افطاری رکھا جائے تاکہ دوسرے کی طرح وہ بھی اپنا وقت دعا اور ذکر الٰہی اور استغفار وغیرہ میں لگا سکیں۔

(12) انعام رکھا جائے ہر اس بچہ کے لئے جو بری اور گندی بات نہ کرتا ہو اور اسی طرح اس بچہ کے لئے بھی انعام رکھا جائے جو بچہ تمام بچوں میں سے سب سے کم غلطی کرتا ہو اور شور و ہنگامہ کر کے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف نہ پہنچاتا ہو۔

(13) بچوں کو گھر کے کاموں میں شریک کیا جائے اس طرح کہ باپ اپنے ساتھ بچوں کو لے جائے، اور لڑکیاں اپنی ماں کے ساتھ گھر کے کام کریں۔

مجنون (پاگل)

مجنون آدمی پر روزہ فرض نہیں، کیوں کہ وہ مرفوع القلم ہے، جس کا ذکر اوپر کی حدیث میں کیا جا چکا ہے، اسی طرح وہ کم عقل جسے کچھ شعور و تمیز نہ ہو اور وہ بہت بوڑھا آدمی جس کے اندر تمیز کرنے کی صلاحیت باقی نہ رہے، نہ ان حضرات پر روزہ رکھنا فرض ہے اور نہ ہی ان کی طرف سے کھانا کھلانا ضروری ہے۔ [دیکھئے کتاب "فتاوی الصیام" لابن عثیمین صفحہ ۵۹]

جب مجنون دن کے کسی حصے میں صحیح ہو جائے تو اسے دن کے باقی حصے میں مفطرات سے رکے رہنا ضروری ہے، اس لئے کہ اب اس کا شمار مکلف لوگوں میں سے ہونے لگا ہے، البتہ چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا اس پر لازم نہیں، اس لئے کہ وہ اس وقت ان لوگوں میں سے نہیں تھا جن پر روزہ فرض ہو، مجنون مرفوع القلم ہیں، لیکن کبھی آدمی پر جنون طاری ہوتا ہو اور کبھی وہ افاقہ پا جاتا ہو تو ایسے آدمی پر افاقہ کی حالت میں روزہ رکھنا ضروری ہے البتہ جنون کی حالت میں اس پر روزہ رکھنا ضروری نہیں، اور اگر دن کے کسی حصے میں اس پر جنون طاری ہو جائے تو اس کا روزہ باطل نہیں ہوگا جس طرح کہ اگر کسی شخص پر بیماری یا کسی اور وجہ سے بیہوشی طاری ہو جائے تو اس کا روزہ باطل نہیں ہوتا، اس لئے کہ اس نے روزے کی نیت سمجھ بوجھ کی حالت میں کی تھی اس کا حکم مرگی کی بیماری میں مبتلا شخص کا ہے۔

اور جس شخص کو روزہ رکھنے کی وجہ سے بیہوشی ہو جائے تو اسے چاہئے کہ وہ روزہ توڑ دے اور بعد میں قضا کرے، اور اگر کسی شخص پر دن کے کسی حصہ میں بیہوشی طاری ہو جائے اور وہ غروبِ آفتاب سے پہلے یا بعد میں افاقہ پا جائے تو جب تک وہ روزے سے ہے اس کا روزہ صحیح ہے اور جب کسی پر فجر سے لے مغرب تک بیہوشی طاری رہے، تو جمہور علماء کے نزدیک اس کا روزہ رکھنا صحیح نہیں، البتہ جمہور علماء کے نزدیک بیہوش رہنے والے کو چاہئے کہ

بعد میں روزے کی قضا کرے چاہے اس کی بیہوشی کی مدت لمبی ہو۔[الشرح الممتع:۶/۳۶۵]

لیکن اگر کسی شخص کو کسی مصلحت کے پیشِ نظر بیہوش کیا جائے یا خود ہی بیہوش ہو جائے یا اسے نیند کی دوا دے کر سلا دیا جائے یا اسے سُن کر دیا جائے جس کی وجہ سے وہ اپنا شعور کھو بیٹھے تو بعض اہلِ علم کا فتویٰ ہے کہ اگر یہ حالت تین دن یا اس سے کم ہو تو انہیں نائم پر قیاس کرتے ہوئے روزے کی قضا کرنا چاہئے، اور اگر ایسا کرنا تین دن یا اس سے زیادہ ہو تو انہیں مجنون پر قیاس کرتے ہوئے روزہ قضا نہیں کرنا چاہئے۔[دیکھئے: کتاب ۷۰ مسئلۃ فی الصیام سوال نمبر ۲۶]

البتہ سویا ہوا آدمی گرچہ وہ مرفوع القلم کے حکم میں ہے لیکن اس کا روزہ صحیح ہے اور اس پر روزے کی قضا نہیں، خواہ وہ دن بھر سویا رہے اس لئے کہ سونا ایک عادت ہے جس سے کلی طور پر انسان کا احساس وادراک ختم نہیں ہو جاتا۔[الشرح الممتع ج۶/۳۶۶، احکام الصوم والاعتکاف صفحہ نمبر ۶۳]

عاجز

❶ وہ بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں جن کی طاقت وقوت جواب دے چکی ہو اور وہ روز بروز کمزوری کا شکار ہو کر مرنے کے قریب ہو چلا ہو تو ایسے پر روزہ رکھنا ضروری نہیں ہے، اور اگر انہیں روزہ رکھنا شاق گزرے تب تک وہ روزہ نہ رکھیں، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آیتِ کریمہ: ﴿وَعَلَى ٱلَّذِينَ يُطِيقُونَهُۥ فِدۡيَةٌ طَعَامُ مِسۡكِينٍ﴾ [البقرۃ: ۱۸۴] کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ”یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور اس سے مراد وہ بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں ہیں جنہیں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو انہیں چاہئے کہ وہ ہر روز کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائیں“۔ [صحیح البخاری: ۴۵۰۵]

لیکن جو شخص اپنا شعور اس حد تک کھو دے کہ اس کی عقل ہی کام کرنا چھوڑ دے تو اس پر روزہ رکھنا فرض نہیں ہے اور نہ ہی اس کے گھر والوں پر اس کے روزے کی قضا کرنا ہے اور نہ ہی روزے کے بدلے کھانا کھلانا ہے کیوں کہ وہ اب احکامِ شرعیہ کا مکلف نہیں رہا، اور اگر کبھی باشعور ہوتا ہو اور کبھی کم عقلی کی باتیں کرتا ہو تو شعور باقی رہنے کی حالت میں اس پر روزہ رکھنا فرض ہے، اور شعور ختم ہونے کی حالت میں اس پر روزہ رکھنا فرض نہیں ہے۔

❷ جو دائم المریض ہو اور اس کی بیماری ختم ہونے کی کوئی امید نہ ہو جیسے کہ کینسر کی بیماری ہے، تو ایسے شخص پر روزہ رکھنا ضروری نہیں، کیوں کہ اس کی حالت ایسی نہیں ہے جس سے یہ امید کی جائے کہ وہ روزہ رکھ سکے گا، تو اسے چاہئے کہ وہ ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔ [فصول فی الصیام والتراویح والزکاۃ، للشیخ ابن عثیمین ص: ۹]

کھانا کیسے کھلایا جائے؟

کھانا کھلانے کی دو شکلیں ہیں:

❶ جتنے دنوں کا روزہ مریض کے ذمہ ہو اتنے دنوں تک کا کھانا تیار کر کے فقراء و مساکین کو کھانے کے لئے بلا لے اور انہیں دوپہر یا رات کا کھانا کھلائے، جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ جب وہ بہت بوڑھے ہو گئے، تو ایسا ہی کیا کرتے تھے ایک یا دو سال تک انہوں نے ہر روز ایک مسکین کو روٹی اور گوشت کھلایا اور روزہ افطار کرتے رہے۔[صحیح بخاری]

❷ جتنے دن کے روزے اس کے ذمہ ہوں اتنے دنوں کا غلہ شہر میں زیادہ استعمال کی جانے والی خوراک میں سے مسکینوں کو دیدے، اس طرح سے کہ ہر مسکین کو نصف صاع (سوا کیلو تقریباً) گیہوں یا چاول ان کو دیں، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے فدیہ اذی کے بارے میں فرمایا "چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ، ہر مسکین کو نصف صاع غلہ دیدو"۔[صحیح بخاری:۱۸۱۶، صحیح مسلم:۱۲۰۱]

لیکن مناسب یہ ہے کہ گیہوں یا چاول کے ساتھ گوشت یا کوئی دوسری چیز [جو سالن بن سکے] بھی پیش کرے تا کہ اللہ کے اس فرمان پر عمل ہو سکے ﴿وَعَلَى ٱلَّذِينَ يُطِيقُونَهُۥ فِدۡيَةٞ طَعَامُ مِسۡكِينٖ﴾ [البقرۃ:۱۸۴] رہ گئی بات کھانا کھلانے کے وقت سے متعلق، تو اس میں اختیار ہے اگر چاہے تو ہر دن کے روزے کے بدلے فدیہ دیدے اور اگر چاہے تو رمضان کے آخری دن تک کے لئے موخر کر دے، روزے سے پہلے فدیہ ادا کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ فدیہ کو مقدم کرنا روزہ کو مقدم کرنے کی طرح ہے تو کیا ماہِ شعبان میں رمضان کا روزہ رکھنا صحیح ہوگا؟[الشرح الممتع ج۶/ ۳۳۵]

اسی طرح علیحدہ علیحدہ مختلف مسکینوں کو بھی غلہ دینا جائز ہے جتنے دنوں کا روزہ اس کے ذمہ باقی ہو، اسی طرح مستحقین کے گھرانے کو دینا بھی جائز ہے۔[فتاوی الصیام لابن جبرین ص: ۳۲]

❸ جسے وقتی بیماری لاحق ہو اور اسے شفا کی امید ہو جیسے بخار وغیرہ تو اس کی تین صورتیں ہیں:

❖ **پہلی صورت:** اس پر روزہ رکھنا مشکل نہ ہو اور نہ ہی نقصان دیتا ہو تو اس پر روزہ رکھنا فرض ہے اس لئے کہ اسے کوئی عذر نہیں۔

❖ **دوسری صورت:** روزہ رکھنا اس پر مشکل ہو، روزہ رکھنے سے اسے کوئی نقصان نہ ہوتا ہو تو اس کے لئے روزہ رکھنا مکروہ ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے حالتِ مشقت میں روزہ نہ رکھنے کی جو رخصت دی ہے اس سے اعراض لازم آئے گا، اللہ کا فرمان ہے:

﴿فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ [البقرۃ:۱۸۴]

"تم میں سے جو بیمار یا مسافر ہو اسے چاہئے کہ وہ دوسرے دنوں میں روزے کی گنتی پوری کرلے"۔

❖ **تیسری صورت:** روزہ رکھنے سے اسے تکلیف ہوئی تو ایسی صورت میں اس پر روزہ رکھنا حرام ہے، کیوں کہ اس میں اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالنا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا﴾ [النساء:۲۹]

"اپنے آپ کو قتل نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر رحم بہت مہربان ہے"۔

﴿وَلَا تُلْقُوا۟ بِأَيْدِيكُمْ إِلَى ٱلتَّهْلُكَةِ﴾ [البقرۃ:۱۹۵]

"اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو"۔

اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **"لا ضَرَرَ ولا ضِرارَ"** نہ مذہب اسلام میں نہ اپنے آپ کو نقصان دینا ہے اور نہ دوسرے کو۔ [مسند احمد، ابن ماجہ، حاکم، بیہقی، دار قطنی، ملاحظہ فرمائیے السلسلۃ الصحیحۃ حدیث:۲۵۰]

بیمار کو کیسے معلوم ہوگا کہ روزہ رکھنے سے اسے ضرر لاحق ہوسکتا ہے اس کی دو شکلیں ہیں:

❖ **پہلی شکل:** روزہ رکھنے کی وجہ سے وہ خود تکلیف محسوس کرے۔

❖ **دوسری شکل:** قابل اعتماد ڈاکٹر کے بتانے سے اسے علم ہو کہ روزہ رکھنے سے اسے نقصان پہنچ سکتا ہے، ایسی صورت میں مریض روزہ نہ رکھے اور جتنے دن کے روزے چھوٹے ہیں صحت یاب ہو جانے کے بعد ان کی قضا دے، مسکینوں کو کھانا کھلانا اس کے لئے کافی نہیں ہوگا، سوال یہ ہے آخری صورت میں اگر وہ روزہ رکھ لے تو کیا اس کا روزہ رکھنا صحیح ہوگا؟

ابو محمد ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کا روزہ رکھنا صحیح نہیں ہوگا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بیمار کے لئے دوسرے دنوں میں روزہ رکھنا مقرر کیا ہے، اس لئے اگر اس نے بیماری میں روزہ رکھا تو اس کی مثال قادر شخص کی سی ہے جس نے ماہِ رمضان کا روزہ ماہِ شعبان ہی میں رکھا ہو ظاہر ہے کہ اس طرح روزہ رکھنا اس کے لئے کافی نہیں ہوگا اور اس پر اس روزے کی قضا ضروری ہوگی۔ [دیکھئے المحلی ابن حزم ج ۶/ ۲۵۸]

علامہ ابن حزم کا یہ قول اس مشہور قاعدہ پر مبنی ہے کہ جس چیز سے فی ذاتہ روکا جائے اگر اس کو کر بھی لیا جائے تو وہ ادا نہیں ہوگی، اور جب یہ طے ہو گیا کہ روزہ رکھنا حرام ہے تو مذکورہ قاعدہ کی بنا پر اگر وہ روزہ رکھ بھی لے تو اس کا روزہ صحیح نہ ہوگا، اس لئے کہ جب روزے رکھنے سے منع کیا گیا تو ایامِ تشریق اور ایامِ عید میں روزہ رکھنے کی طرح منع ہو گیا بنا بریں اس کا روزہ رکھنا صحیح اور جائز نہیں ہوگا۔

یہیں سے ان بعض محنت کش مزدوروں اور بیمار لوگوں کی غلطی واضح ہو جاتی ہے جن کو روزہ رکھنا نقصان دہ ہوتا ہے اور بسا اوقات انہیں نقصان ہو بھی جاتا ہے، لیکن پھر بھی وہ روزہ رکھنے سے باز نہیں آتے، ایسے لوگوں کے متعلق ہم یہ کہیں گے یہ ان لوگوں کی غلطی ہے

کہ انہوں نے اللہ کے فضل اور اس کی دی ہوئی رخصت کو قبول نہیں کیا نتیجتاً انہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا﴾ [النساء:۲۹]

”اپنے آپ کو قتل نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر بہت مہربان ہے“۔

اور جب معمولی بیماری ہو جیسے کھانسی، زکام اور سر درد تو اس کی وجہ سے روزہ نہیں چھوڑنا چاہئے اور جب ڈاکٹری رپورٹ سے ثابت ہو جائے یا کوئی شخص عادت و تجربہ سے جان لے یا ظن غالب ہو جائے کہ روزہ رکھنے سے اسے مرض لاحق ہو سکتا ہے یا اس کے مرض میں اضافہ ہو سکتا ہے یا شفایابی میں تاخیر ہو سکتی ہے تو ایسے شخص کے لئے روزہ چھوڑنا جائز ہے اور روزہ رکھنا اس کے لئے مکروہ ہے۔

اور جب بیماری مسلسل اور لگاتار رہے تو مریض پر ضروری نہیں ہے کہ وہ رات ہی میں روزے کی نیت کرے بشرطیکہ احتمال ہو کہ صبح تک صحیح ہو جائے گا اس لئے کہ اعتبار موجودہ حالت کا ہوتا ہے۔

حاملہ [حمل والی] اور مرضعہ [دودھ پلانے والی]

اگر حمل یا رضاعت کی وجہ سے حاملہ اور مرضعہ کے لئے روزہ رکھنا مشکل ہو اور انہیں اپنے بچوں کے متعلق ڈر ہو تو انہیں چاہیئے کہ روزہ نہ رکھیں، لیکن جب خوف زائل ہو جائے اور روزہ رکھنا ان کے لئے آسان ہو جائے تو روزہ کی قضا کر لیں۔ [دیکھئے "فتاوی الصیام لابن عثیمین ص:٥٩"]

بعض علماء کے نزدیک راجح مسئلہ یہی ہے کہ حاملہ اور مرضعہ کو بیمار پر قیاس کرتے ہوئے روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے البتہ بعد میں ان پر قضا کرنا ضروری ہے، چاہے انہیں اپنی جان کا خطرہ ہو یا اپنے بچوں کی جان کا خطرہ ہو، فرمانِ نبوی ﷺ ہے "اللہ نے مسافر کو روزہ موخر کرنے اور نصف نماز کی رخصت دی ہے جب کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو روزہ موخر کرنے کی رخصت دی ہے"۔ [مسند احمد ۴/ ۳۴۷، سنن ابو داؤد، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ دیکھئے صحیح الجامع حدیث:١٨٣٥]

اس حدیث کا مفہوم ہے کہ ان پر روزہ واجب ضرور ہے البتہ بعد میں قضا کر لیں گے۔ [الشرح الممتع ج٦/ ٣٦٢، ٧٠ مسئلة فی الصیام]

رہ گئی بات قضا کرنے کے ساتھ ساتھ کھانا کھلانے کی، تو اس سلسلہ میں کوئی دلیل کتاب وسنت سے نہیں ملتی اور اس سلسلہ میں اصل قاعدہ یہی ہے کہ وہ بری الذمہ ہیں یہاں تک کہ کھانا کھلانے پر کوئی دلیل مل جائے۔

اور بعض علماء نے اس بات کو راجح قرار دیا ہے کہ حاملہ اور مرضعہ پر صرف کھانا کھلانا ہے قضا ان پر نہیں ہے، اور یہی قول ابن عباس، ابن عمر اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم کا ہے، ابن عباس نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ حاملہ اور مرضعہ روزانہ ایک مسکین کو کھانا کھلائیں

اور روزہ کی قضا نہ کریں۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے ایک ام ولد کو حاملہ یا مرضعہ دیکھا تو فرمایا تمہاری حیثیت ان لوگوں کی ہے جو روزہ کی طاقت نہیں رکھتے لہٰذا تمہیں چاہئے کہ ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلاؤ اور انہوں نے اللہ کے اس فرمان: ﴿وَعَلَى ٱلَّذِينَ يُطِيقُونَهُۥ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: حاملہ اور مرضعہ کو جب ڈر ہو تو روزہ توڑ دے اور ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے، چنانچہ نص کے ہوتے ہوئے قیاس کرنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ [احکام الصوم والاعتکاف للدکتور ابی سریع ص:۱۲۵]

اور یہ بات اس عورت پر بھی لاگو ہوگی جو ہر دو سال پر بچہ جنتی ہے، اس لئے اس طرح کی عورت روزے قضا کرنے کا وقت نہیں پا سکتی، کیوں کہ یہ کئی سالوں تک حاملہ یا مرضعہ ہو سکتی ہے الا یہ کہ حمل کا سلسلہ رک جائے۔ واللہ اعلم۔

مجبوری کے تحت روزہ افطار کرنا

جب کسی کو بچانے کے لئے روزہ توڑنا پڑ جائے اور اس کی مدد کرنے کے لئے وہ تنہا ہو کوئی دوسرا نہ ہو تو مجبور کو بچانے کے لئے روزہ توڑنا ضروری ہے، لیکن بعد میں روزے کی قضا کرے۔ [فتاوی الشیخ ابن عثیمین صفحہ ٦٠]

لیکن مناسب یہی ہے کہ اس معاملے میں وسعت اختیار نہ کیا جائے بلکہ حسبِ ضرورت ہی عمل کیا جائے، بلکہ شہری تحفظات کے شعبہ میں کام کرنے والے والوں کو چاہیئے کہ روزہ نہ توڑیں، ہاں البتہ اگر ان کو سخت تھکان اور پریشانی کا سامنا ہو تو روزہ توڑنے میں کوئی حرج نہیں، صرف آگ بجھانے کے لئے جانا، ان کے لئے روزہ توڑنے کا وجہ جواز نہیں بن سکتا۔ [فیض الرحیم الرحمن صفحہ ۱۸۹]

اسی طرح سے جس روزہ دار کو شدت بھوک و پیاس کی وجہ سے مرجانے کا یا بعض اعضاء رئیسہ کے ضائع ہونے کا خوف ہو اور ان چیزوں کا خوف ظنِ غالب کی بنا پر ہو وہم اور خیال کی بنا پر نہ ہو تو اسے چاہیئے کہ روزہ توڑ لے اور بعد میں اس کی قضا کرلے، اس لئے کہ جان کی حفاظت ضروری ہے، فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَلَا تُلْقُوا۟ بِأَيْدِيكُمْ إِلَى ٱلتَّهْلُكَةِ﴾ [البقرۃ:۱۹۵]

”اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو“۔

اللہ کا یہ فرمان بھی ہے کہ:

﴿وَلَا تَقْتُلُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا﴾ [النساء:۲۹]

”اپنے آپ کو قتل نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر بہت مہربان ہے“

البتہ جفاکش مزدوروں کے لئے روزہ نہ رکھنا جائز نہیں ہے رات ہی میں روزے کی نیت

کر لینا ضروری ہے، چنانچہ اگر روزہ انہیں نقصان دے تو کام چھوڑ دیں اور دن کے کسی وقت انہیں اپنی ہلاکت کا خطرہ ہو تو روزہ کھول دیں اور اتنا کھانا کھا لینے کے بعد جس سے ان کی جان بچ سکے رات تک رکے رہیں، رمضان ختم ہو جانے کے بعد اس دن کی قضا کر لیں جس دن کا روزہ انہوں نے توڑا تھا، اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہر شکل کو شامل ہے فرمایا: ﴿لَا يُكَلِّفُ ٱللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرۃ:۲۸۶] "اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا"۔

﴿مَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ﴾ [المائدۃ:٦]

"اللہ تعالیٰ تم پر کسی قسم کی تنگی ڈالنا نہیں چاہتا"۔ [المائدۃ:٦]

اسی طرح اونٹ اور بکری کے چرواہے جب دھوپ اور پیاس سے پریشان ہو کر جسمانی نقصان کا اندیشہ محسوس کریں تو بقدر حاجت روزہ توڑ سکتے ہیں، پھر غروبِ آفتاب تک کھانے سے پرہیز کریں، اور رمضان کے بعد اس دن کے روزے کی قضا کریں، ان پر کوئی کفارہ نہیں۔ [فیض الرحیم الرحمن صفحہ ۱۸۹]

اور یہی حکم مزدوروں اور کسانوں کا بھی ہے، البتہ جن حضرات کی دائمی معیشت اللہ نے سخت کاموں میں لگائی ہے، جیسے کانوں میں کام کرنے والے لوگ اور جن لوگوں کی سزائیں کڑی مشقت کا حکم لگایا گیا ہو اگر یہ لوگ روزہ رکھنے سے عاجز ہوں اور غیر معمولی مشقت محسوس کریں تو انہیں روزہ کھول لینا چاہئے، اور روزے کے بدلہ فدیہ دینا چاہئے اگر فدیہ دینے کی طاقت رکھتے ہوں ورنہ روزے کی طرح ان سے فدیہ بھی ساقط ہو جائے گا۔ [احکام الصوم والاعتکاف: ص ۱۲۲]

اسی طرح اگر کسی شخص کا جانور گم ہو جائے اور وہ اس کی تلاش میں سفر کرے اور تلاش میں ایک دن، دو دن یا اس سے زیادہ لگ جائے اور اس پر روزہ رکھنا مشکل ہو یہاں تک کہ جان

جانے کا خطرہ ہوتو اس قدر کھا پی لے جس سے کہ اس کی جان بچ جائے، اور دن کے باقی حصے میں وہ اپنے آپ کو کھانے پینے سے پرہیز کرے، اور جتنے دن کے روزے چھوڑے ہوں ماہِ رمضان کے بعد ان روزوں کی قضا کر لے، اگر گم شدہ چیز کی تلاش کے لئے اس کا ارادہ کسی خاص علاقہ کے لئے ہوتو مسافت قصر کا اعتبار کرتے ہوئے اسے مسافر مانا جائے گا، اور اسے

[صفحہ ٦٠]

قصر کے ساتھ نماز پڑھنے اور روزہ نہ رکھنے کا حق رہے گا، البتہ امتحانات دینے والوں کے لئے روزہ نہ رکھنا جائز نہیں، یہ ان کے لئے عذر شرعی نہیں جس کے باعث وہ روزہ چھوڑ دیں۔ [دیکھئے فتاوی ابن باز ص ۸۰ جمع وترتیب محمد المسند اور تذکیر العباد ص: ٤٨]

جن لوگوں پر غیر معتاد طریقے پر بیس یا اکیس گھنٹہ لمبا دن ہوتو ان کے لئے روزہ توڑنا سورج ڈوبنے سے پہلے افطار کرنا جائز نہیں، جب تک وہاں رات و دن ہے اس کے مطابق اس پر عمل کرنا واجب ہے چاہے دن لمبا ہو یا چھوٹا، کیوں کہ اسلامی شریعت سب ملکوں کے لئے عام ہے اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَكُلُوا۟ وَٱشْرَبُوا۟ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ ٱلْخَيْطُ ٱلْأَبْيَضُ مِنَ ٱلْخَيْطِ ٱلْأَسْوَدِ مِنَ ٱلْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا۟ ٱلصِّيَامَ إِلَى ٱلَّيْلِ﴾ [البقرۃ:۱۸۷]

”اور تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے، پھر رات تک روزے کو پورا کرو“۔

جو شخص دن لمبا ہونے کی وجہ سے یا علامات وتجربہ کی باعث یا ماہر وامانت دار طبیب کے بتانے سے روزہ رکھنے سے عاجز ہو یا اسے ظنِ غالب ہو کہ روزہ رکھنے سے اس کی موت واقع ہوسکتی ہے یا اسے سخت بیماری لاحق ہوسکتی ہے، یا اسکی بیماری بڑھ سکتی ہے یا اسکی شفایابی

میں دیر ہوسکتی ہے تو وہ روزہ توڑ لے [تا کہ اس کی جان بچ جائے اور ضرر دور ہو سکے پھر دن کے باقی وقت میں وہ کھانے پینے سے رکا رہے] اور جس ماہ میں بھی چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا ممکن ہو قضا کر لے۔

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ ٱلشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُۖ وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوۡ عَلَىٰ سَفَرٖ فَعِدَّةٞ مِّنۡ أَيَّامٍ أُخَرَۗ يُرِيدُ ٱللَّهُ بِكُمُ ٱلۡيُسۡرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ ٱلۡعُسۡرَ﴾ [البقرة:۱۸۵]

”جو شخص اس مہینہ کو پالے اسے روزہ رکھنا چاہیے، ہاں جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے، سختی کا نہیں“۔

نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿لَا يُكَلِّفُ ٱللَّهُ نَفۡسًا إِلَّا وُسۡعَهَا﴾ [البقرة:۲۸۶]

”اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا“۔

﴿مَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيَجۡعَلَ عَلَيۡكُم مِّنۡ حَرَجٖ﴾ [المائدة:٦]

”اللہ تعالیٰ تم پر کسی قسم کی تنگی ڈالنا نہیں چاہتا“۔

جو شخص ایسے ملک میں رہتا ہو جہاں گرمیوں میں سورج غروب نہ ہوتا ہو اور سردیوں میں سورج طلوع نہ ہوتا ہو یا ایسے ملک میں رہتا ہو جہاں چھ مہینہ مسلسل دن اور چھ مہینہ مسلسل رات رہتی ہو تو اس پر بھی رمضان کے روزے فرض ہیں، اسے چاہیے کہ وہ اپنے روزے کا اندازہ لگائیں اور ماہِ رمضان کی ابتدا و انتہا کا تعین کرے اور مہینہ کے شروع سے لے کر اخیر تک ہر روز کے لئے افطار وسحری کی ابتدا کا تعین کر لے اور اپنے قریبی ملکوں میں جہاں

رات اور دن کا آنا جانا ہوتا ہو اور چوبیس گھنٹے کی رات اور دن ہوتا ہو وہاں کے طلوعِ فجر اور غروبِ آفتاب پر قیاس کرلے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام سے دجال کا ذکر فرمایا: صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کتنے دن تک زمین پر زندہ رہے گا؟ ارشاد فرمایا کہ چالیس دن، جن میں سے ایک دن ایک سال کے برابر اور ایک دن ایک مہینہ کے برابر اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا، اور باقی ایام ویسے ہی ہوں گے جیسے تمہارے دن ہوتے ہیں، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! جو دن ایک سال کا ہوگا اس میں ہمیں ایک دن کی نماز پڑھ لینی کافی ہوگی؟ ارشاد فرمایا: نہیں دن کا اندازہ کر کے اس کے مطابق نماز پڑھی جائے گی“۔[صحیح مسلم: ۷۲۹۳]

تو جو دن ایک سال کا ہوگا اس میں پانچ نمازیں نہیں ہوں گی، بلکہ اس دن کو اس طرح تقسیم کریں گے کہ ہر چوبیس گھنٹے کے اندر پانچ نمازیں فرض ہوں گی، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے ملک میں دن کے اوقات کو چوبیس گھنٹوں کے اعتبار سے تقسیم کر کے نماز کے اوقات مقرر کرنے کا حکم دیا ہے، پس ایسے ملکوں میں رہنے والے مسلمانوں پر جہاں چھ مہینہ تک مسلسل دن رات رہتے ہوں، چاہئے کہ اپنے قریبی ملکوں میں جہاں دن رات کا آنا جانا لگا رہتا ہے اس پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی نمازوں کی اوقات کا تعین کرلیں اور ہر چوبیس گھنٹے میں شرعی علامات کے ذریعہ پنج وقتہ نمازوں کی اوقات کا تعین کریں، اسی طرح ماہِ رمضان کا مسئلہ ہے کیوں کہ اس سلسلہ میں نماز اور روزہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ [دیکھئے: مجلہ البحوث الاسلامیہ: ۱۴/ ۱۲۶،۱۶/ ۱۱۰،۲۵،۱۱]

❁ ❁ ❁

مسافر

امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسافر کے لئے روزہ نہ رکھنا جائز ہے، چاہے وہ روزہ رکھنے پر قادر ہو یا نہ ہو اور چاہے اس پر روزہ رکھنا مشکل ہو یا نہ ہو، بایں طور وہ سایہ اور پانی میں سفر کرنے والا ہو اور اس کے ساتھ اس کا خادم بھی ہو [بذریعہ جہاز اس کا سفر ہو یا پیدل سفر کر رہا ہو] بہرصورت اسے روزہ نہ رکھنے اور نماز قصر پڑھنے کی اجازت ہے۔ [دیکھئے: ۷۰ مسئلہ فی الصیام سوال: ۱۷]

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾

[البقرۃ: ۱۸۴]

"تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی کو پورا کرلے"۔

*** سفر میں روزہ نہ رکھنے کی شرائط:**

❶ سفر مقررہ مسافت جتنا ہو یا عرفِ عام کا سفر اس سلسلہ میں صحیح بات یہ ہے سفر کے لئے مسافت کی کوئی حد مقرر نہیں ہے، البتہ اس سلسلہ میں عرفِ عام پر اعتماد کیا جائے گا۔ [الشرح الممتع: ج ۴ / ۴۹۷، ۴۹۸]

جب تک مستقل رہائش کی نیت نہ کرلے، عارضی رہائش کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے چھ مہینہ تک آذربیجان میں قیام کیا اور قصر کے ساتھ نماز پڑھتے رہے۔ [بیہقی: ج ۳ / ۱۵۲، ارواء الغلیل: رقم: ۵۷۷]

لہٰذا اگر کوئی کسی ملک کا سفر کرے اور وہاں ایک مدت تک مقیم رہے تو اسے مسافر ہی کہا جائے گا جب تک اس کی نیت یہی ہو وہ اپنا مقصد حاصل کرنے کے بعد وہاں نہیں ٹھہرے گا

جس مقصد کے حصول کے لئے اس نے سفر کیا ہے تو ایسی صورت میں وہ سفر کی رخصتوں سے فائدہ اٹھاتا رہے گا، البتہ جس نے کسی ملک میں اقامت کی نیت کر لی تو پھر اسے روزہ چھوڑنے کی اجازت نہیں ہے، بلکہ اس پر روزہ رکھنا فرض ہوگا، پس جو شخص پڑھنے کی غرض سے چند مہینوں یا سالوں کے لئے بیرونِ ملک کا سفر کرتا ہے تو یہ شخص مقیم کے حکم میں ہے۔

❷ وہ اپنے شہر اور اس سے متصل آبادی سے آگے بڑھ جائے، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں ظہر کی نماز چار رکعات پڑھی اور پھر ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز دو رکعت پڑھی۔[بخاری:۱۰۸۹، صحیح مسلم:۶۹۰]

چنانچہ جب تک اپنے شہر سے نکل نہ جائے قصر نماز پڑھنا جائز نہیں، اسی طرح اس کے لئے روزہ کھولنے کی اجازت نہیں، اس لئے کہ وہ ابھی تک سفر میں نہیں ہے اور نہ ہی اس پر مسافر کا اطلاق ہوسکتا ہے۔[الشرح الممتع: ج۶/ ۳۵۸،۳۵۹]

اس لئے مسافر جب تک اپنی بستی کے رہائشی علاقے سے نکل نہ جائے اسے روزہ افطار کرنے کی اجازت نہیں، ہاں جب وہ اپنی بستی کے رہائشی علاقے سے دور ہو جائے تو روزہ کھول سکتا ہے، اسی طرح جب جہاز اس کو لے کر اڑ جائے اور وہ رہائشی آبادی سے دور ہو جائے البتہ اگر ائیر پورٹ شہر سے باہر ہو تو وہ روزہ کھول سکتا ہے، لیکن جب ہوائی اڈہ شہر ہی میں ہو یا شہر سے متصل ہو تو وہ روزہ نہ کھولے اس لئے کہ وہ ابھی تک اپنے ہی شہر میں ہے، ہاں یہ بات ذہن نشین رہے جو شخص رمضان میں سفر کرنے کا پروگرام بنائے اسے چاہئے کہ وہ روزہ کھولنے کی نیت اس وقت تک نہ کرے جب تک وہ سفر پر نہ چلا جائے اس لئے کہ ممکن ہے کہ اسے کوئی ایسی صورت حال پیش آجائے جو اس کے سفر کے لئے رکاوٹ ہو۔

❸ گناہ کے کاموں کے لئے اس کا سفر نہ ہو [جمہور علماء کے نزدیک] اس لئے کہ گناہ کے کاموں کے لئے سفر کرنے والے کے لئے رخصت کی اجازت نہیں ہے، اس لئے کہ

[صفحہ ۶۴]

اس رخصت میں مکلف کے لئے سہولت و آسانی ہے اور حرام کاموں کے لئے سفر کرنے والا اس کا حقدار نہیں ہے کہ اسے سہولت و رخصت دی جائے۔ [الشرح الممتع: ۴/ ۴۹۲]

❹ سفر کے بہانے روزہ چھوڑنے کا ارادہ نہ ہو، اس لئے کہ فرائض الٰہی میں حیلہ سازی کرنے سے فریضہ اس سے ختم نہیں ہو جائے گا۔ [فصول فی الصیام والتراویح: ۱۰]

اور جس سفر میں رخصت کی اجازت ہے اس میں اس بات کی تفریق نہیں کہ وہ سفر عارضی ہو، جیسے حج و عمرہ، رشتہ داروں کی زیارت یا تجارت وغیرہ کا سفر یا وہ مسلسل سفر میں رہتا ہو، اسے روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے جب کہ اس کے لئے کوئی ایسا علاقہ ہو جہاں وہ ٹھکانہ کرتا ہو، یعنی نہ اس کے ساتھ اس کا اہل خانہ ہوں اور نہ ہی اس کی سواری اس کی مستقل رہائش ہو جیسے ڈاکیہ جو مسلمانوں کی ضروریات کی خاطر سفر کرتا رہتا ہے، اور کرایہ پر گاڑیاں چلانے والے پائلٹ حضرات، اور نوکری کرنے والے لوگ خواہ اس کا سفر یومیہ ہی ہو، ایسے تمام حضرات کے لئے روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے، لیکن بعد میں ان پر روزہ کی قضا ہے، اسی طرح وہ بادبان جس کی رہائش کے لئے خشکی پر گھر موجود ہو [یعنی اس کی مستقل رہائش کشتی نہ ہو] یہ لوگ سردی کے موسم میں ان چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کریں گے، اس لئے کہ سردی کے ایام چھوٹے اور ٹھنڈے ہوتے ہیں پھر ان دنوں میں روزہ رکھنا شاق نہیں ہوتا، لیکن اگر ایسے لوگ ماہِ رمضان میں اپنے شہر واپس آجائیں تو جب تک وہ اپنے شہر میں رہیں ان کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہے، البتہ اندرونِ شہر ٹیکسی یا گاڑی چلانے والے ڈرائیور کا حکم مسافر کا نہیں، اس لئے کہ انہوں نے قصر کی مسافت طے نہیں کی، لہٰذا ان پر روزہ رکھنا فرض ہے اسی طرح وہ مجاہدین جو دشمنوں سے جنگ کرتے ہیں جب وہ اتنی مسافت کا سفر کریں جس میں نماز قصر کی جاتی ہے تو ان کے لئے روزہ چھوڑنا جائز ہے اور رمضان کے بعد

ان پر قضا ضروری ہے اور اگر یہ مجاہدین سفر نہ کریں اور کفار ان پر ان کے ملکوں میں حملہ کریں تو جسے جہاد کرنے کے ساتھ ساتھ روزہ رکھنے کی طاقت ہو ان پر روزہ رکھنا ضروری ہے اور جسے روزہ رکھ کر فریضۂ جہاد کی ادائیگی کی طاقت نہ ہو تو اس کے لئے روزہ چھوڑنا جائز ہے، البتہ رمضان کے بعد چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا ان پر ضروری ہے۔ [دیکھئے لجنۃ دائمہ، فتاوی اسلامیہ ج ۲/ ۱۴۱، فتاوی الصیام صفحہ: ۷۵ جمع وترتیب محمد المسند، اور اتحاف اہل الاسلام صفحہ: ۲٦]

❁ ❁ ❁

مسافر کے لئے روزہ رکھنا بہتر ہے یا چھوڑنا؟

مسافر کی تین حالتیں ہیں:

❶ روزہ رکھنا اس پر شاق نہ ہو، تو روزہ رکھنا اور افطار کرنا میں سے جو کام آسان ہو وہ کرلے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ [البقرة:١٨٥]

"اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے، سختی کا نہیں"۔

اگر دونوں برابر ہوں بایں طور کہ روزہ افطار کرنے کا فائدہ ہوا اور نہ ہی روزہ رکھنے کا کوئی فائدہ ہو تو ایسی صورت میں اس کے لئے روزہ رکھنا افضل ہے، ذیل میں اس کی دلیلیں پیش کی جاتی ہیں:

(الف) خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کیا ہے، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رمضان میں سخت گرمی میں نکلے صورت حال یہ تھی کہ ہم میں سے کوئی اپنا ہاتھ سر پر رکھے ہوئے تھا، گرمی کی سختی سے اور کوئی ہم میں سے روزہ دار نہ تھا، سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے"۔ [صحیح البخاری: ١٩٤٥، صحیح مسلم: ١١٢٢]

(ب) اس طرح ذمہ داری جلد ادا ہو سکتی ہے، اس لئے کہ روزہ کی قضا کی صورت میں تاخیر ہو جاتی ہے اور حق یہ ہے کہ رمضان کا روزہ پہلے رکھا جائے۔

(ج) یہ جس پر روزہ فرض ہے اس کے لئے غالباً آسان ہے، اس لئے کہ لوگوں کے ساتھ روزہ رکھنا اور افطار کرنا بعد میں از سرِ نو روزہ رکھنے سے زیادہ آسان ہے، یہ بات تجربہ کی بھی ہے اور معلوم بھی۔

(د) اس طرح اس نے مبارک اوقات مقدس موسم رمضان کو پا یا اور رمضان دوسرے مہینوں سے افضل ہے، اس لئے کہ رمضان، روزہ کی فرضیت کا اصل موقع ہے۔

❷ اگر صائم پر روزہ رکھنا مشکل ہو اور افطار کرنا آسان ہو تو اس کے لئے روزہ رکھنا مکروہ اور افطار کرنا افضل ہے، اس لئے کہ رخصت کے ہوتے ہوئے مشقت اٹھانا اللہ رب العالمین کی دی ہوئی رخصت سے روگردانی کا احساس دلاتا ہے، اور اگر سفر میں بعض اعمال کی انجام دہی مقصود ہو تو افطار کرنا افضل اور زیادتی اجر کا باعث ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں تھے بعض صحابہ نے روزہ رکھا اور بعض نے افطار کیا چنانچہ افطار کرنے والے کمر بستہ اور محنت کی، روزہ دار بعض کاموں کی ادائیگی میں کمزور ہو گئے، اس وقت آپ نے فرمایا کہ روزہ چھوڑنے والے لوگ ثواب کما گئے''۔[صحیح البخاری: ۲۸۹۰، صحیح مسلم: ۱۱۱۹، واللفظ لہ]

❸ جس پر گرمی کی شدت، راستہ کی دشواری، رہائش کی دوری اور مسلسل چلنے کی وجہ سے روزہ رکھنا شاق اور نا قابلِ برداشت ہو تو اس پر روزہ رکھنا حرام ہے، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ فتح کے موقع پر روزے سے تھے، آپ کو معلوم ہوا کہ لوگ بھی روزے سے ہیں اور ان پر روزہ رکھنا شاق ہو رہا ہے، اور لوگ آپ کو دیکھ رہے ہیں کہ آپ کیا کرتے ہیں، پھر آپ نے عصر کے بعد ایک پیالہ پانی منگایا اور اسے پی لیا اور لوگ آپ کو دیکھ رہے تھے آپ سے کہا گیا کہ بعض لوگوں نے ابھی روزہ رکھا ہوا ہے آپ نے فرمایا: یہ نافرمان لوگ ہیں، یہ نافرمان لوگ ہیں۔[صحیح مسلم: ۱۱۱۴]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے''کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں تھے ایک شخص کو دیکھا کہ لوگ اس کے ارد گرد جمع ہیں، اور اس پر سایہ کئے ہوئے ہیں آپ نے پوچھا کہ اسے کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے عرض کی کہ یہ روزہ دار ہے، آپ نے فرمایا سفر میں روزہ رکھنا نیکی

نہیں“۔[صحیح البخاری:۱۹۴۶،صحیح مسلم:۱۱۱۵،واللفظ لہ]

سفر میں کسی ناگہانی صورتحال کے پیش آنے پر افطار ضروری ہے جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ کا سفر کیا اور ہم روزے سے تھے، پھر ہم ایک منزل میں اترے اور آپ نے فرمایا کہ تم اپنے دشمن سے قریب ہو گئے ہو اور افطار کرنے میں تمہارے لئے زیادہ قوت و طاقت ہے، اس طرح افطار کی رخصت ہوئی، تو ہم میں سے بعض نے روزہ رکھا اور بعض نے روزہ افطار کیا، اس کے بعد ہم آگے کی منزل میں اترے تو آپ نے فرمایا: تم صبح کو دشمن سے ملنے والے ہو افطار تمہاری قوت بڑھاوے گا، اس لئے تم سب افطار کرو، اور آپ کا یہ فرمانا حکم قطعی تھا ہم سب لوگوں نے روزہ افطار کیا، حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے اس کے بعد ہم نے اپنے لشکر کو دیکھا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر میں روزہ رکھا کرتے تھے“۔[صحیح مسلم: ۱۱۲۰]

مسئلہ: جب مسافر روزہ رکھ کر اپنی بیوی کے ساتھ سفر کرے اور دورانِ سفر اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کر لے تو اس کے اوپر کچھ نہیں ہے، اس لئے کہ مسافر کے لئے افطار کی اجازت ہے اس کے لئے کھانے پینے اور بیوی سے ہمبستری کرنے کی رخصت ہے یہ ساری چیزیں اس کے لئے حلال ہیں اور اس دن کے روزے کی قضا کے علاوہ اس پر کچھ نہیں ہے۔[الشرح الممتع ۳۵۹/۶،ابن جبرین الصیام: ناشر موسسہ الجریسی صفحہ:۱۲]

مسئلہ: جب مسافر دن کے کسی حصہ میں اپنے شہر واپس آجائے اسی طرح تمام معذورین جب ان کا عذر ختم ہو جائے جس عذر کی بنا پر انہوں نے افطار کیا تھا، تو پھر دن کے باقی حصے میں ان کے لئے کھانے پینے سے رکنا ضروری ہے یا نہیں، اس سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے، بعض کا خیال ہے جس کے لئے روزہ کی فرضیت کا سبب عود کر آئے تو اس کے لئے

کھانے پینے وغیرہ سے رکنا ضروری ہے، البتہ اس دن کے روزے کی قضا اس پر ضروری نہیں ہے، مثلاً دن کے کسی حصہ میں کوئی کافر مسلمان ہوجائے یا کوئی بچہ بالغ ہوجائے یا کوئی مجنون صحیح ہوجائے، البتہ جس کا وہ عذر ختم ہوجائے جس عذر کے بنا پر اس نے روزہ افطار کیا تھا تو اس پر کھانے پینے سے رکنا ضروری نہیں ہے بلکہ اس پر اس دن کی قضا ضروری ہے، جیسے حیض و نفاس والی عورت جب کہ وہ پاک ہوجائیں، مسافر جب افطار کی حالت میں اپنے گھر واپس آجائے اور بیمار جب وہ دن کے کسی حصہ میں شفایاب ہوجائے، اسی طرح وہ شخص جسے کسی معصوم کو بچانے کی وجہ سے روزہ افطار کرنا پڑ جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے "جس نے دن کے پہلے حصہ میں روزہ افطار کیا اسے چاہئے کہ وہ دن کے آخری حصہ میں روزہ افطار کے رکھے"۔[ابن ابی شیبہ حدیث: ۹۴۲۳]

اور بعض علماء کا خیال ہے تمام لوگوں کے لئے کھانے پینے ہمبستری وغیرہ سے رکنا ضروری ہے، افضل اور بہتری اسی میں ہے کہ ماہِ رمضان کی عظمت و تقدس کا خیال رکھتے ہوئے اور اختلاف سے بچنے کے لئے ایسے تمام لوگ کھانے پینے اور ہمبستری وغیرہ سے رکے رہیں۔

حیض ونفاس والی عورت

حیض ونفاس والی عورت اس حالت میں روزہ نہیں رکھے گی اور چھوٹے ہوئے روزوں کی بعد میں قضا کرے گی، عورت جب حیض کے ختم ہوجانے کے بعد رحم سے نکلنے والا سفید سائل مادہ دیکھ کر جب یہ یقین کرلے کہ وہ پاک ہوگئی ہے تو وہ رات [یعنی طلوعِ فجر سے پہلے] ہی روزہ کی نیت کرے گی اور روزہ رکھے گی، اگر اسے طہارت کا علم نہ ہوتو وہ روئی وغیرہ اپنی شرمگاہ میں رکھ لے اگر روئی صاف ستھری نکلے تو وہ روزہ رکھے گی اور اگر حیض کا خون لوٹ آئے تو روزہ نہیں رکھے گی، اگر مغرب تک خون نہ آئے اور اس نے رات کو ہی نیت کرکے روزہ رکھ لیا تھا تو اس کا روزہ صحیح شمار ہوگا۔

اگر عورت حیض کا خون نکلنا محسوس کرے اور عملاً غروبِ آفتاب کے بعد اسے حیض کا خون نظر آئے، تو اس کا روزہ صحیح ہوگا اور وہ دن اس کے لئے کافی ہوگا اسی طرح جو عورت جانتی ہو کہ اسے کل حیض کا خون آئے گا تو وہ اپنی نیت اور روزہ پر قائم رہے گی، اور جب تک خون نہ دیکھ لے روزہ افطار نہ کرے، اور اگر [عورت کا خون] طلوعِ فجر کے وقت یا طلوعِ فجر سے تھوڑی دیر پہلے بند ہوتو اس کا روزہ رکھنا صحیح ہوگا، اور اس کا یہ فرض ادا ہوجائے گا گرچہ وہ طلوعِ فجر کے بعد ہی غسل کرے اگر صبح ہوجانے کے بعد خون آنے کا سلسلہ بند ہوتو وہ اس دن کھانے پینے سے پرہیز کرے البتہ یہ دن روزہ میں شمار نہیں ہوگا، بلکہ وہ رمضان کے بعد اسے قضا کرے گی۔ [فتاوی الصیام لابن جبرین، جمع وترتیب محمد المسند]

اور حائضہ کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ اپنی عادت پر قائم رہے اور اللہ کی تقدیر پر راضی رہے، خون کو روک دینے والی چیزوں کا استعمال نہ کرے اور حیض کی حالت میں اسے اللہ کی طرف سے افطاری کی جو رخصت ملی ہے اسے قبول کرے، اور اس کے بعد روزوں کی قضا

کر لے، امہات المومنین اور سلف کی عورتیں ایسے ہی کیا کرتی تھیں، اس لئے کہ ماہانہ خون آنے میں اللہ کی حکمت پوشیدہ ہے اور یہ حکمت عورت کی فطرت کے عین مطابق ہے، لہٰذا اگر حیض کے خون کو روکا جائے گا تو اس میں کوئی شک نہیں ہے اس کا ردِ فعل ظاہر ہوگا جو عورت کے جسم کے لئے مضر اور نقصان دہ ہوگا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے "اسلام میں نہ اپنے کو نقصان دینا ہے اور نہ دوسرے کو"۔[مسند احمد، ابن ماجہ، دیکھئے السلسلۃ الصحیحۃ حدیث: ۲۵۰]

قطعِ نظر اس کے کہ حیض روکنے والی گولیاں استعمال کرنے سے عورت کے رحم کے لئے کئی ایک نقصانات اور خطرات پیدا ہو سکتے ہیں، جیسا کہ ڈاکٹروں نے ذکر کیا ہے، اگر کوئی عورت ایسا کر لے خون کو روک دینے والی دوا استعمال کر لے اور اس کا خون رک جائے تو وہ پاک وصاف سمجھی جائیگی اور اس کا روزہ رکھنا کافی سمجھا جائے گا۔[فتاوی ابن عثیمین صفحہ ٦٤ جمع وترتیب محمد المسند، ٧٠ مسئلۃ فی الصیام سوال نمبر ٦٦، فتاوی اسلامیہ ج ٢٤١/١]

نفاس والی عورت اگر چالیس دن سے پہلے پاک ہو جائے، تو وہ روزہ رکھے اور نماز کے لئے غسل کرے، اور اگر چالیس دن سے زیادہ خون آئے تو روزے کی نیت کر کے غسل کر لے، اور جب تک یہ کیفیت رہے استحاضہ شمار ہوگی مگر اس کے حیض آنے کا جو مقررہ وقت ہے جب وہ آجائے تو حیض شمار ہوگا۔[فتاوی الصیام لابن باز، جمع وترتیب محمد المسند صفحہ ٦٣]

جب حاملہ عورت کا ایسا بچہ ساقط ہو جائے جس میں انسانی تخلیق نمایاں اور ظاہر ہو گویا اس میں اعضائے انسانی کا نقش ونگار [بناوٹ] ظاہر ہو، جیسے سر ہاتھ، تو نفاس والی عورت روزہ نہیں رکھے گی، اور اگر نا تمام بچہ جنے جس میں انسانی تخلیق نامکمل اور نمایاں نہ ہوں تو اس کا خون نفاس کا خون نہیں ہوگا، بلکہ وہ رگ کا خون سمجھا جائے گا اور اس کا حکم مستحاضہ عورت کا ہو گا۔

تخلیق انسانی کی تکمیل کی کم سے کم مدت استقرارِ حمل کے دن سے ۸۰ دن ہیں اور زیادہ

سے زیادہ نوے دن ہیں، اور جب حاملہ عورت خون دیکھے اور یہ خون وضعِ حمل سے دو یا تین دن پہلے ہو اور اس کے ساتھ ساتھ درد زہ بھی ہو [بچہ پیدا ہونے کا درد] تب تو نفاس ہے، اور اگر یہ خون وضعِ حمل سے بہت پہلے یا تھوڑے دن پہلے ہو اور اس کے ساتھ ساتھ دردِ زہ نہ ہو تو یہ نفاس نہیں، بلکہ حیض کا خون ہے، بشرطیکہ معتاد طریقے پر خون آئے، اس لئے کہ اس سلسلہ میں اصل تو یہی ہے کہ جو خون عورت کو آئے وہ حیض ہے، جب کہ حیض کے خون کو روکنے کا کوئی سبب نہ ہو اور کتاب وسنت میں ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ حاملہ عورت کو حیض نہیں آ سکتا، اور استحاضہ کا خون نماز اور روزہ کی صحت کے لئے رکاوٹ نہیں، کیوں کہ حضرت فاطمہ بنت حبیش رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا یا رسول اللہ! میں مستحاضہ عورت ہوں، [ایسی عورت ہوں جسے کثرت سے خون آتا ہے] پاک نہیں رہ پاتی، تو کیا میں نماز چھوڑ دیا کروں؟ آپ نے فرمایا "یہ تو رگ [کے پھٹنے] کی وجہ سے ہے اور حیض کا خون نہیں ہے، لہٰذا جب تمہیں حیض کا خون آئے تو نماز چھوڑ دو اور جب خون بند ہو جائے تو غسل کر کے نماز پڑھو"۔ [صحیح البخاری: ۳۳۱، صحیح مسلم: ۳۳۳]

عورت اور رمضان

عورت کو چاہئے کہ ماہِ رمضان شروع ہونے سے پہلے درج ذیل تیاریاں مکمل رکھیں:

❶ اس ماہِ مبارک کے استقبال کے لئے اپنے آپ کو تیار رکھے اور اس اجرِ عظیم کا یقین رکھے جو اللہ نے روزہ دار بندے اور بندیوں کے لئے تیار رکھا ہے، اور اپنے اہل وعیال کو رغبت دلانے والی اور حوصلہ عطا کرنے والی اشیاء تیار رکھے، جیسے خاندان کے بعض افراد کا صلہ رحمی کے طور پر ماہِ رمضان شروع ہونے کی خوشی میں مبارکباد دینے اور سلام عرض کرنے کے لئے زیارت کرے، حفظ قرآن کے لئے پروگرام مرتب کرے، قرآن کریم کی تلاوت پر ان کو راغب کرے اور ہمت دلائے، اور ان کو یہ سمجھائے کہ رمضان چند دنوں کے لئے آیا ہے جو عنقریب ہم سے رخصت ہو جائے گا۔ جب سب لوگوں کی طرف سے تیاری مکمل ہو تو پھر یہ تیاری ماہِ رمضان سے فائدہ اٹھانے پر ان کے لئے بہت مددگار ہوگی۔

❷ ہر وہ کام جن سے بچنا ممکن ہو یا جن کو ہمیشہ کرنے کی ضرورت نہ ہوتی ہو جیسے گھروں کی صفائی وغیرہ تو خاتون کو چاہئے کہ ان کاموں سے رمضان سے پہلے نمٹ لے یا رمضان کے بعد فارغ ہو تاکہ زیادہ سے زیادہ وقت ان مبارک ایام میں لگا سکیں۔

❸ مختلف قسم کا سامان افطار و سحری رمضان سے پہلے ہی خرید کر رکھ لیں تاکہ عورت اپنا زیادہ سے زیادہ وقت بچا سکے۔

❹ اپنے قرابتداروں اور پڑوسیوں کے لئے رمضانی تحفے تحائف پیشگی تیار کر رکھیں جیسے کہ رمضان مبارک کارڈ وغیرہ جس میں ماہِ رمضان کی آمد کی مناسبت سے مبارکبادی کے کلمات لکھے ہوئے ہوں۔

❺ عید کے کپڑے وغیرہ رمضان سے پہلے یا رمضان کے بالکل شروع میں خرید لئے

جائیں، آج بہت سی عورتیں اپنا اور اپنے سرپرستوں کا وقت کبھی مارکیٹوں اور کبھی ٹیلروں کے پاس آنے جانے میں گنوا دیتی ہیں جب کہ رمضان سے پہلے مارکیٹ بھیڑ بھاڑ سے خالی، مہنگائی کم، اور سامان بھی زیادہ اور وافر مقدار میں ہوتا ہے،تو پھر ہم کیوں بھیڑ بھاڑ اور سامان کی مہنگائی کے وقت کا انتظار کریں؟

❁❁❁

عورت اور عبادت

مسلمان بہنو! آپ اس ماہ میں کس طرح نیکیوں کا خزانہ جمع کرسکتیں ہیں؟

ہم آپ کے لئے بعض ایسے وسائل بیان کررہے ہیں جو اس ماہِ مبارک میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں جمع کرنے میں آپ کے لئے مدد ومعاون ثابت ہوں گے، آپ کو چاہئے کہ وہ پہلے خود ان وسائل پر عمل کریں، پھر جن سے آپ محبت کرتی ہیں انہیں بھی یہ وسائل سکھا دیں۔

وہ وسائل درج ذیل ہیں:

❶ فرض نماز: رمضان میں فرض نماز کی ایک دوسری ہی شان ہونی چاہئے لہٰذا درج ذیل امور اپنا کر فرض نمازوں کا اہتمام کیجئے۔

- وقت سے پہلے ہی وضو اور مصلی [جائے نماز] تیار رکھیں۔
- جنت میں بلند وبالا محلات کے حصول کے لئے سننِ موکدہ کی پابندی کیجئے۔
- نماز سے پہلے مسواک کیجئے۔
- قیام، رکوع اور سجدے کامل طریقے پر ادا کر کے نماز پڑھئے۔
- نماز کے بعد پڑھی جانے والی ساری دعائیں مکمل اور پوری پڑھئے۔
- تلاوتِ قرآن اور تسبیح وتحمید کے لئے اپنی جائے نماز پر بیٹھے رہئے۔
- اپنی جائے نماز میں بیٹھ کر ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کیجئے کیوں کہ یہ جہاد ہے، جیسا کہ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔
- ہمیشہ یہ خیال رکھ کر نماز پڑھئے کہ دنیا میں یہ میری آخری نماز ہے۔
- یہ یاد رکھیں کہ جائے نماز میں بیٹھنے اور ورد و وظیفہ پڑھنے کا بڑا اجر ہے، اور یہ کہ

وظائف پڑھے بغیر آپ اپنی جگہ سے نہ اٹھیں، آپ ﷺ نے فرمایا "جو شخص اپنی نماز کی جگہ میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور استغفار کرتا ہے تو جب تک وہ اپنی جگہ پر ہے یا بے وضو نہیں ہوجاتا فرشتے اس کے حق میں دعا اور استغفار کرتے رہتے ہیں"۔

❷ سامانِ افطار تیار کرتے وقت آپ اجر وثواب کی امید اور اپنی نیت خالص رکھیں اور یہ یاد رکھیں کہ جس نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا اسے روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا۔

❸ گھر کے کام کے دوران کثرت سے ذکر الٰہی کیجئے اور اپنی زبان کو ہمیشہ ذکر الٰہی میں تر رکھیے۔

❹ بعض عورتیں حیض ونفاس کا خون شروع ہوتے ہی تمام نیک کاموں کو چھوڑ کر اپنے آپ کو اس ماہ کے فضائل اور خیر وبرکات سے محروم کرلیتی ہیں، جب کہ کچھ ایسی عبادات ہیں جنہیں وہ ان حالتوں میں انجام دے سکتی ہیں، جیسے مصحف کو چھوئے بغیر یا کسی اور چیز سے مصحف پکڑ کر قرآن کی تلاوت کرنا، مفید کتابیں اور نفع بخش اخبار ورسالے پڑھنا، دعا کرنا، تسبیح پڑھنا، استغفار کرنا، صدقہ کرنا، نبی علیہ السلام پر درود بھیجنا، اور روزہ داروں کے لئے افطار کا انتظام کرنا، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بھی خیر کے کاموں میں سے ایک کام ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے" آج کے دن افطار کرانے والے بازی لے گئے"۔[مسند احمد، بخاری ومسلم]اس لئے آپ خوش ہوجایئے اس حالت میں بھی آپ کو تندرستی اور طاقت کی حالت میں عبادت کرنے کا اجر وثواب ملے گا، یہ ہمیشہ آپ کے ذہن میں رہنا چاہیئے۔

❺ قرآنی آیات میں تدبر کیجئے، اسکے معانی ومفہوم کو سمجھئے اور جس آیت کی تفسیر سمجھ نہ آتی ہو اس کی معرفت حاصل کیجئے، کچھ عورتیں ایک مہینہ میں چار مرتبہ یا اس سے زیادہ بار قرآن ختم کرتی ہیں، کیا ہی بہتر ہوتا کہ ایک مرتبہ قرآن آیات میں غور بھی کرتیں اور تفسیر کی کتابوں کی طرف رجوع کرتیں۔

عورت اور مطبخ

ایک عورت رمضان میں لامحالہ باورچی خانہ میں داخل ہوگی تو پھر اس کے لئے مندرجہ ذیل چیزوں کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے:

❖ اپنی اولاد کو خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے اچھی طرح سمجھا دے کہ رمضان کا مقصد کھانے پینے میں تنوع اور روزانہ دسیوں قسم کا کھانا تیار کرنا نہیں ہے، بلکہ ایک دو طرح کے کھانوں پر اکتفا کرنا بہتر ہے۔

❖ کھانا تیار کرنے کے دوران ذکر واذکار اور تسبیح پڑھنے کا اہتمام کیجئے تاکہ آپ کی زبان اللہ کے ذکر سے غافل نہ ہو۔

❖ عورت اپنا وقت بچانے کی خاطر کھانا تیار کرنے کے دوران الیکٹرانک آلات جیسے مکسچر مشین، آٹا گوندھنے اور قیمہ بنانے والی مشینوں سے فائدہ اٹھا سکتی ہے۔

❁❁❁

عورت اور صدقہ و خیرات

ایک سچی روزہ دار عورت اپنے آپ کو خودسری اور نفس پرستی کے پھندے سے پاک رکھتی ہے اور اس کی سوچ صرف اپنی ذات کو فائدہ پہنچانے تک محدود نہیں ہوتی، بلکہ امت کے مسائل اور مصائب و مشکلات سے متعلق فکر مند ہوتی ہے، اپنے کمزور مسلمان بھائیوں کی ضروریات کو یاد کرتی ہے، یہ سچا شعور و احساس اسے اپنے بھائیوں کی مشکلات دور کرنے پر ابھارتا ہے اور مصیبت کے ختم ہو جانے اور تاریکی کے چھٹ جانے تک وہ مطمئن نہیں ہوتی، جب مصیبت دور ہو جاتی ہے تو پھر اس کا چہرہ روشن، دل مطمئن ہو جاتا ہے۔

میری بہنو! آپ کے لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خوبصورت نمونہ ہیں، حضرت عائشہؓ نے روزے کی حالت میں ایک دن کے اندر ایک لاکھ درہم اللہ کی راہ میں لٹا دیا، جب افطار کا وقت ہوا تو آپ کی خادمہ نے کہا کاش آج کے افطار کے لئے تو آپ کچھ باقی رکھ لیتیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اگر تو نے مجھے یاد دلا دیا ہوتا تو میں ایسا کر لیتی۔

سبحان اللہ! یہ کتنا شاندار ایثار ہے جس کو آج عورتوں نے اپنی دنیوی مفادات کی خاطر بھلا رکھا ہے۔

مسلمان بہنو!

نیک اور خیر کے کاموں میں شرکت کی بعض شکلیں نیچے درج ہیں:

(۱) سونا جب نصاب کو پہنچ جائے تو اس کی زکوٰۃ نکال کر ان مبارک دنوں میں زکوٰۃ کے مصارف و مستحقین پر تقسیم کیجئے تا کہ آپ کے اجر و ثواب کئی گنا ہو جائے۔

(۲) فقراء اور ضرورتمند روزہ داروں کے لئے افطار کا انتظام کیجئے، علاوہ ازیں رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو بھی افطار کھلایئے، افطار کرانے میں آپ کو روزہ دار کے برابر اجر

وثواب ملے گا، اور ایسا رمضان میں ایک بار نہیں بلکہ بار بار کیجئے اس میں صلہ رحمی، نیکی، اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک ہے۔

(۳) یہ بھی ممکن ہے آپ کے اہل خانہ کسی محتاج خاندان کے لئے مہینہ بھر کے لئے سحری وافطار کا بندوبست کریں۔

(۴) مقررہ مقدار میں روزانہ صدقہ کریں اور حسبِ استطاعت اس کی پابندی کریں اور مختلف شکلوں میں صدقہ کیجئے، اور کبھی غلہ، کبھی کپڑے، کبھی فروٹ اور مٹھائیاں صدقہ کیجئے، اور وہ کتنا بہترین صدقہ ہے جو آپ کے اور اللہ کے درمیان رہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا خواہ آپ کا کوئی قریبی ہی ہو۔

ارکانِ روزہ

روزہ کے دو رکن ہیں جن سے روزہ بنتا ہے:

(۱) طلوعِ صبحِ صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور ہمبستری وغیرہ سے رکے رہنا، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكُلُوا۟ وَٱشْرَبُوا۟ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ ٱلْخَيْطُ ٱلْأَبْيَضُ مِنَ ٱلْخَيْطِ ٱلْأَسْوَدِ مِنَ ٱلْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا۟ ٱلصِّيَامَ إِلَى ٱلَّيْلِ﴾ [البقرة:۱۸۷]

"اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری کالی دھاری سے جدا ہو جائے، پھر روزے کو رات تک پورا کرو"۔

خیط ابیض اور خیط اسود سے مراد دن کی سفیدی اور رات کی سیاہی ہے، بخاری و مسلم میں موجود ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو عدی بن حاتمؓ نے دو ڈوریاں لے لیں، ایک سفید اور ایک کالی اور رات میں ان کو دیکھا تو کوئی تمیز نہیں ہوئی [اس وقت تک کھاتے پیتے رہے] جب صبح ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اپنے تکیئے کے نیچے دو ڈوریاں رکھ لیں تھیں، آپ نے [مزاح کے طور پر] فرمایا تیرا تکیہ تو بہت بڑا ہے کہ [صبح کی] سفید دھاری اور کالی دھاری اس کے تلے آ گئی۔ [صحیح البخاری:۴۵۰۹]

ایک دوسری روایت میں ہے "کہ رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی مراد ہے"۔ [صحیح البخاری:۱۹۱۶، صحیح مسلم:۱۰۹۰]

(۲) نیت: حکمِ الٰہی کی تعمیل میں روزہ رکھنے کا ارادہ اپنے دل میں کرے، فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَمَآ أُمِرُوٓا۟ إِلَّا لِيَعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ﴾ [البينة:۵]

”انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں“۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے ”اعمال کا دارومدار نیت پر ہے ہر شخص کو نیت کے مطابق بدلہ ملے گا“۔ [صحیح البخاری: ۱، صحیح مسلم: ۱۹۰۷]

جو شخص فرض روزہ رکھے [جیسے رمضان یا قضاء رمضان، نذر یا کفارے کا روزہ] تو اس پر روزہ کی نیت ضروری ہے، اور نیت ایک قلبی عمل ہے، اس میں زبان کا کوئی دخل نہیں، اس لئے کہ نیت کی حقیقت یہی ہے کہ حکمِ الٰہی کی تعمیل اور رضائے الٰہی کے خاطر کسی کام کا ارادہ کرنا، زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا اور ”نویت أن أصوم غدا من شہر رمضان“ ”میں نے صبح کے رمضان کے روزے کی نیت کی“ کہنا بدعت ہے، اور ہر وہ شخص جو یہ جان لے کہ کل رمضان ہے اور روزہ رکھنے کے ارادے سے وہ سحری کھائے تو اس نے گویا روزے کی نیت کر لی، اور جو شخص اللہ کی رضا کی خاطر دن بھر مفطرات سے رکنے کا عزم کر لے، تو وہ بھی نیت کرنے والے کی طرح ہے خواہ وہ سحری نہ کھائے۔ [دیکھئے ”فقہ السنۃ“ للسید سابق ج ۱/ ۳۸۷]

اور نیت طلوعِ فجر سے پہلے کرنا ضروری ہے، ویسے تو رات کے جس حصہ میں بھی نیت کر لے جائز ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے ”جس نے رات سے روزے کی نیت نہ کی تو اس کا روزہ نہیں“۔ [سنن نسائی، صحیح الجامع حدیث: ۶۵۳۵]

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ”جس نے طلوعِ فجر سے پہلے روزے کی نیت نہ کی اس کا روزہ صحیح نہیں“۔ [دارقطنی، بیہقی عن عائشہ، امام احمد، ابو داؤد، ترمذی، نسائی نے بھی اسی کے مثل حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، دیکھئے ارواء الغلیل: ۹۱۴]

اس لئے جیسے ماہِ رمضان کی آمد کا علم طلوعِ فجر کے بعد ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ دن کے باقی حصے میں کھانے پینے وغیرہ سے رکا رہے اور جمہور اہلِ علم کے نزدیک اس پر قضا

ضروری ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔[۷۰ مسئلۃ فی الصیام سوال:۳۶]

البتہ عام نفلی روزے کے لئے رات سے نیت کرنا شرط نہیں ہے جب کہ نفلی روزے کے لئے دن میں نیت کر لینا ہی کافی ہے اگر اس نے کچھ کھایا نہیں ہے کیوں کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، آپ نے پوچھا تمہارے پاس کھانے کے لئے کچھ ہے؟ ہم نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا میں روزے سے ہوں۔[صحیح مسلم:۱۱۵۴]

البتہ مقررہ نفلی روزہ [جیسے عرفہ و عاشورہ کا روزہ] تو احتیاط اسی میں ہے کہ رات کو ہی نیت کر لی جائے، رمضان کے روزے کے لئے ماہِ رمضان کی ہر رات کو از سرِ نو نیت کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ ماہِ رمضان کی آمد پر ایک مرتبہ ہی روزہ کی نیت کر لینا کافی ہے، بالفرض کوئی شخص ماہِ رمضان میں غروبِ آفتاب سے پہلے سو جائے اور وہ سویا ہی رہے اور آئندہ فجر کے طلوع ہونے تک اسے کوئی بیدار نہ کرے اور آنے والے دن کے روزہ کے لئے رات کو نیت بھی نہ کرے تو اس کا روزہ صحیح ہے۔

جی ہاں! سفر یا بیماری یا کسی اور عذر کی بنا پر افطار کرنے کی وجہ سے روزے کی نیت توڑنا پڑ جائے، تو عذر ختم ہوتے ہی از سرِ نو نیت کر لینی چاہیے، جو شخص کھانے پینے کا ارادہ کر لے اور پھر اسے معلوم ہو کہ کھانے پینے سے رک جانا چاہیے لہٰذا وہ نہ کھائے اور نہ پیئے تو صرف کھانے پینے کا ارادہ کر لینے سے اس کا روزہ باطل نہیں ہوگا، اس کی مثال یوں ہے کہ کوئی شخص نماز میں بات کرنا چاہے اور عملاً بات نہ کرے، جو شخص گوز مارنے کا ارادہ کرے اور عملاً گوز نہ مارے تو اس کی نماز باطل نہ ہوگی اور اسی طرح اس کا وضو بھی صحیح رہے گا، قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص عبادت کے اندر کوئی ممنوع کام کرنے کا ارادہ کر لے لیکن وہ ممنوع کام نہ کر سکے، تو اس کی عبادت صحیح ہوگی، البتہ جو شخص نیت کو توڑ دے تو اس کا روزہ صحیح نہیں ہوگا، اس لئے

کہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے" اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو نیت کے مطابق بدلہ ملے گا" البتہ ارتداد [دین تبدیل کرنے] سے بلا اختلاف نیت باطل ہو جائے گی۔ [۷۰ مسئلۃ الصیام س: ۳۳]

جب نیت سے متعلق بات چل رہی ہے، تو یہاں یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایمان واحتساب کے ساتھ روزہ رکھے، شہرت، لوگوں کی عادت وتقلید، اہل خانہ اور اہلِ شہر کی پیروی میں پڑ کر روزہ نہ رکھے، اور اسے روزہ پر آمادہ کرنے والا اس کا ایمان ہو، اللہ تعالیٰ نے اس پر روزے کو فرض کیا ہے، اور اللہ کے یہاں اس پر اس کو اجر وثواب ملے گا، آپ ﷺ کا فرمان ہے" جس نے رمضان کا روزہ ایمان و احتساب کے ساتھ رکھا اس کے گزشتہ گناہ معاف ہو گئے"۔

روزے کا مقصد جسم کو بھوک و پیاس اور مشقت پر صبر کرنے کا عادی بنانا ہی نہیں بلکہ اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے پسندیدہ چیز چھوڑنے پر نفس کو عادی بنانا ہے اور جن پسندیدہ چیزوں کو چھوڑنے کا حکم ہے، وہ ہے کھانا پینا اور ہمبستری، اور یہی نفسانی خواہشات ہیں اور محبوب کی رضا سے مراد اللہ کی رضا ہے اور ہمارے پیشِ نظر یہ نیت رہنی ضروری ہے کہ ہم نے اللہ کی رضا کے لئے یہ مفطرات ترک کئے ہیں۔ [۴۸ سوالا فی الصیام للشیخ ابن عثیمین صفحہ ۱۱]

❋ ❋ ❋

صبحِ صادق ہونے میں شک کرنا

اگر فجر طلوع ہونے میں شک ہو تو روزہ دار کے لئے کھانا پینا اس وقت تک جائز ہے جب تک اسے طلوعِ فجر کا یقین نہ ہو جائے اور شک پر عمل نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ اللہ عزوجل نے کھانے اور پینے کا آخری وقت کھول کر بیان کیا ہے، اس میں شک کی کوئی گنجائش باقی نہیں رکھی، فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَكُلُوا۟ وَٱشْرَبُوا۟ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ ٱلْخَيْطُ ٱلْأَبْيَضُ مِنَ ٱلْخَيْطِ ٱلْأَسْوَدِ مِنَ ٱلْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا۟ ٱلصِّيَامَ إِلَى ٱلَّيْلِ﴾ [البقرة:۱۸۷]

”اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری کالی دھاری سے جدا ہو جائے“۔

ایک آدمی نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا میں سحری کھاتا ہوں، جب مجھے شک ہو جائے تو رک جاتا ہوں، تو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب تک طلوعِ فجر میں شک ہو کھاتے رہا کرو یہاں تک کہ شک باقی نہ رہے۔ [مصنف ابن ابی شیبہ حدیث: ۹۰۵۷، ۹۰٦۷]

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب طلوعِ فجر میں شک ہو تو کھاتے رہا کرو یہاں تک کہ طلوعِ فجر کا یقین ہو جائے، اور اگر طلوعِ فجر میں شک کرتے ہوئے سحری کھائے یا اس بات کا عقیدہ رکھتے ہوئے سحری کھائی کہ ابھی فجر طلوع نہیں ہوئی، یہ ظاہر ہو گیا کہ فجر طلوع ہو چکی ہے یا جان لیا کہ مؤذن نے فجر کی اذان دیدی ہے تو اس کا روزہ صحیح ہو گا اور اس پر روزے کی قضا نہیں، اس لئے کہ وہ جہالت کی وجہ سے معذور ہے، بہتر یہ ہے کہ سحری کھانا آسمان کے کناروں پر سفیدی پھیل جانے تک موخر کر دے، حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت بلال کی اذان اور اوپر سے نیچے

جانے والی سفیدی سحری کھانے سے تم کو نہ روک دے، البتہ آسمان کے کناروں پر پھیلنے والی سفیدی کے وقت تم سحری کھانے سے رک جاؤ"۔ [مسند احمد، صحیح مسلم، سنن ابی داوٗد حدیث: ۲۳۴۶ و دیگر کتب حدیث]

فجرِ مستطیر: مشرق کی سمت آسمان کے کنارے جو سفیدی پھیلی ہوئی ہوتی ہے اسے فجر مستطیر کہتے ہیں، اور جب فجر مستطیر کا ہونا واضح ہو جائے تو روزہ دار کے لئے فوراً کھانے پینے سے رکنا ضروری ہے، چاہے فجر کی اذان سنے یا نہ سنے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكُلُوا۟ وَٱشْرَبُوا۟ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ ٱلْخَيْطُ ٱلْأَبْيَضُ مِنَ ٱلْخَيْطِ ٱلْأَسْوَدِ مِنَ ٱلْفَجْرِ﴾ [البقرۃ: ۱۸۷]

"اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری کالی دھاری سے جدا ہو جائے"۔

اور فرمانِ نبوی ﷺ ہے" کھاؤ پیو یہاں تک کہ عبداللہ بن ام مکتوم اذان نہ دیدے، کیوں کہ وہ صبح صادق ہونے کے بعد ہی اذان دیتے ہیں"۔ [صحیح البخاری حدیث: ۱۹۱۸، صحیح مسلم حدیث: ۱۰۹۲]

تو اعتبار طلوعِ فجر کا ہوگا بشرطیکہ مؤذن قابلِ اعتماد ہو اور وہ طلوعِ فجر کے بعد اذان دیتا ہے تو اس کی اذان سنتے ہی کھانے پینے سے رکنا ضروری ہے، اور اگر وہ طلوعِ فجر سے پہلے اذان دیتا ہو تو کھانے پینے سے رکنا ضروری نہیں، اور اگر مؤذن کا حال معلوم نہ ہو یا اذان دینے والوں کا اختلاف ہو اور وقت کا صحیح اندازہ نہ لگا سکے جیسا کہ اکثر بڑے بڑے شہروں میں روشنی اور بلڈنگوں کے سبب ہوتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ علی سبیل الاحتیاط چھپے ہوئے کلینڈروں پر عمل کر لے جو حساب اور اندازے پر مبنی ہوتے ہیں، جس میں فجر کے طلوع ہونے کا وقت گھنٹہ اور منٹ کے ساتھ لکھا ہوتا ہے، تا کہ نبی کریم ﷺ کے اس فرمان پر عمل ہو جائے، "**دع ما يريبك إلى ما لا يريبك**" "شک والی چیزوں کو چھوڑ کر

اس چیز کو اپنائیں جس میں شک نہ ہو‘‘۔[مسند احمد، سنن نسائی، سنن ترمذی، دیکھئے ارواء الغلیل للالبانی ۲۰/٤]

نیز آپ کا یہ فرمان بھی ہے ”من اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه“ ”جوشبہات سے بچ گیا وہ اپنے دین اور آبرو کو بچا لے گیا‘‘۔[دیکھئے صحیح بخاری حدیث: ۵۲، صحیح مسلم حدیث: ۱۵۹۹]

طلوعِ فجر سے دس بارہ منٹ پہلے احتیاطاً کھانے پینے سے رک جانا بدعت ہے، یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ بعض کلینڈروں میں سحری سے رکنے اور فجر کے طلوع ہونے کے خانے الگ الگ بنے ہوتے ہیں یہ شریعت سے متصادم چیز ہے۔[تمام المنۃ للالبانی صفحہ ٤١٨]

مؤذن کو چاہئے کہ فجر کی اذان دینے سے پہلے وقت کا صحیح کا اندازہ لگالے اور صبح واضح اور روشن ہو جانے یا صحیح وقت بتانے والی گھڑی سے فجر کے طلوع ہونے کا یقین ہو جائے تو اذان دے تاکہ لوگ دھوکے میں پڑ کر ان چیزوں کو حرام نہ کرلیں جو اللہ نے ان کے لئے حلال کی ہیں اور وقت سے پہلے فجر کی نماز پڑھنے کو جائز وحلال نہ سمجھ لیں، یہ بڑی خطرناک بات ہے۔[فتاوی الصیام لابن عثیمین، جمع وترتیب المسند س٢٦]

رہ گئی ابوہریرہ کی حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:”إذا سمع أحدكم النداء والإناء على يده فلا يضعه حتى يقضي حاجته منه“ ”جب تم میں سے کوئی اذان سنے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو اس برتن کو نہ رکھے جب تک وہ اپنی ضرورت کو پورا نہ کرلے‘‘۔[مسند احمد ج ۲/ ٤٢٣، ٥١٠، سنن ابی داؤد حدیث ۲۳۵۰ دیگر کتب حدیث، دیکھئے السلسلۃ الصحیحہ ١٣٤٩]

بعض علما کا خیال ہے کہ یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ فجر طلوع ہونے کے بعد بھی اگر کسی آدمی کے ہاتھ میں کھانے پینے کا برتن ہو تو اس کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ برتن کو نہ رکھے یہاں تک کہ وہ اپنی ضرورت پوری کرلے یہ شکل اس آیتِ کریمہ سے مستثنیٰ ہے:

﴿وَكُلُوا۟ وَٱشْرَبُوا۟ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ ٱلْخَيْطُ ٱلْأَبْيَضُ مِنَ ٱلْخَيْطِ ٱلْأَسْوَدِ مِنَ ٱلْفَجْرِ﴾ ”اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری کالی دھاری سے جدا ہو جائے“۔[البقرۃ:۱۸۷] یہ آیت اور اس حدیث اور اس مفہوم کی دیگر احادیث کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے اور نہ اجماع اس حدیث کے مخالف ہے، بلکہ صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت اس بات کی طرف گئی ہے جو حدیث سے سمجھ آتی ہے [مستفاد حدیث] اور وہ فجر کے روشن ہونے اور راستوں میں سفیدی پھیل جانے تک سحری کھانا ہے، اور بعض کا خیال ہے کہ اس کا مفہوم یہ حدیث ہے ”کہ حضرت بلال رات کو اذان دیتے ہیں تو کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ عبد اللہ بن ام مکتوم اذان دیدے، اس حدیث میں اذان سے مراد اذان بلال ہے [یعنی سحری کی اذان ہے جو طلوعِ صبح صادق سے پہلے دی جاتی تھی] یا اس کا مفہوم یہ ہے کہ اذان سننے کے بعد اگر طلوعِ فجر میں شک ہو جیسے کہ آسمان ابر آلود ہو اور اسے اذانِ فجر کی جانکاری نہ ہو لیکن اسے یہ علم ہو کہ فجر ہو چکی ہے اور فجر ہونے کے دلائل سے وہ ناواقف ہو جو دلائل مؤذن کے لئے ظاہر اور واضح ہوں وہ اس کے لئے بھی ہوں، اور جب صبح روشن ہونے کی جانکاری ہو جائے تو پھر اسے بلند اور اونچی اذان کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ اسے کھانے پینے سے رکنے کا حکم دیا گیا، جب فجر کی سیاہ دھاری سے سفید دھاری ظاہر اور واضح ہو جائے، خطابی نے یہ کہا ہے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں اگر یہ صحیح مان لیا جائے تو عام اہلِ علم کے نزدیک حدیث کو اس بات پر محمول کیا جائے گا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم تھا کہ منادی طلوعِ صبح صادق سے پہلے پکارتا ہے تاکہ طلوعِ فجر سے تھوڑی دیر پہلے تک لوگ اپنا کھانا پینا جاری رکھ سکیں۔[سنن بیہقی ج ۴/ ۲۱۸]

اور علی القاری کہتے ہیں یہ اس وقت ہے جب اسے علم ہو یا ظن ہو کہ ابھی تک طلوعِ فجر نہیں ہوئی، ابن مالک نے کہا ہے یہ اس صورت میں ہے جب طلوعِ فجر کا اسے علم نہ ہو البتہ

جب اسے طلوعِ فجر کا علم ہو جائے تب کھانا پینا صحیح نہیں، اوراس کے علاوہ دوسری باتیں بھی کہی گئیں ہیں۔ واللہ اعلم۔

دوسرے قول کی بنا پر جب آدمی اذان سنے اوراس کے منہ میں کھانا یا پانی ہوتو اسے پھینک دے تو اس کا روزہ صحیح ہوگا۔[۷۰ مسالة فی الصیام ص:۱]

اسی طرح سحری کھانے کے بعد گلاس میں پانی لے کر مؤذن کی اذان کا انتظار کرنا جائز نہیں کہ اللہ اکبر کے ساتھ ہی اس کو پی لے گا، گزشتہ سطور میں جب ہم نے یہ جان لیا کہ فجر سے پہلے ایک اذان ہے [سحری کے لئے] تو پھر لوگوں کو بیدار کرنے اوران کو سحری کا وقت بتانے کے لئے اذان کے بدلے قرآن پڑھنا یا کوئی دینی اشعار کہنا یا توپ چھوڑنا یا ناقوس بجانا بدعت ہے۔[ملاحظہ ہو معجم البدع ص:۲۶۸]

بروقت افطار کرنا

اور جب روزے کا وقت ختم ہو جائے تو افطار کرنا فطری اور طبعی معاملہ ہے جس کا انتظار ہر روزہ دار کو رہتا ہے، اس وقت ہر روزہ دار کو خوشی ہوتی ہے کہ اس نے اپنا روزہ مکمل کرلیا، اس لئے افطار میں جلدی کرنا طبعی اور فطری امر ہے، اور ہمارے نبی رحمت ﷺ نے افطار میں جلدی کرنے کی تعلیم دی ہے، اور ہماری رہنمائی کی ہے کہ افطار جلدی کرنے میں ہی بھلائی ہے، آپ ﷺ کا فرمان ہے:

”لاَ يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الفِطْرَ“.

”لوگ اسوقت تک بھلائی میں رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کریں گے“۔[صحیح بخاری حدیث: ۱۹۵۷، صحیح مسلم ۵۹۸]

اس لئے کہ یہود ونصاری دیر سے افطار کرتے تھے تو آپ نے ہمیں افطار میں جلدی کر کے ان کی مخالفت کا حکم دیا، آپ ﷺ نے فرمایا:

”لَا يَزَالُ الدِّينُ ظَاهِرًا مَا عَجَّلَ النَّاسُ الْفِطْرَ، لِأَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى يُؤَخِّرُونَ“.

”اس وقت تک دین غالب رہے گا جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے، اس لئے کہ یہود ونصاری دیر سے افطار کرتے تھے“۔[سنن ابی داود، حاکم، ابن حبان، صحیح الجامع حدیث: ۷۶۸۹]

اور آپ ﷺ کا معمول تھا کہ جلد افطار فرماتے تھے۔

حضرت ابوعطیہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں اور مسروق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے ہم نے عرض کیا اے ام المومنین! آپ کے صحابہ میں سے ایک شخص افطار اور نماز میں جلدی

کرتا ہے اور دوسرا افطار اور نماز میں تاخیر کرتا ہے [ان دونوں میں سے کون بہتر ہے] تو آپ نے پوچھا کون افطار اور نماز میں جلدی کرتا ہے؟ ہم نے کہا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح کیا کرتے تھے۔[صحیح مسلم:۱۰۹۹]

افطار میں جلدی کرنا اخلاقِ نبوت میں سے ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

”ثَلَاثٌ مِنْ أَخْلَاقِ النُّبُوَّةِ: تَعْجِيلُ الْإِفْطَارِ وَتَأْخِيرُ السُّحُورِ وَوَضْعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ فِي الصَّلَاةِ“.

”تین چیزیں اخلاقِ نبوت میں سے ہیں، افطار میں جلدی کرنا، سحری دیر سے کرنا، نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر باندھنا“۔[طبرانی، مجمع الزوائد ج ۲/۱۰۵، صحیح الجامع حدیث:۳۰۳۸]

جب سورج کی ٹکیہ پوری طرح چھپ جائے تو روزہ دار کو جلد افطار کر لینا چاہئے اور آسمان کے افق پر جو شدید سرخی باقی رہ جاتی ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں، کیوں کہ آپ کا فرمان ہے:

”إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْل من هَهُنَا وَأدبر النَّهَار من هَهُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ“.

”جب رات مشرق میں آجائے اور دن مغرب میں چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے، تو روزہ افطار کرنے کا وقت آچکا“۔[صحیح بخاری حدیث:۱۹۵۳، صحیح مسلم حدیث:۱۱۰۰]

لہٰذا اعتبار غروبِ آفتاب کا ہوگا نہ کہ اذانِ مغرب کا، چنانچہ روزہ دار جب یہ دیکھ لے کہ سورج غروب ہو گیا ہے اور مؤذن نے اذان اب تک نہیں دی ہے تو اسے چاہئے کہ روزہ افطار کر لے۔[دیکھئے الشرح الممتع ج ۶/۴۳۹]

البتہ احتیاط کے نام پر رمضان میں مغرب کی اذان میں دیر کرنا بدعت ہے۔[معجم البدع صفحہ ۲٦۸]

مسئلہ: جب سورج غروب ہو جائے اور مسافر ائیر پورٹ پر روزہ افطار کر لے پھر ہوائی جہاز اس کو لے کر سطح زمین سے بلند ہو جائے اور وہ سورج دیکھے تو نہ اس کے لئے کھانے پینے سے رکنا ضروری ہے، اور نہ دوبارہ روزہ کی نیت کرنا اس لئے کہ اس نے دن بھر کا روزہ مکمل کر لیا، بنا بریں اس عبادت کو دوبارہ کرنے کی ضرورت نہیں، جس سے وہ فارغ ہو چکا ہے اور نہ ہی اس پر اس روزہ کی قضا ہے، اگر جہاز غروبِ آفتاب سے پہلے مسافر کو لے کر پچھّم کی سمت اڑتا ہے، اور مسافر اس دن کا روزہ سفر میں مکمل کرنا چاہے تو اسے چاہئے کہ اپنے ملک کے وقت کے مطابق افطار نہ کرے بلکہ وہ روزہ سے رہے یہاں تک کہ فضا میں جس جگہ ہے سورج غروب ہو جائے خواہ دن کتنا ہی لمبا ہو جائے، اور پائلٹ کے لئے جائز نہیں کہ، وہ افطار کرانے کی وجہ سے جہاز کو اتنا نیچا اتار دے جہاں سے سورج کو دیکھا نہ جا سکے، اس لئے کہ اس نے حیلہ سازی کی، البتہ اگر سفری ضرورت کے لئے اترا اور سورج کی ٹکیہ چھپ گئی تو روزہ افطار کر دے۔[مجلۃ البحوث الاسلامیۃ ج ۱۴/ ۱۲۵، ۷۰ مسئلۃ فی الصیام ص: ۹]

مسئلہ: جب روزہ دار سورج کے غروب ہونے کا گمان کر کے روزہ افطار کر لے پھر اسے پتہ چلے کہ سورج غروب نہیں ہوا، تو صحیح بات یہ ہے کہ اس کا روزہ صحیح ہے اور اس پر روزے کی قضا نہیں، اس لئے کہ وہ حالت سے ناواقفیت کی بنیاد پر معذور سمجھا جائے گا، حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں بدلی کی وجہ سے ایک دن ہم لوگوں نے افطار کر لیا پھر سورج نمودار ہوا۔[صحیح البخاری: ۱۹۵۹ اور دیگر کتب حدیث]

اس طرح لوگوں نے دن میں یہ سمجھ کر روزہ افطار کر لیا کہ سورج غروب ہو چکا ہے ایسا انہوں نے ناواقفیت کی بنیاد پر کیا، ایسا نہیں کہ انہیں حکمِ شرعی معلوم نہیں تھا لیکن حالت کا

اعتبار کیا گیا! انہوں نے یہ نہیں سمجھا کہ دن کے ختم ہونے میں وقت باقی ہے اور نہ انہیں نبی نے روزہ کی قضا کا حکم دیا اگر قضا کرنا ضروری ہوتا تو اس سلسلہ میں ضرور اللہ کی شریعت ہوتی اور وہ شریعت محفوظ ہوتی، تو جب اس سلسلہ میں شریعت خاموش ہے اور نہ اس سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ منقول ہے تو حقیقت یہی ہے کہ اس میں براءتِ ذمہ ہے اور روزے کی قضا کرنا نہیں ہے۔ [الشرح الممتع ج ۶/ ۴۰۲، ۴۰۳]

❁❁❁

کس چیز سے روزہ افطار کیا جائے؟

مسنون یہی ہے کہ تازہ یا خشک کھجور سے روزہ افطار کیا جائے اگر یہ میسر نہ ہوں تو پانی سے روزہ افطار کر لیا جائے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"كان رَسولُ اللهِ ﷺ يُفطِرُ على رُطَباتٍ قَبْلَ أن يُصَلِّيَ، فإنْ لم يكُنْ رُطَباتٌ فتَمَراتٌ، فإنْ لم يكُنْ تَمَراتٌ حَسا حَسَواتٍ مِن ماءٍ".

"کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز [مغرب] سے پہلے تازہ کھجوروں سے روزہ افطار کیا کرتے تھے اگر تازہ کھجوریں نہ ملتیں تو خشک کھجوروں سے افطار کر لیا کرتے تھے اگر خشک کھجوریں بھی میسر نہ آتیں تو پانی کے چند گھونٹوں پر ہی روزہ افطار کر لیا کرتے تھے"۔ [مسند احمد، سنن ابی داؤد حدیث: ٢٣٥٦، سنن ترمذی حدیث: ٦٩٦، و دیگر کتب حدیث]

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ وَجَدَ تَمْرًا فَلْيُفْطِرْ عَلَيْهِ، وَمَنْ لَا فَلْيُفْطِرْ عَلَى مَاءٍ فَإِنَّهُ طَهُورٌ".

"جسے کھجور میسر ہو وہ کھجور سے روزہ افطار کرلے، اور جسے کھجور بھی دستیاب نہ ہو تو وہ پانی سے روزہ افطار کرے، اس لئے کہ وہ پاکیزہ ہے"۔ [ترمذی، نسائی، حاکم، ابن خزیمہ، صحیح الجامع للالبانی حدیث: ٦٥٨٣]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے:

"كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ أَنْ يُفْطِرَ عَلَى ثَلَاثِ تَمَرَاتٍ أَوْ شَيْءٍ لَمْ تُصِبْهُ النَّارُ".

رسول اللہ ﷺ کھجور کے تین دانوں یا ایسی چیز پر افطار کرنا پسند کرتے تھے جو آگ پر نہ پکی ہو۔[مسند ابی یعلی، صحیح الترغیب حدیث: ۱۰۶۴]

علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کھجور سے روزہ کھولنے کی ترغیب دلاتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے روزہ کھولو، یہ دلیل ہے کہ آپ اپنی امت کے لئے سراپا مشفق اور خیر خواہ تھے، کیوں کہ معدہ خالی ہونے کی صورت میں کسی میٹھی چیز کو تناول کرنا معدے کے لئے زیادہ مقبول ہوتا ہے اور اس سے معدہ کو تقویت بھی ملتی ہے، خاص طور سے بینائی کو، اس سے نگاہ تیز ہوتی ہے اور اہلِ مدینہ کی شیرینی کھجور ہے اور یہی ان کے لئے خوراک اور شوربہ کا کام کرتی تھی اور تازہ کھجور بطور پھل استعمال ہوتی تھی، رہ گیا پانی تو روزہ رکھنے کی وجہ سے انسان کا کلیجہ ایک قسم کی خشکی محسوس کرتا ہے، جب وہ پانی کی وجہ سے تر ہو جاتا ہے تو اس کے بعد کھانے سے پورا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اس وجہ سے بھوکے پیاسے شخص کے لئے بہتر ہے کہ کھانے سے پہلے تھوڑا سا پانی پی لے، پھر اس کے بعد کھانا کھائے یہ ہیں کھجور اور پانی کی خصوصیات جن کا دل کی درستی میں کافی اثر ہے جسے دلوں کے ڈاکٹروں کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، جب انسان کے پاس شہد اور پانی ہو تو پانی سے روزہ افطار کرے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر کھجور نہ پاؤ تو پانی سے روزہ افطار کرو اس لئے کہ پانی پاکیزہ ہے، البتہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ انسان پہلے پانی پیئے پھر شہد کھائے۔

نمک، ادرک اور دیگر کھائی جانے والی چیزوں سے روزہ افطار کرنا یہ جان کر کہ بھوکے پیٹ ان چیزوں سے روزہ افطار کرنا پیٹ کے لئے مفید ہے، خلافِ سنت ہے، اور اگر افطار کرنے کے لئے کوئی چیز نہ پائے تو اپنے دل میں روزہ افطار کرنے کی نیت کر لے، اور اپنی انگلی کو اس طرح نہ چوسے جس طرح کہ بعض لوگ چوستے ہیں اور نہ ہی بھوکے پیٹ اپنے

رومال کو اپنے تھوک سے تر کرنے کے بعد چوسے، اور یہ بھی جان لیجئے کہ بہت سے لوگ افطار کے وقت اس مہینہ میں بڑے بڑے دستر خوان لگاتے ہیں جس پر انواع واقسام کے ماکولات ومشروبات ہوتے ہیں اور کبھی کبھی ان چیزوں کی خاطر اپنے اوپر غیر ضروری بوجھ ڈالتے ہیں، جن کی انہیں طاقت نہیں ہوتی جیسے مختلف قسم کے گوشت، سبزیاں، فروٹ، حلویات، جوس اور چٹنیاں وغیرہ اور اس پر مستزاد یہ کہ یہ چیزیں ان کی ضروریات سے زیادہ ہوتی ہیں بالاخر انہیں پھینکنا پڑتا ہے جو کہ حرام ہے، ماہِ رمضان کا ہم سے یہ تقاضا نہیں ہے اور فضول خرچی اسلامی شریعت میں ممنوع اور مذموم ہے فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكُلُوا۟ وَٱشْرَبُوا۟ وَلَا تُسْرِفُوٓا۟ ۚ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلْمُسْرِفِينَ﴾[الاعراف:۳۱]

”اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو، بیشک اللہ حد سے نکل جانے والوں کو پسند نہیں کرتا“۔

﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ﴿٢٦﴾ إِنَّ ٱلْمُبَذِّرِينَ كَانُوٓا۟ إِخْوَٰنَ ٱلشَّيَٰطِينِ ۖ وَكَانَ ٱلشَّيْطَٰنُ لِرَبِّهِۦ كَفُورًا﴾[الاسراء:۲۶-۲۷]

”اور اسراف اور بیجا خرچ سے بچو بیجا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے“۔

اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اس سلسلہ میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کریں نہ کنجوسی کریں جو کہ منع ہے اور نہ اسراف وتبذیر سے کام لیں جو کہ حرام ہے۔[توجیہات وفوائد للصائمین وللصائمات ص ۳۳، ۳۴]

افطار کا وقت

جیسا کہ گزر چکا ہے کہ روزہ افطار کرنے کا وقت مغرب کی نماز سے پہلے سورج کی مکمل ٹکیہ ڈوب جانے کے فوراً بعد ہے، نماز پڑھ کر کھانا تناول کرے اور اگر کھانا پہلے سے موجود ہو تو افطار کے وقت کھانا شروع کر سکتا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جب شام کا کھانا پیش کر دیا جائے تو نمازِ مغرب سے پہلے ہی کھانا کھا لو اور اپنا کھانا چھوڑ کر نماز میں جلدی نہ کرو“۔ [صحیح البخاری: ۶۷۲، صحیح مسلم: ۵۵۷]

البتہ وقت سے پہلے روزہ افطار کرنے سے بچنا چاہئے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ انہیں الٹا لٹکایا ہوا تھا، اور ان کے ہونٹوں سے خون بہہ رہا تھا، جب آپ نے فرشتوں سے پوچھا تو آپ کو بتایا گیا کہ یہ لوگ وقت سے پہلے روزہ افطار کر لیا کرتے تھے“۔ [سنن ابن حبان، بیہقی، ج ۴/ ۲۱۶، حاکم ج ۱/ ۴۳۰، صحیح الترغیب حدیث: ۹۹۱]

دورانِ روزہ اور روزہ افطار کرتے وقت کی دعا

روزہ دار کو چاہئے کہ دورانِ روزہ افطار کرنے تک بکثرت دعائیں کرے اس لئے کہ جب تک آدمی روزے سے ہوتا ہے اس کی دعا مقبول ہوتی ہے فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے "تین شخصوں کی دعائیں رد نہیں کی جاتیں، ماں باپ کی دعا، روزہ دار کی دعا، مسافر کی دعا"۔ [بیہقی ج ۳/ ۳۴۵ ملاحظہ ہو السلسلة الصحیحة ۱۷۹۷]

البتہ روزہ افطار کرتے وقت کی دعا کی قبولیت کے سلسلہ میں کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں ہے، اور جتنی حدیثیں اس سلسلہ میں پیش کی جاتی ہیں وہ سب ضعیف ہیں اسی طرح روزہ افطار کرتے وقت انفرادی یا اجتماعی طور پر دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا جائز نہیں، اس بارے میں حدیث میں کچھ وارد نہیں، اس لئے اس سے اجتناب کرنا چاہئے روزہ کھولتے وقت یا کھانا کھاتے وقت اور پانی پیتے وقت جو چیز ثابت ہے وہ درج ذیل ہیں:

(۱) کھانے اور پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھ لینا چاہئے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے اور بتا دیا ہے کہ شیطان آدمی کے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاتا ہے جب وہ بسم اللہ نہیں پڑھتا ہے، اور آپ نے اس لونڈی اور اعرابی کا ہاتھ پکڑ لیا جب وہ دونوں بسم اللہ بغیر پڑھے کھانے کے لئے ہاتھ بڑھانے لگے اور بتلایا کہ شیطان کی وجہ سے وہ یہ کام کر رہے تھے بیشک شیطان کا ہاتھ ان دونوں [لونڈی و اعرابی] کے ہاتھوں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ہے تاکہ وہ کھانا نہ کھا سکیں"۔

(۲) لیکن اگر کوئی شخص کھانے کے شروع میں بسم اللہ کہنا بھول جائے تو دورانِ کھانا جب اسے یاد آئے تو بسم اللہ پڑھ لے چنانچہ یوں کہنا چاہئے **"بسم الله اوله وآخره"**۔

(۳) کھانے سے فارغ ہوتے وقت الحمدللہ کہنا چاہئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے خوش ہوتا ہے جو کھانا کھا کر اور پانی پی کر اللہ کی حمد وثنا بیان کرتا ہے“۔

البتہ افطار سے متعلق جو دعائیں ثابت ہیں ان کا محل وقوع افطار کے بعد ہے جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب افطار کر لیتے تو یہ دعا پڑھتے:

”ذَهَبَ الظَّمَأُ، وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ، وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ“.

”پیاس بجھ گئی، رگیں تر ہوگئیں، اور اجر وثواب پکا ہوگیا ان شاء اللہ“۔ [سنن ابی داود، صحیح سنن ابی داود: ۲۰۶۶]

افطار سے متعلق سب سے زیادہ صحیح دعا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے وہ یہی ہے اس کے علاوہ افطار کی کوئی دعا ثابت نہیں۔

[روزہ بسم اللہ پڑھ کر کھولنا چاہئے، روزہ کھولنے کی کوئی خاص دعا نہیں ہے البتہ افطاری کرنے پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو دعا ثابت ہے اس کا تذکرہ اوپر کیا جاچکا، اس دعا کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا افطاری کی اشیاء چکھنے کے بعد پڑھی جائے گی جب کہ افطاری سے قبل بسم اللہ پڑھی جائے گی، اور افطاری کے وقت کی جو دعا معروف ومشہور ہے اور جو دعا ہر کلینڈر اور اشتہار پر درج ہوتی ہے: ”اللَّهُمَّ لَكَ صُمْتُ، وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ“. یہ دعا صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں، یہ حدیث مرسل ہے اور مرسل روایت محدثین وائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے، اسی طرح دوسری معروف دعا ”اللَّهُمَّ لَكَ صُمْت وَبِك آمَنْتُ وَعَلَيْك تَوَكَّلْتُ وَعَلَى رِزْقِك أَفْطَرْتُ“. یہ دعا بھی سنداً ثابت نہیں۔ از مترجم]

آدابِ روزہ

روزہ: اللہ کا قرب پیدا کرنے والی عبادتوں میں سے ایک بہترین عبادت ہے، اللہ تعالیٰ نے تہذیبِ نفوس اور خیر کا عادی بنانے کے لئے اسے مقرر کیا ہے، اس لئے روزہ دار کو ایسے اعمال سے بچنا چاہئے جن سے اس کا روزہ خراب ہوسکتا ہو، تا کہ وہ اپنے روزے سے فائدہ اٹھا سکے اور وہ تقویٰ و پرہیزگاری بھی حاصل کر سکے جس کو اللہ نے اپنے اس فرمان میں ذکر کیا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [البقرة:۱۸۳]

”اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو“۔

روزہ صرف کھانے پینے سے رک جانے کا نام نہیں بلکہ کھانے پینے اور ان تمام چیزوں سے رک جانے کا نام روزہ ہے جن سے اللہ نے روکا ہے اگر چہ ان چیزوں سے تمام مہینوں میں رکنا ضروری ہے، مگر رمضان کے مہینہ میں روزہ رکھنے کے ساتھ ان تمام چیزوں سے رکنا زیادہ ضروری ہے، روزہ انسان کو کھانے پینے سے روک دیتا ہے جب کہ ان دو چیزوں پر انسانی زندگی کا دارومدار ہے، روزہ انسان کو جنسی خواہشات سے روک دیتا ہے جب کہ انسانی جسم کے لئے اس میں شدید لذت ہے، لہٰذا روزہ دار کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی گناہ کا ارتکاب نہ کرے خواہ وہ کوئی بھی گناہ ہو اور بیہودہ بات سے دور رہے چاہے وہ کیسی ہی بیہودہ بات ہو اور یہ کہ وہ روزہ رکھنے کے دوران عبادت والے اخلاق اپنائے اور وہ یہ تصور کرے کہ وہ اللہ کے سامنے ہے اور کسی بھی قول و عمل سے پہلے سوچے کہ آیا اس کا یہ قول و عمل اس

کے روزے سے مناسبت رکھتا ہے یا اللہ اس سے راضی ہوگا جبکہ وہ اللہ جل شانہ کے سامنے اس کی عبادت و بندگی میں مشغول ہے؟ اگر اس طرح نہ ہوا تو اس کا شمار ان روزہ داروں کے زمرہ میں ہوگا جن کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”رُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الْجُوعُ، وَرُبَّ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلَّا السَّهَرُ“.

”بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کو ان کے روزے سے سوائے بھوک و پیاس کے کچھ نہیں ملتا اور بہت سے رات کو قیام کرنے والے ایسے ہیں جن کو شب بیداری کے سوا کچھ نہیں ملتا“۔ [سنن ابن ماجہ، علامہ البانی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔]

جو روزہ دار چاہتا ہے کہ اس کا روزہ ڈھال بنے اور باب الریان سے جنت میں داخل ہوا اسے چاہئے کہ اپنے دل اور تمام اعضاء و جوارح کا روزہ رکھے۔

زبان کا روزہ

روزہ دار پر ضروری ہے کہ وہ اپنی زبان کا بھی روزہ رکھے، زبان کا روزہ یہ ہے کہ ہر جھوٹی اور حرام بات، جیسے غیبت، چغلی، فحش کلامی اور جھوٹ سے دور رہے، بیوقوفی اور جہالت سے اجتناب کرے فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

"مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلهِ حَاجَةٌ أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ".

"یعنی جو انسان روزہ رکھ کر جھوٹ بولنا ترک نہیں کرتا اللہ کو اس کے بھوکا اور پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں"۔ [صحیح البخاری: ۱۹۰۳، ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ]

یعنی اس کے روزے کو قبول کرنے کا اللہ کا کوئی ارادہ نہیں یعنی اللہ تعالیٰ اس کے روزے کو قبول نہیں کرتا"۔ [فتح الباری ج ۴/ ۱۳۰]

روزہ دار کو چاہئے کہ وہ بیہودہ کاموں، شور وشغب اور گالی گلوچ سے دور رہے اور مودب اور باوقار رہے، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

"وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلاَ يَرْفُثْ وَلاَ يَصْخَبْ. فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ. فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ".

"جب تم میں سے کسی کا روزے کا دن ہو تو نہ دل لگی کی باتیں کرے اور نہ شور وغل کرے، پس اگر کوئی اس کو گالی گلوچ دے یا اس سے لڑے تو کہہ دے کہ میں روزے دار ہوں"۔ [صحیح البخاری: ۱۹۰۴، صحیح مسلم: ۱۱۵۱]

"لَيْسَ الصِّيَامُ مِنَ الأَكْلِ وَالشُّرْبِ إِنَّمَا الصِّيَامُ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ فَإِنْ سَابَّكَ أَحَدٌ أَوْ جَهِلَ عَلَيْكَ فَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ إِنِّي

صَائِمٌ". [ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم، صحیح الترغیب:۱۰۶۸]

"روزہ کھانا پینا ترک کرنے کا نام نہیں بلکہ لغو اور بیہودہ باتوں سے روکنے کا نام روزہ ہے، اگر کوئی تم کو گالی دے یا تمہارے ساتھ کوئی نادانی کا معاملہ کرے تو کہہ دو کہ میں روزے سے ہوں، میں روزے سے ہوں"۔

جب کوئی اسے گالی دے تو گالی دینے والے سے کہنا چاہئے کہ میں روزے سے ہوں اس میں دو فائدے ہیں ایک فائدہ تو خود اس کے لئے تذکیر و یاد دہانی کی شکل میں ہے اور دوسرا فائدہ اس کے مدِ مقابل کے لئے تذکیر کا ہے۔

❖ **پہلا فائدہ:** تو یہ ہے کہ گالی کھانے والا گالی دینے والے کے منہ نہیں لگا، ایسا نہیں ہے کہ وہ جواب دینے سے عاجز تھا کیوں کہ اگر وہ طاقت نہ رکھنے کی وجہ سے جواب نہیں دے پاتا تو دوسرا اس کو کمزور سمجھے گا اور اس میں اس کے لئے ذلت ہوگی، جواب نہ دینے کی صورت میں گالی دینے والا رک جائے گا اور شرمندہ ہوگا، گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑا نہیں کرے گا۔

❖ **دوسرا فائدہ:** گالی دینے والے کو یاد دہانی کرانا ہے کہ روزہ دار کسی کو گالی نہیں دیا کرتا، اور ممکن ہے کہ گالی دینے والا روزے سے ہو اور رمضان میں ایسا کرنا دونوں کے لئے منع ہے، گالی کھانے والے کا جواب [میں روزے سے ہوں] گالی گلوچ سے منع کرنے کے برابر ہے کیوں کہ یہ بہت برا کام ہے۔[الشرح الممتع ج۶/ ۴۳۷]

اور بعض روایات میں ہے کہ بحالتِ روزہ کسی کو گالی نہ دی جائے، اگر کوئی تم کو گالی دے تو کہو کہ میں روزے سے ہوں اور اگر کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ اس لئے کہ بیٹھ جانے سے غصہ کم ہو جاتا ہے جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے:

"إِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْيَجْلِسْ، فَإِنْ ذَهَبَ عَنْهُ

الْغَضَبُ وَإِلَّا فَلْيَضْطَجِعْ'.

"جب تم میں سے کسی کو کھڑے ہونے کی حالت میں غصہ آئے تو بیٹھ جائے، اگر بیٹھنے سے غصہ ختم ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ لیٹ جائے"۔[مسند احمد ۵/ ۱۵۲، سنن ابو داوٗد، ابن حبان، صحیح الجامع: ۶۹۴]

روزہ دار کو چاہئے کہ وہ لوگوں کی غیبت، عزتوں سے کھیلنا، آپس میں فساد برپا کرنے والی باتوں سے اپنی زبان کو روکے رکھے، روزہ دار کو چاہئے کہ مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے، ان کے محارم کی پردہ دری کرنے اور مسلمانوں کے درمیان رذالت و برائی پھیلانے سے اپنی زبان کو روکے رکھے۔

قیل وقال، پاکدامنوں پر تہمت لگانے، پرہیزگار لوگوں کی عزت وشہرت کو داغدار کرنے سے اپنی زبان کو روکے رکھے۔

تباہ کن تعصب، غصہ کے وقت زبان کو بے لگام چھوڑنے اور فحش وبیہودہ بکنے سے زبان کو روکے رکھے۔

گالی گلوچ، مجرمین پر پردہ ڈالنے اور ان کی طرف سے دفاع کرنے سے اپنی زبان کو روکے رکھے۔

بذریعہ ٹیلی فون رابطے اور عشق ومحبت کی باتیں ان عورتوں سے کرنا جو اس کے لئے نہیں ہیں سے بھی اپنے آپ کو روکے۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

"جہنم میں لوگوں کو ان کی زبانوں کی کاٹی ہوئی کھیتیاں ہی اوندھے منہ گرائیں گی"۔[سنن ترمذی برقم ۲۶۱۵، ابن ماجہ برقم ۳۹۷۳]

دل کا روزہ

تمام اعضاء وجوارح کا بادشاہ دل ہے تو جب دل نے شرعی روزہ رکھا تو باقی تمام اعضاء و جوارح پر روزہ رکھنا فرض ہو گیا، پیارے نبی ﷺ کا ارشاد ہے:
”خبردار بے شک جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ صحیح ہو جائے تو سارا جسم صحیح ہو جاتا ہے، اگر وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے، خبردار وہ ٹکڑا دل ہے“۔ [صحیح بخاری: ۵۲، صحیح مسلم ۱۵۹۹]

مومن کا دل رمضان اور غیر رمضان تمام ایام میں روزے سے رہتا ہے اور دل کا روزہ یہ ہے کہ وہ فاسد مادوں جیسے تباہ کن شرکیات، غلط عقیدے، برے وساوس وخیالات، گندی نیتوں اور خطرناک باتوں سے خالی ہوتا ہے۔
مومن کا دل تکبر سے بچتا ہے اس لئے کہ مومن کو تواضع نکھارتا اور حسنِ اخلاق مکمل کرتا ہے۔
اور تکبر یہ ہے حق بات نہ مانے اور لوگوں کو حقیر سمجھے، اور ہر درشت خو اور تکبر کرنے والا جہنم میں جائے گا“۔ [صحیح بخاری: ۴۹۱۸، صحیح مسلم ۲۸۵۳]
مومن کا دل خود پسندی سے رک جاتا ہے اس لئے کہ جو اپنے کو بڑا سمجھتا ہے اور اترا کر چلتا ہے وہ اللہ سے اس طرح ملاقات کرے گا کہ اللہ اس سے ناراض ہو گا“۔ [مسند احمد، بخاری الادب المفرد، صحیح الجامع: ۶۱۵۷]
مومن کا دل حسد سے بھی رک جاتا ہے، اس لئے کہ کسی بندہ کے دل میں ایمان وحسد دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ [مسند احمد ۲/ ۳۴۰، سنن نسائی دیگر کتب حدیث، صحیح الجامع: ۶۱۵۷]
مومن کا دل بغض سے بھی رک جاتا ہے اس لئے کہ بغض دین کو مونڈ دینے والی چیز ہے،

دین کو مونڈ دیتی ہے۔[صحیح سنن ترمذی: ۲۰۳۸]

مومن کا دل بخل سے رک جاتا ہے اس لئے کہ بخل اور ایمان بندے کے دل میں کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔[مسند احمد ۲/ ۳۴۲، سنن نسائی، حاکم، صحیح الجامع برقم ۷۶۱۷]

مومن کا دل غلط تفکرات سے رک جاتا ہے اور ہر اس چیز سے رک جاتا ہے جو ایمان کے شایانِ شان نہیں ہوتی۔[فیض الرحیم الرحمن ص ۱۷۶، توجیہات للصائمین والصائمات ص ۲۰-۲۱]

آنکھ کا روزہ

روزہ دار کی آنکھ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کی طرف دیکھنے سے رک جائے وہ اس طرح کہ وہ اپنی آنکھوں کو حرام کی طرف دیکھنے سے محفوظ کر لے، بے حیائیوں کے دیکھنے سے روک لے، جیسے کہ گندی فلمیں اور گندے ڈرامے وغیرہ دیکھنا، جب کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ مومن مردوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

﴿قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ﴾ [النور:۳۰]

”مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں، یہی ان کے لئے پاکیزگی ہے“۔

اور مومن عورتوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

﴿وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ﴾ [النور:۳۱]

”اور مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں“۔

● کان کا روزہ:

کان کا روزہ یہ ہے روزہ دار کا کان بیہودہ اور گندی باتوں کے سننے سے رکا رہے۔

ایسے گانے سننے سے رکا رہے جو رذالت اور برے مقصد کی طرف بلاتے ہیں۔

غیبت چغلی اور جھوٹ سننے سے رکا رہے، اللہ رب العالمین کے غیظ وغضب کو دعوت دینے والی باتوں اور اس کی حرام کردہ چیزوں کو سننے سے رکا رہے۔

شیطانی باجے گاجے سننے کے بجائے کلام الٰہی سن کر خوش ہو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جب جن وانس کو قیامت کے دن جمع کرے گا تو ان سے کان کے بارے میں بھی سوال ہوگا، فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّ ٱلسَّمْعَ وَٱلْبَصَرَ وَٱلْفُؤَادَ كُلُّ أُوْلَـٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔولًا﴾ [الاسراء:۳۶]

"کیوں کہ کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک کے بارے میں پوچھ گچھ کی جانے والی ہے"۔

● **پیٹ کا روزہ:**

پیٹ کا روزہ یہ ہے کہ پیٹ حرام کھانے سے رک جائے، نہ حرام کمائی سے سحری کھائے، اور نہ ہی حرام کمائی سے روزہ افطار کرے، سود، رشوت اور یتیم کے مال کو نہ کھائے، اور نہ حرام کمائی کرے اس لئے کہ جس نے پیٹ میں حرام داخل کیا تو اس کا کھانا بھی حرام ہے اور پینا بھی حرام ہے، لہٰذا اس کی کوئی دعا قبول نہ ہوگی اللہ سبحانہ وتعالیٰ حکم دیتا ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُلُواْ مِن طَيِّبَـٰتِ مَا رَزَقْنَـٰكُمْ وَٱشْكُرُواْ لِلَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ﴾ [البقرۃ:۱۷۲]

"اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں دے رکھی ہیں، انہیں کھاؤ، پیو اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرو، اگر تم خاص اسی کی عبادت کرتے ہو"۔

● **ہاتھوں اور پاؤں کا روزہ:**

روزہ دار کو چاہیے کہ اس کا ہاتھ حرام لینے، حرام پکڑنے، اور حرام چھونے سے رکا رہے، جیسے کہ ایسی عورت کو چھونا جو اس کے لئے حلال نہیں ہے۔ [اللجنۃ الدائمۃ فتاوی اسلامیہ: ج ۲/ ۱۲۰]

اس کا ہاتھ لوگوں پر زیادتی کرنے سے رکا رہے، جیسے ظلم وزیادتی، مکر وفریب مار دھاڑ،

سودی معاملات رشوت، چوری، دھوکا دہی کے ذریعہ مال و دولت حاصل کرنا۔

اسی طرح اپنے پاؤں کو بھی روزہ رکھائے اور پاؤں کا روزہ یہ ہے اللہ کو ناراض کرنے کے لئے جانے اور اس کی نافرمانی کے لئے چلنے سے اس کو روکے رکھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے، "جو شخص روزہ رکھ کر جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے" اور جھوٹا کام ہر حرام کام ہے، تو حاصل یہ نکلا روزہ دار کو چاہیے ہر قسم کے گناہ اور حرام اقوال و افعال سے باز رہے، تبھی تو اس کا روزہ اس کے لئے فائدہ مند ثابت ہوگا ورنہ نہیں۔

- **مباحاتِ روزہ:**

[مباحات روزہ سے مراد وہ امور ہیں جن کا حالتِ روزہ میں کرنا یا ہونا جائز ہے]

مباحاتِ روزہ حسبِ ذیل ہیں:

- **مسواک کرنا:**

روزہ دار اور غیر روزہ دار کے لئے دن کے کسی بھی وقت میں مسواک کرنا سنت ہے، خواہ اسے دن کے پہلے حصہ میں کرے یا آخری حصہ میں کرے، کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

"السِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ".

"مسواک سے منھ صاف ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے"۔

نیز آپ کا فرمان ہے:

"لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ".

"اگر میری امت پر دشوار نہ گزرتا تو میں ہر نماز کے وقت انہیں مسواک کرنے کا حکم دیتا"۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے ''مع کل وضوء'' کہ ہر وضو کے ساتھ مسواک کا حکم دیتا''
امام طبرانی نے سندِ جید کے ساتھ عبدالرحمٰن بن غنم سے ایک روایت نقل کی ہے کہ میں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا میں روزے کی حالت میں مسواک کروں، انہوں نے کہا اچھی بات ہے، میں نے عرض کیا دن کے کس حصہ میں کروں؟ انہوں نے کہا صبح وشام، میں نے کہا شام کے وقت لوگ مسواک کرنا اچھا نہیں سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ محبوب ہے تو انہوں نے کہا سبحان اللہ! آپ نے تو انہیں مسواک کرنے کا حکم دیا، یہ حکم نہیں دیا کہ جان بوجھ کر اپنے منھ کو بدبودار رکھیں، اس میں کچھ بھی بھلائی نہیں، بلکہ اس میں برائی ہے۔[ارواء الغلیل: ج۱/ ۱۰۶]

لیکن جب مسواک کا مزہ اور اثر تھوک میں آجائے تو روزہ دار کو چاہیے کہ تھوک اور ذائقہ نہ نگلے۔[فتاوی الصیام لابن عثیمین: جمع وترتیب محمد المسند]

اور اس مسواک کے استعمال سے گریز کرے جس کا مادہ تحلیل ہو جاتا ہو جیسے سبز مسواک اور جو مزہ اس کے ساتھ باہر سے بڑھا دیا جائے جیسے لیموں اور پودینہ، منھ کے اندر مسواک کے جو ذرے رہ گئے ہوں انہیں نکال دے، اور جان بوجھ کر اسے نگلنا نہیں چاہیے ہاں اگر بغیر ارادہ کے اندر چلے جائیں تو روزہ دار پر کچھ حرج نہیں ہے۔[۷۰ مسئلۃ فی الصیام برقم ۵۷]

اور بہتر یہ ہے کہ دن میں ٹوتھ پیسٹ [منجن وغیرہ] استعمال کرنے کے بجائے رات میں استعمال کرے، اس لئے کہ ٹوتھ پیسٹ کے اندر اس قدر گہری تاثیر ہوتی ہے جس کے حلق یا معدہ تک پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے اس بات کی بنیاد یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا ''ناک میں خوب پانی ڈالو الا یہ کہ تم روزے سے ہو''۔[مسند احمد: ج ۴/ ۳۳، سنن ابوداؤد، حدیث: ۱۴۲، ترمذی، نسائی]

بہتر یہی ہے کہ روزہ دار ٹوتھ پیسٹ استعمال نہ کرے ویسے اس مسئلہ میں وسعت و گنجائش ہے، لیکن اگر افطاری کے بعد اسے استعمال کرلیا جائے تو آدمی اس چیز سے بچ سکتا ہے جس سے روزہ ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہوسکتا ہے۔ [سنن ابی داؤد حدیث: ۱۴۲، سنن ترمذی حدیث ۶۳۱]

البتہ نشہ آور پیسٹ [منجن] یا وہ پیسٹ اور منجن جو انسانی سر کو چکرا دے اور جس سے انسان بیہوش ہو جائے تو اس کا استعمال نہ روزہ کی حالت میں درست ہے اور نہ غیر روزہ کی حالت میں، اس لئے کہ اس کا استعمال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان میں شامل ہے "کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے"۔ [فتاوی الصیام: جمع وترتیب المسند ص ۴۳]

اور اگر مسوڑھے میں زخم ہو یا مسواک کی وجہ سے خون بہہ جائے تو اس خون کا نگلنا جائز نہیں، بلکہ اس کا نکالنا ضروری ہے اگر غیر اختیاری طور پر حلق میں چلا جائے تو روزہ دار پر کچھ نہیں ہے۔ [فتاوی الصیام لابن عثیمین ص ۳۹، ۷۰ مسالۃ فی الصیام ۵۳]

● سرمہ لگانے اور کان میں قطرے ڈالنے کا حکم:

روزہ کی حالت میں آنکھ میں سرمہ لگانا اور آنکھ اور کان میں دوا ڈالنا جائز ہے، خواہ سرمہ یا قطروں کا ذائقہ، روزہ دار اپنے حلق میں محسوس کرے، بعض علماء کے نزدیک اس روزے کی قضا کرنے میں زیادہ احتیاط ہے، آنکھ اور کان کھانے اور پینے کے راستے نہیں، اس لئے کہ سرمے یا قطروں کو عرفِ عام میں اور نہ ہی شرع میں کھانا پینا کہا جاتا ہے، لیکن اگر آنکھ میں سرمہ اور کان میں دوا ڈالنے کو رات تک کے لئے موخر کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ روزہ کی حالت میں سرمہ لگاتے تھے"۔ [الشرح الممتع: ج ۶/ ۳۸۰، ۳۸۲، صحیح الجامع برقم ۴۵۵۰]

البتہ ناک میں قطرے ڈالنا جائز نہیں، اس لئے کہ ناک کھانے اور پینے کا راستہ شمار ہوتا

ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم وضو کرتے ہوئے ناک میں پانی دو تو اس میں مبالغہ کیا کرو الا یہ کہ تم روزے سے ہو"۔[صحیح سنن ابو داؤد حدیث:۲۰۸۲]

جن علماؤں نے کہا ہے کہ روزہ کی حالت میں آنکھ میں سرمہ اور کان میں دوائی ڈالنے سے روزہ دار اگر اپنے حلق کے اندر مزہ محسوس کرے تو اسے چاہیے کہ بعد میں اس روزہ کی قضا کر لے، انہوں نے مذکورہ بالا حدیث اور اس مفہوم کی دیگر حدیثوں سے استدلال کیا ہے۔

- **پاخانے کے راستے دوا دینا؟**

سخت بخار کے وقت پاخانے کے راستے سے دوا پہنچانا روزہ دار کے لئے جائز و مباح ہے، اسی طرح بیمار آدمی کا درجہ حرارت معلوم کرنے کے لئے اس کے دبر میں تھرمامیٹر یا اس جیسی کوئی دوسری چیز ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اس لئے کہ اسے کھانا پینا نہیں کہا جاتا۔[مصدر سابق]

- **پیٹ میں انڈوس کوپی داخل کرنے کا حکم:**

روزہ کی حالت میں پیٹ میں انڈوس کوپی داخل کرنا جائز ہے یہ روزہ کے لئے نقصان دہ نہیں، الا یہ کہ اس انڈوس کوپی میں تیل ہو جو اس کے ذریعہ معدہ تک پہنچتا ہو تو پھر روزہ ٹوٹ جائے گا، فرض روزہ میں اس کا استعمال جائز نہیں ہے الا یہ کہ اس کے استعمال کی فوری ضرورت درپیش ہو۔[الشرح الممتع ج۶/ ۳۸۳، ۳۸۴]

- **جسم پر کوئی چیز لگانا؟**

روزہ دار اپنے جسم پر پاؤڈر یا مرہم مل سکتا ہے، اسلئے کہ یہ پیٹ تک نہیں پہنچتا، اسی طرح ضرورت کے وقت جلد پر تیل یا کریم کی مالش کرنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، کیوں کہ تیل کھال کے ظاہری حصہ کو تر کرتا ہے، اور جسم کے اندر اثر انداز نہیں ہوتا، اگر یہ مان لیا جائے

کہ تیل مسام [وہ سوراخ جہاں سے پسینہ نکلتا ہے] کے اندر پہنچ جاتا ہے پھر بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا، روزہ کی حالت میں ہاتھوں یا بالوں میں مہندی لگانے سے بھی روزہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے اور نہ روزہ دار پر کوئی اثر پڑتا ہے"۔[فتاوی مہمۃ تتعلق بالصیام ص ۲۸، فتاوی اسلامیہ ج ۲/ ۱۲۷]

● میاں بیوی کی خوش طبعی کا حکم:

جو شخص اپنے نفس پر قابو رکھ سکتا ہو اس کے لئے بیوی کا بوسہ لینا جائز ہے مکروہ نہیں، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا کرتے تھے اور بغلگیر ہو جایا کرتے تھے، مگر آپ اپنی شہوت پر سب سے زیادہ قابو رکھنے والے تھے، ایک روایت میں ہے کہ آپ رمضان میں بوسہ لیا کرتے تھے، اور آپ روزے سے ہوتے تھے، ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ روزہ کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے بوسہ لیا کرتے تھے، اور آپ روزے سے ہوتے اور میں بھی روزے سے ہوتی"۔[سنن ابی داؤد حدیث: ۲۳۸۴، ابن ابی شیبہ ۹۳۹۷]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا بوسہ لیا کرتے تھے حالانکہ آپ روزے سے ہوتے تھے"۔[صحیح مسلم حدیث: ۱۱۰۸]

اس طرح کا ایک قول حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔[صحیح مسلم حدیث: ۱۱۰۷]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن میرا جی چاہا اور میں نے روزہ کی حالت میں بیوی کا بوسہ لے لیا، میں نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے آج بہت بڑا کام کر لیا ہے یعنی میں نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اچھا بتاؤ اگر تم روزہ کی حالت میں کلی کرو تو پھر؟ میں نے عرض کیا کلی میں کیا حرج ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر پریشانی کیا

ہے؟"۔[مسند احمد ج ۲۱/۱، ۵۲، سنن ابوداؤد دیگر کتب حدیث]

اگر روزہ دار کو بوسہ لینے کی وجہ سے انزالِ منی یا جماع تک پہنچنے کا اندیشہ ہو کہ اسے اپنی خواہش پر کنٹرول نہیں، اس وقت سدِ ذریعہ کی خاطر اور روزہ کو خراب ہونے سے بچانے کے پیش نظر بیوی کا بوسہ لینا حرام ہوگا، اور اس مسئلہ میں جوان اور بوڑھے کے درمیان کوئی فرق نہیں، جب کہ شہوانی جذبہ دونوں میں برابر ہو، لہذا شہوت کے ابھرنے اور انزال کے خطرہ کا اعتبار ہوگا، اگر جوان اور طاقت ور بوڑھے کی شہوت جذبات میں آجائے تو اپنی بیوی کا بوسہ لینا حرام ہے، اور اگر کمزور جوان و بوڑھے کی شہوت بیدار نہ ہو یا انہیں اپنی خواہش پر کنٹرول حاصل ہو تو ان کے لئے بوسہ لینا مکروہ نہیں، ان دونوں کے درمیان فارق شہوت و عدم شہوت ہے، جب کہ بوڑھے آدمی کی شہوت غالباً جوان آدمی کے برعکس ٹھنڈی ہوتی ہے۔

بہتر یہی ہے کہ جوان اور بوڑھے روزے کی حالت میں بیوی کا بوسہ نہ لیں، اس لئے کہ جو شخص چراگاہ کے قریب جائے گا بہت ممکن ہے کہ وہ اس میں داخل ہو جائے، اس لئے اگر رات تک صبر کر لیا جائے تو روزہ دار کے لئے بہتر ہے، اور رات قریب بھی ہے اور لمبی بھی، والحمدللہ، فرمانِ الٰہی ہے:

﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ ٱلصِّيَامِ ٱلرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ﴾ [البقرۃ:۱۸۷]

"روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا تمہارے لئے حلال کیا گیا، وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو"۔

اور بوسہ چاہے رخسار یا منہ پر لے یا ان کے علاوہ کسی اور جگہ پر، اسی طرح بوسہ کے علاوہ دوسرے کام بھی محرکاتِ شہوت میں سے ہیں مثلاً لپٹنا ہے اور ہاتھ ملانا اور گلے ملنا یہ بھی بوسہ کی مانند ہیں اور اس میں کوئی فرق نہیں، ان چیزوں کی وجہ سے اگر مذی نکل جائے تو روزہ

کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اگر ایک مرتبہ عورت کو دیکھنے سے انزال ہو جائے یا مذی نکل جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے عموم کی وجہ سے آپ نے فرمایا:

”لَك الأولَى وَلَيْسَت لَك الثَّانِيَة“.

”تمہارے لئے پہلی نظر معاف ہے، دوسری نظر معاف نہیں ہے“۔[سنن ابو داؤد برقم ۲۱۴۷، ابن ماجہ، و دیگر کتب حدیث]

اس طرح جلدی انزال ہو جانا معذور ہونے کی دلیل ہے، اگر بار بار دیکھنے سے مذی نکل جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر بار بار دیکھنے سے انزال ہو جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا، البتہ سوچنے کی وجہ سے منی یا مذی خارج ہو جائے تو اس سے روزہ باطل نہیں ہوگا اور اس کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عمومی فرمان ہے:

”إِنَّ الله تَجَاوَزَ لي عَنْ أُمَّتي مَا وَسْوَسَتْ بِهِ صُدورهُا ما لمْ تعْمَلْ، أَوْ تتكَلَّمْ “.

”اللہ نے میری وجہ سے میری امت کے ان وسوسوں کو جو ان کے سینہ میں پیدا ہوتے ہیں درگذر فرما دیا ہے جب تک کہ وہ ان وسوسوں پر عمل یا بات نہ کر دے“۔[صحیح بخاری حدیث: ۲۵۲۸، صحیح مسلم حدیث: ۱۲۷]

● پچھنے لگانے کا حکم:

حجامت: مشین یا کسی دوسرے ذریعہ سے جسم سے فاسد خون نکالنا، چاہے یہ خون پاؤں سے نکالا جائے یا سر سے اور چاہے منہ سے چوس کر نکالا جائے یا کسی اور چیز سے۔

پچھنا لگانے والے کے روزے میں فقہاء کا اختلاف ہے، کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ".

"پچھنا لگانے والے اور پچھنا لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا"۔[مسند احمد، ابوداؤد حدیث: ۲۳۶۹، دیگر کتب حدیث]

اس کے برعکس یہ بھی ثابت ہے کہ: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ کی حالت میں پچھنا لگوایا"۔[صحیح بخاری حدیث:۱۹۳۸]

نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لَا يُفْطِرُ مَنْ قَاءَ، وَلَا مَنِ احْتَلَمَ، وَلَا مَنِ احْتَجَمَ".

"قئے کرنے والے، محتلم جسے احتلام ہو جائے اور پچھنا لگانے والے کا روزہ نہیں ٹوٹتا"۔[سنن ابی داؤد، صحیح الجامع حدیث ۷۷۴۲]

اور بعض علماء کہتے ہیں کہ حدیث "أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ". معارض حدیثوں کے لئے ناسخ ہے بلکہ بعض محققین نے اس حدیث کو منسوخ کہا ہے، اور اس کے منسوخ ہونے کی سب سے مضبوط دلیل حضرت انس والی حدیث ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ شروع میں ہمیں روزہ دار کے لئے حجامت مکروہ قرار دی گئی، ہوا یوں کہ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے پچھنا لگوایا اور وہ روزے سے تھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے پاس سے گزرے تو فرمایا ان دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ دار کے لئے حجامت کی رخصت دیدی اور حضرت انس روزے کی حالت میں پچھنا لگواتے تھے"۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کیا آپ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں روزہ دار کے لئے پچھنا لگوانے کو ناپسند کرتے تھے؟ انہوں نے کہا نہیں الا یہ کہ اس کی وجہ سے کمزوری آجائے" اس حدیث کے منسوخ ہونے کی ایک دلیل حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ دار کو بوسہ لینے اور پچھنا لگانے کی

رخصت دی ہے"۔[طبرانی، دارقطنی، دیکھئے ارواء الغلیل ج ۴/ ۷۲]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے روزہ دار کے پچھنا لگانے کے سلسلہ میں فرمایا کہ روزہ جسم کے اندر کسی چیز کے داخل ہونے سے ٹوٹتا ہے، نہ کہ خارج ہونے سے"۔[ارواء الغلیل ج ۴/ ۷۵]

علامہ ابنِ حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"پچھنا لگانے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا" یہ حدیث صحیح ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں ہے، لیکن ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ والی حدیث کو ہم نے زیادہ صحیح پایا جس میں ہے کہ آپ نے روزہ رکھنے والے کو حجامت کی رخصت دی ہے، اور اس کی سند بھی صحیح ہے، اس لئے اسی حدیث پر عمل کرنا ضروری ہے، کیوں کہ آپ نے حجامت سے روکنے کے بعد رخصت دی تھی، اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حجامت سے روزہ ٹوٹ جانے والی روایت منسوخ ہے، چاہے پچھنا لگانے والا ہو یا لگوانے والا ہو"۔

تو راجح بات یہی ہے کہ حجامت روزہ نہیں توڑتی، پھر بھی بہتر بات یہی ہے کہ روزہ دار اختلاف سے بچنے کی خاطر روزہ کی حالت میں حجامت نہ لگوائے، اور جسمانی کمزوری کا شکار نہ ہو اور نہ ہی پچھنا لگانے والے کے حلق میں خون داخل ہوکر روزہ توڑ دے، اور اگر حجامت کروانے کی ضرورت ہو تو اسے رات میں کرلے، اور یہ حاجم و محجوم [پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے] دونوں کے لئے افضل ہے"۔[احکام الصوم والاعتکاف ص ۱۳۶]

● نشتر لگانے اور نکسیر کا حکم:

حجامت کی طرح فصد [نشتر] لگانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، روزہ دار کے ارادہ کے بغیر از خود نکسیر پھوٹ جائے تو اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، اس سلسلہ میں کوئی دلیل وارد نہیں اور نہ ہی انسان کا اس میں کوئی اختیار ہے، اور اگر خون کسی انسان کے ارادے سے نکلے جیسے کہ

حجامت، اگر انسان کے سر یا جسم پر پتھر لگنے سے خون بہہ پڑے تو اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔[مجلة البحوث الاسلامیہ ۳۰، ۱۲۶]

● ٹیسٹ کے لئے خون نکلوانا؟

روزہ دار کے لئے روزہ کی حالت میں چیک اپ کے لئے خون نکلوانا جائز ہے، اس سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔[رسالتان موجزتان فی الزکاة والصیام ص ۲٤]

● خون کا عطیہ دینا؟

روزہ دار کے لئے جائز ہے اپنا خون نکلوا کر کسی مریض کو دیں، یہ بھی پچھنا لگوانے کی طرح ہے اور اس کی وجہ سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔[احکام الصوم والاعتکاف ص ۱۳۸]

● دانت اکھڑوانا؟

روزہ دار اگر اپنے دانتوں میں تکلیف محسوس کرے تو اس کے لئے دانتوں کی صفائی کروانا اور اس کو طبی مواد سے بھرنا اور اکھڑوانا جائز ہے، البتہ یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ دوا یا خون اندر نہ جائے۔[ابن باز" فتاویٰ مہمہ تتعلق بالصیام" ص ۲۹]

● گردے دھلوانا؟

روزہ دار کے لئے گردے دھلوانا جائز ہے، اس عمل میں پہلے خون نکالا جاتا ہے اور صاف کر کے واپس کر دیا جاتا ہے۔[فتاوی الشیخ ابن عثیمین، دیکھئے ۷ مسئلة فی الصیام س: ٤٣]

● غیر مغذی ٹیکہ لگوانے کا حکم؟

روزہ دار کے لئے وہ انجکشن جو غذا کا بدل نہ ہو اور علاج کی غرض سے لگایا جائے جائز ہے، جیسے پنسلین، انسولین، یا جسم کو چست بنانے یا وبائی امراض کے انجکشن، اس انجکشن سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا، چاہے انجکشن پٹھوں میں لگایا جائے یا رگوں میں لگوایا جائے، اس کے باوجود اگر انجکشن کو رات تک ملتوی کر دیا جائے تو بہتر اور احتیاط کا تقاضا ہے، کیوں

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

"شک میں مبتلا کرنے والی چیزوں کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو اختیار کرو جو شک وشبہ سے بلند وبالا ہوں"۔[سنن الترمذی:۲۵۱۸]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے: "جو شبہوں سے بچ گیا اس نے اپنے دین وآبرو کو بچا لیا"۔[صحیح بخاری:۵۲،صحیح مسلم:۱۵۹۹]

● زخموں کا علاج کروانا؟

روزہ دار کے لئے دواؤں کے ذریعہ زخم کا علاج کروانا جائز ہے چاہے جائفہ [ایسا زخم جو پیٹ تک پہنچ جائے] یا مامومہ [جس کا سر کچل دیا گیا ہو] کا علاج ہو، اس لئے کہ اسے کھانا پینا نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی بنفسِ نفیس وہ دوا پیٹ تک پہنچتی ہے۔[احکام الصوم والاعتکاف ص ۱۳۰]

● سر منڈانے کا حکم؟

روزہ دار کے لئے سر اور زیرِ ناف بال کا مونڈنا جائز ہے خواہ سر اور زیرِ ناف بال مونڈنے کے دوران خون نکل آئے، اس سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا البتہ داڑھی مونڈنا حرام ہے چاہے روزہ کی حالت میں منڈائی جائے یا غیر روزہ کی حالت میں۔[اللجنۃ الدائمۃ: مجلۃ البحوث الاسلامیہ ۱۹/۱۶۵]

● کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا حکم؟

روزہ دار کے لئے ہونٹوں کو پانی سے تر کرنا جائز ہے اگر اس کے ہونٹ خشک ہو جائیں، بغیر غرارے کے کلی کرنا بھی جائز ہے اگر اس کا منہ خشک ہو جائے، اور اگر کلی کرنے کے بعد سارا پانی نکال دے تو منہ کے اندر باقی شدہ تراوٹ اور رطوبت سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں۔[اتحاف اہل الاسلام ص ۷۰،۲٤ مسئلۃ فی الصیام س ۵۳]

روزہ دار کے لئے ضرورت کے وقت دوائی کا غرارہ کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ اس کو نگلنے سے احتیاط کرے اور بہتر یہی ہے کہ روزہ کی حالت میں دوا کا غرارہ نہ کیا کرے، رات کو غرارہ کرلے، اسی طرح ناک میں پانی ڈالنا بھی جائز ہے، البتہ ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ نہ کرے اس میں اندیشہ ہے کہ پانی حلق تک پہنچ جائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

"وَبَالغ فِي الاِسْتِنْشَاق إِلَّا أَن تكون صَائِما".

"ناک میں اچھی طرح پانی ڈالوالا یہ کہ تمہارا روزہ ہو"۔ [سنن ابی داود حدیث: ۱۴۲؛ سنن ترمذی حدیث ۶۳۱]

اور اگر کلی کرتے اور ناک میں پانی ڈالتے وقت غیر ارادی طور پر پانی پیٹ میں چلا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا اس لئے کہ اس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَآ أَخْطَأْتُم بِهِۦ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ﴾ [الاحزاب:۵]

"تم سے بھول چوک میں جو کچھ ہو جائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں، البتہ گناہ وہ ہے جس کا تم ارادہ دل سے کرو"۔

● خوشبو سونگھنے کا حکم؟

روزہ کی حالت میں خوشبو لگانا اور خوشبو سونگھنا جائز ہے، مگر عود کی دھونی نہ سونگھے، اس لئے کہ اس کا جرم ہوتا ہے جو کہ معدے تک پہنچ جاتا ہے اور وہ ہے دھواں۔ [فتاوی الصیام: جمع وترتیب المسند ص ۴۳]

● بخاخ [اسپرے] لینے کا حکم؟

دمہ وغیرہ کے مریض کے لئے روزہ کی حالت میں بخاخ [اسپرے] استعمال کرنے کی اجازت سخت مجبوری کی حالت میں ہے، ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ﴾ [الانعام:۱۱۹]

”حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان سب چیزوں کی تفصیل بتادی ہے جن کو تم پر حرام کیا ہے مگر وہ بھی جب تم کو سخت ضرورت پڑ جائے تو حلال ہے“۔

تو اس کے استعمال سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیوں کہ یہ معدہ تک نہیں پہنچتی، بلکہ پھیپھڑے تک پہنچتی ہے اور دمہ میں مفید ہوتی ہے۔

اور اس لئے بھی بخاخ [اسپرے] کا استعمال جائز ہے کہ یہ کھانے کے قبیل سے نہیں ہے۔[مجلة البحوث الاسلامیه ۳۰،۱۱۲]

وہ مباحات جن سے روزے میں بچنا ممکن نہ ہو جیسے:

❶ بلغم اور تھوک نگلنا:

نخامہ یا نخاعہ وہ گاڑھا بلغم جو کبھی سینہ کے راستہ سے آتا ہے اور کبھی سر کے راستہ سے، روزہ دار کے لئے ضروری ہے کہ وہ بلغم کو تھوک دے اور اس کو نہ نگلے کیوں کہ وہ ناپسندیدہ چیز ہے، اور بسا اوقات اس کو نگلنا بہت سی بیماریوں کا سبب بن سکتا ہے بلکہ اس کو نگلنے میں انسانی جسم کے لئے ضرر ہے لیکن اگر اس کو روزہ دار نگل لے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ تھوک کو نگلنے میں کوئی حرج نہیں، کیوں کہ یہ روزہ دار کو نقصان نہیں پہنچاتا، حتی کہ اذان فجر کے وقت پانی پینے کے بعد جو تھوک منہ میں رہ جائے اس کا تھوکنا ضروری نہیں، کیوں کہ ہم جانتے ہیں کہ صحابہ میں سے کسی سے یہ بات معروف نہیں کہ انسان جب طلوعِ فجر کے وقت پانی پیئے تو اسے تھوک دے، یہاں تک کہ پانی کا مزہ ختم ہو جائے، بلکہ یہ ان چیزوں میں سے ہے جن کے بارے میں شریعت نے گنجائش رکھی ہے، لیکن اگر مزہ باقی رہ جائے جیسے کھجور کی مٹھاس یا اس جیسی دوسری چیز کی مٹھاس تو روزہ دار کے لئے ضروری ہے کہ اسے تھوک دے اور نگلے نہیں۔[الشرح الممتع ۶/۴۲۷-۴۲۸]

❷ راستہ کا گرد وغبار:

اڑ کر پیٹ میں چلا جائے، تو اس سے روزہ دار کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا، اسی طرح آٹے کی ذرات کام کرنے والے یا آٹا پیسنے کی دکان میں داخل ہونے والے کی پیٹ میں چلے جائیں تو اس سے روزہ دار کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور اگر دانتوں میں پھنسی ہوئی چیز کو بغیر قصد کے نگل لے، یا دانتوں میں پھنسی ہوئی چیز تھوڑی مقدار میں ہو جس میں تمیز کرنا دشوار ہو تو وہ تھوک کے حکم میں ہے اور ان سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر زیادہ مقدار میں ہو اور اس کا پھینکنا ممکن بھی ہو، تو اس کو پھینک دے تو کوئی حرج نہیں، اور اگر اس کو عمداً نگل لے تو روزہ باطل ہو جائے گا۔[۷۰ مسئلۃ فی الصیام ص:۵۳]

● کھانا چکھنا:

روزہ دار کے لئے بوقت ضرورت کھانا چکھنا جائز ہے تاکہ مٹھاس اور نمک کی مقدار کو معلوم کیا جا سکے، اسی طرح اگر خریدتے وقت کسی چیز کو چکھنے کی ضرورت پیش ہو تو اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے: **"لا بأس أن يذوق الخل والشيء يريد شراءه"**. "اگر خریدنے کا ارادہ ہو تو سرکہ یا کسی دوسری چیز کا ذائقہ چکھنے میں کوئی حرج نہیں"۔[ارواء الغلیل حدیث:۹۳۷]

اسی طرح ماں کے لئے جائز ہے کہ بحالتِ روزہ وہ کھانا چبا کر اپنے بچے کو دے اگر کوئی دوسرا فرد نہ ہو، یہ ساری چیزیں اس شرط کے ساتھ جائز ہیں کہ روزہ دار کے پیٹ میں کوئی چیز نہ جائے، زبان سے اس کا ذائقہ معلوم کر لے اور دانتوں سے صرف چبانے پر اکتفا کرے پھر اس کو منہ سے باہر نکال دے۔[فتاوی اسلامیہ ج ۲/ ۱۲۸]

روزہ دار کے لئے صبح صادق تک کھانا پینا اور اپنی بیوی سے ہمبستری کرنا جائز ہے، جب صبح صادق ہو جائے اور روزہ دار کے منہ میں کھانا ہو تو ضروری ہے کہ اس کو باہر نکال دے

[اس مسئلہ میں اختلافی اقوال کا ذکر ہو چکا] یا طلوعِ فجر کے وقت جماع کر رہا تھا تو اس کے لئے بیوی سے دور ہونا ضروری ہے، اگر وہ منہ میں بچے ہوئے کھانے کو پھینک دے اور جماع سے ہٹ جائے تو اس کا روزہ صحیح ہوگا، اور اگر منہ میں جمع کئے ہوئے کھانے یا پانی کو اپنے ارادے سے نگل لے یا جماع کرتا رہے تو اس کا روزہ صحیح نہیں، نبی علیہ السلام کا فرمان ہے:

”إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ“.

”حضرت بلال ؓ رات کو اذان دیتے ہیں تو تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ عبداللہ بن ام مکتوم ؓ اذان دیدیں“۔[صحیح بخاری حدیث ۱۹۲۵،صحیح مسلم حدیث ۱۱۰۹]

روزہ دار کے لئے جائز ہے کہ وہ روزہ کی نیت کر کے سحری کھائے اور جنابت کی حالت میں صبح کرے، جیسا کہ حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنابت کی حالت میں صبح کرتے تھے، پھر غسل فرماتے اور روزے سے رہتے“۔[صحیح بخاری حدیث ۱۹۲۵،صحیح مسلم حدیث ۱۱۰۹]

اس لئے کہ جب طلوعِ صبح صادق تک بیوی سے مباشرت کی اجازت دی گئی پھر روزے کا حکم دیا گیا، یہ اس بات پر دلیل ہے کہ روزہ دار کے لئے جنابت کی حالت میں صبح کرنا جائز ہے، اسی طرح اگر حیض ونفاس والی عورت کا خون رات کے وقت بند ہو جائے تو وہ دونوں غسل کو صبح تک موخر کر سکتی ہیں، اور روزہ کی حالت میں صبح کریں گی، پھر دونوں کو چاہئے کہ نماز کے لئے طہارت کر لیں، حیض ونفاس والی عورت اور جنبی کو جائز نہیں ہے کہ غسل کو طلوعِ آفتاب کے بعد یا ظہر تک موخر کر دیں بلکہ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ غسل کریں اور طلوعِ آفتاب سے پہلے نماز پڑھیں اور مرد کے لئے ضروری ہے غسل کرنے میں جلدی

کرے تا کہ فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پا سکے، اسی طرح اگر روزہ دار کو دن میں احتلام ہو جائے تو اس سے اس کا روزہ باطل نہیں گا اس لئے کہ یہ اس کے اختیار میں نہیں ہے البتہ اس پر غسلِ جنابت ضروری ہوگا، اگر فجر کی نماز کے بعد احتلام ہو اور نمازِ ظہر تک غسل کو موخر کر دے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔[فتاویٰ الصیام لابن باز: ۵۱]

روزہ دار کے لئے دن میں سونا جائز ہے، لیکن نماز بروقت اور با جماعت ہو، اس بارے میں کوتاہی جائز نہیں ہے، اور اس کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنے آپ کو خیر سے محروم رکھے، بلکہ اس کے لئے مناسب ہے کہ نماز، ذکر الٰہی، دعا اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہے یہاں تک کہ اس کے روزے میں مختلف قسم کی عبادتیں جمع ہو جائیں۔[فتاوی الصیام لابن عثیمین]

روزہ دار کے لئے روزہ رکھنے کے لئے کسی ایسے ملک کا سفر کرنا بھی جائز ہے جہاں ٹھنڈی پڑتی ہو اور جہاں دن چھوٹے ہوں۔[مجموع فتاوی الشیخ ابن عثیمین ج ۱/ ۵۰۶]

● روزے کی مکروہات:

علماء نے روزہ دار کے بعض اعمال کو مکروہ کہا ہے جن کے باعث اس کا روزہ خراب ہو سکتا ہے ان کی تفصیلات حسبِ ذیل ہیں:

❶ تھوک جمع کر کے نگلنا۔

❷ بلغم نگلنا۔

❸ مضبوط چیونگم چبانا۔

❹ کھانے کے اجزا کو دانتوں کے درمیان چھوڑے رکھنا۔

❺ بلا ضرورت کھانا چکھنا، اس اندیشے کے باوجود کہ کہیں کوئی چیز حلق تک نہ پہنچ جائے۔

❻ ایسی چیز سونگھنا جس کے حلق تک پہنچنے کا خطرہ ہو۔

❼ خواہشات کو ابھارنے والے کام کرنا جیسے بوسہ لینا اور چمٹانا۔

❽ ایسے کام کرنا جو تکمیلِ روزہ میں جسم میں کمزوری لائیں جیسے حجامت کروانا اور فصد لگوانا۔

❾ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا۔

❿ ٹوتھ پیسٹ کرنا۔

- **روزہ کا اجر وثواب کم کرنے والے کام درج ذیل ہیں:**

روزہ رکھ کر جھوٹی گواہی دینا، غیبت وچغلی کرنا، اور ہر قسم کی حرام بات کرنا، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ، وَالْعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ“.

”جو شخص جھوٹ بولنا اور برے عمل کرنا ترک نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑے رکھنے کی کوئی حاجت نہیں“۔[سنن ابی داوٗد، سنن ترمذی]

- **روزہ کے مبطلات ومفسدات:**

مفسداتِ روزہ[جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے] وہ دو طرح کی ہیں:

ایک وہ جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور صرف قضا لازم آتی ہیں، دوسرے وہ جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا وکفارہ دونوں لازم آتے ہیں۔

جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا وکفارہ دونوں لازم آتے ہیں درج ذیل ہیں:

❶ **جماع کرنا:** اور جماع یہ ہے کہ اپنا آلہ تناسل شرمگاہ میں داخل کر دے یا دو راستوں میں سے ایک راستہ میں اپنا حشفہ چھپا دے چاہے انزال ہو یا انزال نہ ہو، چنانچہ جو بھی روزہ دار جماع کرے گا اس کا روزہ باطل ہو جائے گا، اور اگر یہ کام رمضان میں دن کے

وقت ہوا اور روزہ رکھنا اس پر واجب تھا تو اس کے نتیجے میں پانچ کام اس پر لاگو ہوں گے:

(۱) گناہ جس سے توبہ کرنا ضروری ہے۔

(۲) روزے کا فاسد ہونا۔

(۳) باقی دن میں کھانے پینے سے رکے رہنا۔

(۴) اس دن کے روزے کی قضا کرنا۔

(۵) کفارہ مغلظہ لازم آنا، اور کفارہ مغلظہ یہ ہے: غلام آزاد کرنا، اگر غلام آزاد کرنا ممکن نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا، اور اگر ان کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکین کو کھانا کھلانا، اس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ ٱلصِّيَامِ ٱلرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ﴾ [البقرۃ:۱۸۷]

"روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا تمہارے لئے حلال کیا گیا، وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو"۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی آیا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول میں ہلاک ہو گیا، آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا میں نے روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے صحبت کر لی، آپ نے فرمایا: کیا تو ایک غلام آزاد کر سکتا ہے؟ اس نے کہا نہیں پھر آپ نے فرمایا کیا تو دو مہینوں کے مسلسل روزے رکھ سکتا ہے؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا کیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ اس نے کہا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھوڑی دیر رکے رہے، ہم ابھی اسی حالت میں بیٹھے تھے کہ آپ کی خدمت میں کھجوروں کا ایک بڑا ٹوکرا لایا گیا، آپ نے فرمایا مسئلہ پوچھنے والا کہاں ہیں؟ اس نے کہا میں حاضر ہوں، آپ نے فرمایا یہ [کھجوریں] لے جا اور صدقہ کر دے، اس نے کہا یہ صدقہ اپنے سے زیادہ محتاج لوگوں کو دوں؟ اس نے کہا اللہ کی

قسم! مدینہ کی ساری آبادی میں کوئی گھر میرے گھر والوں سے زیادہ محتاج نہیں، رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں نظر آنے لگیں، آپ نے فرمایا: جاؤ اپنے گھر والوں کو ہی کھلا دو"۔[صحیح بخاری حدیث: ۱۹۳، صحیح مسلم حدیث: ۱۱۱۱]

اور کفارہ ادا کرنا اس عورت پر بھی واجب ہے جس پر روزہ رکھنا فرض تھا اور اس کے شوہر نے رمضان میں دن کے وقت اس کی رضامندی سے جماع کیا، لیکن اگر وہ مجبور ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ بچنے کی کوشش کرے، تو اس پر کفارہ نہیں ہے، جو عورت اپنے شوہر کے متعلق جانتی ہو کہ وہ اپنے نفس پر قابو نہیں رکھ سکتا، تو وہ اپنے شوہر سے دور رہے اور رمضان کے دنوں میں بناؤ سنگار چھوڑ دے، اور مسلمان کے لئے مناسب یہی ہے کہ خطرے کی جگہوں سے بچے اور اگر اپنے اندر شہوت کا جوش پائے تو رمضان کے دنوں میں اپنی بیوی سے مکمل دور رہے، اس لئے کہ ہر ممنوع چیز انسان کو مرغوب ہوتی ہے۔[الشرح الممتع ج۶/ ۴۱۵]

اور اگر رمضان کے روزے کی قضاء کے دوران جماع کرے تو اس پر کفارہ نہیں اور نہ ہی اس پر باقی دن میں کھانے پینے سے رکنا لازم ہے، البتہ اس پر گناہ ہوگا اس لئے کہ اس نے واجب روزے کو فاسد کر دیا۔[الشرح الممتع ج۶/ ۴۱۳]

اور جب مسافر حالتِ سفر میں بیوی سے جماع کرلے تو اس پر صرف روزے کی قضا ہے اور امساک اس پر لازم نہیں ہے اس لئے کہ وہ سفر میں ہے، اور مسافر کے لئے حالتِ سفر میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے، اسی طرح اگر کوئی بیمار روزہ دار جماع کرلے جب کہ اس کے لئے بیماری کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہو، لیکن وہ تکلف کرتے ہوئے روزہ رکھ لے اور پھر وہ بیوی سے جو اسی دن حیض سے پاک ہوئی تھی جماع کرلے، تو اس پر صرف اسی دن کی قضا ہے۔[الشرح الممتع ج۶/ ۴۱۳]

اور اگر وہ شخص جن کا روزے کے بارے میں عذر زائل ہو چکا ہو رمضان میں دن کے

وقت جماع کر لے تو اس پر کوئی کفارہ نہیں، اگر کوئی مسافر بحالتِ افطار اپنے گھر اسی دن پہنچے کہ جس دن اس کی بیوی حیض سے پاک ہوئی تھی تو اس کے لئے راجح قول کے مطابق اپنی بیوی سے جماع کرنا جائز ہے اور نہ مرد پر کوئی گناہ ہے اور نہ عورت پر، اس لئے کہ وہ دن ان کے حق میں لائقِ احترام نہیں، اس لئے کہ شارع نے ان دونوں کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے۔[الشرح الممتع ج۶/۴۲۱]

اور اگر صحت مند آدمی روزہ رکھ کر جماع کر لے پھر دن میں کسی وقت بیمار ہو جائے اور ایسی بیماری لاحق ہو جس میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہو تو اس پر کفارہ لازم آئے گا باوجود یکہ اسے دن کے دوسرے حصے میں افطار کی اجازت تھی، لیکن مجامعت کے وقت اسے افطار کی اجازت نہ تھی اسی طرح جو شخص دن کے ابتدائی وقت میں مجامعت کر لے پھر دن میں کسی وقت سفر کر لے تو اس کے لئے افطار کی اجازت ہے، اور کفارہ اس پر لازم آئے گا، اس لئے کہ اس نے افطار کی رخصت سے پہلے موسمِ رمضان کے احترام کی بے حرمتی کی۔[الشرح الممتع ج۶/۴۲۱]

اگر بیوی سے مجامعت کا ارادہ کیا پہلے کھا کر اس نے اپنا روزہ توڑ لیا تو اس کا گناہ اور زیادہ سخت ہے، اس لئے کہ اس نے ماہِ رمضان کی حرمت وعظمت کو دو طرح سے پامال کیا، پہلے کھانا کھا کر، پھر اپنی بیوی سے مجامعت کر کے، اس لئے اس پر کفارہ مغلظہ موکد ہے اور اس کا حیلہ کرنا اس کے لئے وبال ہے، اور اس پر سچی توبہ کرنا ضروری ہے۔

جس شخص پر رمضان کا روزہ فرض ہو اور وہ مجامعت کے علاوہ کسی طرح روزہ خراب کر لے تو اس پر کفارہ نہیں، نہ ہی نفلی روزے میں، قسم کے کفارے میں، فدیۃ الاذی [حالتِ احرام میں تکلیف پہنچانے کا کفارہ] میں، تمتع کے حج میں قربانی کے بدلے روزے میں، نذر کے روزے میں اور جماع کے بغیر انزال کرنے میں کفارہ واجب نہیں ہوتا۔[الشرح الممتع ج

۶/ ۴۲۲، ۴۲۳]

● منی خارج کرنا:

روزہ کے مفسدات میں سے منی کا [بالارادہ] اخراج بھی ہے چاہے وہ مشت زنی سے ہو یا مباشرت یا بوس و کنار یا چمٹنے کی وجہ سے ہو، اس لئے کہ یہ بھی شہوت رانی کا ایک طریقہ ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے [حدیثِ قدسی ہے]:

"روزہ دار اپنا کھانا پینا اور شہوت کو میری رضا کے لئے چھوڑتا ہے"۔ [صحیح بخاری حدیث ۱۸۹۴، صحیح مسلم حدیث ۱۱۵۱]

تو جس نے کسی بھی ذریعہ سے منی نکالنے کی کوشش کی لذت کے ساتھ منی نکالا، تو اس نے اپنی شہوت پورا کر لی اور اس نے حدیثِ مذکورہ کے مطابق روزہ کی حالت میں کھانے پینے کی مشابہ چیز شہوت رانی کو نہیں چھوڑا۔ [الشرح الممتع: ۶/ ۳۸۷]

اور روزہ دار سے یہ مخفی نہیں ہے کہ رمضان یا غیر رمضان میں مشت زنی یا اس جیسی دوسری چیز حرام ہے، لیکن موسم کے احترام اور روزہ کے فرض ہونے کی وجہ سے اس کی حرمت اور بڑھ جاتی ہے۔ [دیکھئے: فیض الرحیم الرحمن ص ٦١]

● کھانا پینا:

کھانے پینے سے مراد یہ ہے کہ کھانے پینے والی اشیاء کو آدمی پیٹ میں پہنچا دے خواہ وہ منہ کے ذریعہ پہنچائے یا ناک کے ذریعہ، اور وہ کسی بھی قسم کی کھانے پینے کی چیز ہو، اور چاہے وہ فائدہ مند ہو یا نقصان دہ، حلال ہو یا حرام، تھوڑی ہو یا زیادہ، چنانچہ سگریٹ نوشی سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے گرچہ یہ نقصان دہ اور حرام ہے، کنکری کے نگلنے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے، حالانکہ کنکری بدن کو فائدہ نہیں پہنچاتی، اس کے باوجود اس کا شمار روزہ توڑ دینے والی چیزوں میں کیا جاتا ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص ناپاک چیز کھا لے تو اس کا بھی روزہ

ٹوٹ جائے گا۔[الشرح الممتع ج۶/ ۳۷۹]

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾[البقرة:۱۸۷]

”تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے پھر رات تک روزے کو پورا کرو“۔

کھانے پینے کو طلوعِ فجر تک مباح کیا ہے، پھر روزہ کا حکم دیا، روزہ کو توڑ دینے والی چیزوں سے رات تک رکے رہنے کا نام روزہ ہے، پھر فرمایا روزہ کو رات تک پورا کرو یعنی مغرب تک، جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہوا ہے **”يترك طعامه وشرابه وشهوته من أجلي“**. ”کہ روزہ دار کھانے پینے اور شہوت کو میری وجہ سے چھوڑ دیتا ہے“ تو جس نے جان بوجھ کر کھا پی لیا تو اس کا روزہ باطل ہو گیا اور اس پر کفارہ نہیں، بلکہ اس پر توبہ اور روزہ کی قضاء ہے۔

● کھانے پینے کا متبادل:

ایسے غذائی انجکشن لگوانا جس سے آدمی کو کھانے پینے کی ضرورت نہ رہے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا، اس لئے کہ شرعی نصوص جب اس معنی و مفہوم کے مطابق ہوں جس صورت کو وہ شامل ہے تو اس صورت پر نص ہی کا حکم لگایا جائے گا۔[دیکھئے: تذکیر عباد الرحمن ص ۴۴]

اسی طرح جو شخص اپنے خون کو بدلے اس کا بھی روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس پر اس دن کے روزے کی قضا ضروری ہوگی، صاف اور تازہ خون چڑھانے کی وجہ سے، اور اگر خون کے ساتھ کوئی دوسرا مادہ بھی چڑھایا ہے تو یہ روزہ کو توڑ دینے والی دوسری چیز ہوگی۔[فتاوی مهمه تتعلق بالصيام للشيخ ابن باز ص ۳۸]

● جان بوجھ کر قے کرنا:

جان بوجھ کر قے کرنا اور قے سے مراد کھانے پینے کو معدے سے نکالنا ہے، تو جس نے اپنے منہ میں انگلی داخل کر کے یا پیٹ نچوڑ کر کے قصداً قے کی یا عمداً بدبودار چیز سونگھی یا مسلسل اس چیز کو دیکھتا رہا جس کو دیکھنے سے قے آجاتی ہے تو اس پر روزے کی قضا ضروری ہوگی، نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا فرمان ہے:

”من ذرعه القيء وهو صائم فليس عليه قضاء ومن استقاء فليقض“.

”جس روزہ دار کو خود بخود قے آجائے اس پر قضا نہیں، اور جو روزہ دار قصداً قے کرے اسے چاہیے کہ قضا کرے“ ز[سنن ابی داود حدیث: ۲۳۸۰؛ سنن ترمذی حدیث: ۷۲۰]

اور جب روزہ دار ڈکار لے اور کوئی چیز نکل کر حلق تک آجائے یا اپنے حلق میں اس کا مزہ محسوس کرے اور جس چیز کا ڈکار ہوا اس کو نگل لے تو اس کے روزہ کو کوئی نقصان نہیں ہوتا، اس لئے کہ یہ منہ تک نہیں پہنچتی بلکہ وہ نیچے اتر جاتی ہے، اور روزہ دار صرف اپنے حلق میں مزے محسوس کرتا ہے۔[الشرح الممتع ج ۶/۴۳۱]

● حیض ونفاس آنا:

اگر عورت کو غروبِ آفتاب سے ایک منٹ پہلے حیض یا نفاس کا خون جاری ہو جائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اگر غروبِ آفتاب کے ایک منٹ بعد حیض یا نفاس کا خون جاری ہو تو اس کا روزہ صحیح ہوگا۔[۴۸ سوالا فی الصیام ص ۱۵]

● پچھنے لگوانا:

اس مسئلہ میں شدید اختلاف ہے جس کا تذکرہ روزہ کے مباحات کے بیان میں کیا جا چکا ہے، لہٰذا روزہ دار کے لئے اولیٰ اور بہتر یہی ہے کہ وہ دن میں پچھنا نہ لگوائے۔[۷۰ مسئلۃ فی

الصیام حدیث ۵۶]

● روزہ کی نیت ختم کرلینا:

روزہ کی نیت ختم کر لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، نیت روزے کی رکن ہے اور یہ پورے دن کے لئے ضروری ہے کہ روزہ دار روزہ توڑنے یا ختم کرنے کی نیت نہ کرے جب روزہ دار روزہ توڑنے کی نیت کر کے روزہ ختم کر لے تو خواہ وہ بغیر کھائے پیئے رہے اس کا روزہ باطل ہو جائے گا۔[فقہ السنۃ: ج۱/ ۴۱۲]

البتہ جس شخص نے کھانے پینے کا ارادہ کیا پھر عملاً رک گیا اور کھایا پیا نہیں تو اس کا روزہ محض کھانے پینے کی نیت کر لینے سے نہیں ٹوٹے گا جب تک وہ کھائے پیئے نہیں، یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے کوئی شخص نماز میں بات کرنے کا ارادہ کرے اور عملاً بات نہ کرے، یا کوئی شخص نماز میں وضو خراب کرنے کا ارادہ کرے اور وہ عملاً وضو خراب نہ کرے تو اس کی نماز صحیح ہوگی اور اس کا وضو بھی صحیح رہے گا۔

● مرتد ہونا:

اگر روزہ دار اسلام سے مرتد ہو جائے العیاذ باللہ! تو بالا جماع اس کا روزہ باطل ہو جائے گا اور اگر توبہ کرنے کے بعد مذہب اسلام کی طرف پلٹ آئے تو اس پر اس دن کے روزہ کی قضا ضروری ہوگی، اگر چہ اس نے روزہ توڑ دینے والی کوئی چیز استعمال نہ کی ہو، اس لئے کہ دین سے نکل جانا ہی روزہ توڑ دیتا ہے، اور چاہے یہ ارتداد ان عقیدوں کو اختیار کر لینے کی وجہ سے ہو جن کی وجہ سے انسان کافر ہو جاتا ہے، یا کفریہ کاموں میں شک کرنے سے ہو یا اللہ اور اس کے رسول کا مذاق اڑانے سے ہو یا دینی امور میں سے کسی چیز کا مذاق اڑانے سے ہو یا اس کی نیت مذاق اڑانے کی نہ ہو خواہ اس کا اور اس کے باپ کا نام مسلمانوں والا ہو۔[احکام الصوم والاعتکاف ص ۸۳]

- **بیہوش ہونا:**

اگر روزہ دار پر طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک بیہوشی طاری رہے تو اس کا روزہ صحیح نہیں اور اس پر روزے کی قضا لازم ہوگی، جیسا کہ گذر چکا ہے۔

روزہ کو باطل کرنے والی شرطیں:

روزہ توڑ دینے والی جتنی چیزیں [سوائے حیض و نفاس کے] ذکر کی گئی ہیں وہ سب کی سب روزہ کو توڑ دیں گی جب تین شرطیں پائی جائیں:

پہلی شرط: مذکورہ سبھی امور سے متعلق شرعی حکم جانتا ہو اور وقت بھی معلوم ہو، روزہ کو توڑ دینے والی چیزوں میں سے کسی بھی چیز کے استعمال کرتے وقت شرعی حکم سے جاہل نہ ہو۔

دوسری شرط: اسے روزہ یاد ہو بھول نہ گیا ہو۔

تیسری شرط: صاحب اختیار ہو مجبور نہ کیا گیا ہو۔

اس لئے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَآ أَخْطَأْتُم بِهِۦ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ﴾ [الاحزاب:۵]

”تم سے بھول چوک سے جو ہو جائے اس کی وجہ سے تم پر کوئی گناہ نہیں، البتہ اگر دل سے قصداً ایسا کرو گے تو گنہگار ہو گے“۔

نیز اللہ کا یہ بھی فرمان ہے:

﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ إِن نَّسِينَآ أَوْ أَخْطَأْنَا﴾ [البقرۃ:۲۸۶]

”اے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں تو ہمیں نہ پکڑ“۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُۥ مُطْمَئِنٌّۢ بِٱلْإِيمَٰنِ﴾ [النحل:۱۰۶]

”مگر وہ شخص جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہے“۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

”إِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ لِي عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأَ وَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتُكْرِهُوَا عَلَيْهِ“.

”اللہ تعالیٰ نے میرے لئے [یعنی میری وجہ سے] درگذر فرما دیا ہے میری امت سے خطا اور بھول کو اور ان چیزوں کو جو ان سے زبردستی کرائی جائے“۔[مسند احمد، ابن ماجہ، طبرانی، حاکم، صحیح الجامع حدیث: ۱۷۳۱]

● چند فروعی مسائل:

اگر روزہ دار بیوی سے روزے کی حالت میں جماع سے متعلق شرعی حکم نہ جاننے کی وجہ سے یا بھول جانے کی وجہ سے مجامعت کر لے تو اس پر قضا اور کفارہ کچھ بھی نہیں، اور اگر مرد اپنی بیوی کو مجامعت پر مجبور کرے اور بیوی شوہر کو روکنے کی طاقت نہ رکھتی ہو، تو عورت کا روزہ صحیح ہے، اس لئے کہ وہ جماع کے لئے تیار نہ تھی، اسی طرح اگر کسی شخص کو سونے کی حالت میں احتلام ہو جائے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ اس کا ارادہ نہیں تھا اور ایسا شخص معذور ہے، روزہ دار اگر بھول چوک کر کھا پی لے تو اس کا روزہ خراب نہیں ہوگا اس لئے کہ اس نے بھول کر کھایا پیا ہے، فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

”مَنْ نَسِيَ وَهُوَ صَائِمٌ، فَأَكَلَ أَوْ شَرِبَ، فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ، فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اَللّٰهُ وَسَقَاهُ“.

”جس نے بھول چوک کر روزہ کی حالت میں کھانا کھا لیا یا پانی پی لیا تو اسے چاہئے کہ اپنے روزہ کو پورا کرے اس لئے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے کھلایا اور پلایا ہے“۔

[بخاری حدیث: ۱۹۳۳، مسلم حدیث: ۵۷۲]

ایک دوسری روایت میں ہے:

”مَنْ أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ نَاسِيًا فَلا قَضَاءَ عَلَيْهِ وَلا كَفَّارَةَ“.

”جس نے رمضان کے مہینہ میں بھول چوک کر روزہ توڑ لیا تو اس پر قضا اور کفارہ کچھ بھی نہیں“۔[ابن حبان، حاکم ج ۱/ ۴۳۰، اس کی سند حسن ہے، دیکھئے الارواء الغلیل ج ۴/ ۸۷]

اسی طرح اگر کوئی شخص یہ سمجھتے ہوئے کہ سورج غروب ہو گیا ہے یا فجر ابھی طلوع نہیں ہوئی، کچھ کھا پی لے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا، اس لئے کہ وہ بے خبر ہے اس کو علم ہی نہیں، اسی طرح اگر وضو کرتے وقت یا غسل کرتے وقت یا تیرتے ہوئے پانی روزہ دار کے پیٹ میں چلا جائے یا چوسنے وقت پیٹرول پیٹ میں چلا جائے، تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ اس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا، اور جب صبح ہو جائے اور روزہ دار کے منہ میں پان وغیرہ ہو تو اسے چاہئے کہ اسے باہر پھینک دے تو اس کا روزہ صحیح ہوگا، اس لئے کہ وہ سویا ہوا تھا اور صبح صادق کے بعد اسے عمداً انہیں نگلا، اور اگر بیہوش آدمی کے منہ میں پانی ڈالا جائے اور اسے ہوش آجائے تو اس کا روزہ صحیح ہوگا، اس لئے کہ اس نے قصداً ایسا نہیں کیا، یہاں پر ایک اور مسئلہ سمجھ لیجئے اور وہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو بھول کر یا بے علمی میں کھاتے ہوئے دیکھے تو اسے چاہئے کہ بھول کر یا بے علمی سے کھانے والے آدمی کو روزہ یاد دلائے، اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ﴾ [المائدة:۲] ”نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں تعاون کرو“۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: ”فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي“. ”جب میں بھول جاؤں تو یاد دلا دیا کرو“۔[صحیح بخاری ۴۰۱، ۴۰۴، صحیح مسلم ۵۷۲]

اس لئے کہ اصل میں یہ غلط کام ہے جس کا مٹانا ضروری ہے۔[فتاوی الصیام لابن عثیمین، جمع وترتیب المسند ص ٤٦]

البتہ روزہ دار کو اگر خود بخود قے آجائے تو گذری ہوئی حدیث کے مطابق اس پر روزہ کی قضا نہیں ہے، اور نہ ہی اس سلسلہ میں قے کا منہ بھر کے آنا یا نہ آنا شرط ہے، سلف صالحین "پہلے" کام کو بحسن وخوبی انجام دینے کی کوشش کرتے تھے، پھر عمل کی قبولیت کے بارے میں اہتمام کرتے تھے اور عمل کے مردود ہونے سے ڈرتے تھے یہی وہ لوگ ہیں:

﴿وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوا وَّقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ﴾ [المومنون:٦٠]

"اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل کپکپاتے ہیں"۔

اور حضرت علیؓ سے مروی ہے ان کا بیان ہے "عمل کی قبولیت سے زیادہ عمل کرنے کا اہتمام کرو" کیا آپ نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا:

﴿إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ﴾ [المائدۃ:٢٧]

"اللہ تعالیٰ تقوی والوں کا ہی عمل قبول کرتا ہے"۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ماہِ رمضان کو اپنی مخلوق انسانوں کے لئے مقابلہ بنایا ہے جس میں انسان اللہ کی اطاعت کر کے اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے دوڑ لگاتے ہیں تو جن لوگوں نے پہل کی وہ کامیاب ہوئے اور جو لوگ پیچھے رہے وہ ناکام و نامراد رہے، اس دن ہنسی ٹھٹھا کرنے والا وہ کھلاڑی تعجب کرے گا جس دن نیکی کرنے والے لوگ کامیاب ہوں گے اور وقت ضائع کرنے والے خسارہ اٹھائیں گے۔

- **رمضان المبارک کے اہم کام:**
- **نمازِ تراویح یا قیامِ رمضان:**

قیام رمضان کو نمازِ تراویح کہتے ہیں، اس لئے کہ لوگوں کی عادت تھی کہ جب چار رکعت نماز پڑھ لیتے تو تھوڑی دیر بیٹھ کر آرام کرتے، ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار رکعت پڑھتے، ان کے حسن وطوالت کے بارے میں مت

پوچھو، اسی طرح پھر چار رکعت پڑھتے ان کے حسن اور طوالت کا بھی کیا کہنا، پھر تین رکعت نماز پڑھتے"۔[صحیح بخاری حدیث:۱۱۴۷، صحیح مسلم حدیث:۷۳۸]

حدیث کا مطلب ومفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلی چار رکعت بیک وقت پڑھتے، اس طرح کہ دو رکعت پڑھتے، اس کے بعد فوراً دوسری دو رکعت پڑھتے پھر بیٹھ جاتے اور تھوڑا سُستا لیتے، پھر نماز شروع کرتے دو رکعت پڑھتے، اور اس کے بعد دو رکعت پڑھتے، پھر بیٹھ کر آرام کرتے، پھر تین رکعت وتر پڑھتے، سلف نے اس سے یہ مسئلہ اخذ کیا کہ دو سلاموں سے چار رکعات پڑھی جائیں، پھر آرام کیا جائے، پھر چار پڑھیں، پھر آرام کریں پھر تین وتر پڑھیں اگر گیارہ رکعات تراویح پڑھنا مقصود ہو۔[الشرح الممتع ج ۴/ ۱۳، ۶۵، ۶۷]

● فضیلتِ تراویح اور اس کا حکم:

نمازِ تراویح مرد وزن دونوں کے حق میں سنتِ موکدہ ہے، محدثین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامِ رمضان کی ترغیب دیتے تھے مگر تاکیداً اس کا حکم نہیں دیتے تھے، اور فرماتے تھے جس نے ایمان و احتساب کے ساتھ رمضان المبارک کا قیام کیا [تراویح پڑھتا رہا] تو اس کے گناہ بخش دیے گئے"۔[صحیح مسلم حدیث:۷۵۹]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے [ایک رات] مسجد میں نمازِ تراویح پڑھی، بہت سے لوگوں نے بھی آپ کی اقتدا میں تراویح پڑھی، پھر دوسری رات آپ نے تراویح پڑھی تو مقتدی بہت زیادہ ہو گئے، پھر تیسری رات لوگ جمع ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے تشریف نہ لائے، جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا میں نے تمہارا شوق [نمازِ تراویح کے لئے جمع ہونا] دیکھا اور میں صرف اس لئے باہر نہیں آیا کہ مبادا یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے۔[بخاری حدیث:۲۰۱۲، مسلم حدیث ۷۶۱]

● **اوقاتِ تراویح:**

نمازِ تراویح رمضان میں نمازِ عشاء اور سنت ادا کرنے کے بعد، نمازِ وتر سے پہلے ادا کی جائے گی، اور رات کے آخری حصے تک اس کا وقت باقی رہتا ہے، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی رات اول لیل سے نماز تراویح پڑھنی شروع کی اور تہائی رات تک مکمل کر دی، دوسری رات آپ نے اول لیل سے نماز پڑھنی شروع کی اور نصف رات کو مکمل کر دی، اور تیسری رات آپ نے اول لیل سے آخر لیل تک نماز پڑھی۔[ملاحظہ ہو سنن أبی داود: ۱۳۷۵، سنن الترمذی: ۸۰۶]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رات کا وہ حصہ جس میں تم سوتے رہتے ہو یعنی اخیر رات وہ اس حصہ سے افضل ہے جس میں تم نماز پڑھتے ہو اور حضرت عمرؓ کے دور میں لوگ رات کے اول حصہ میں تراویح پڑھ لیتے تھے۔[صحیح بخاری حدیث ۲۰۱۰]

● **نیتِ تراویح:**

نیت کی اصل جگہ دل ہے، زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا بدعت ہے، اور نیت کے لئے کوئی مخصوص الفاظ نہیں ہیں، اگر کوئی شخص نمازِ تراویح کے شروع میں ایک مرتبہ نیت کر لے تو اس کی یہ نیت کافی ہوگی۔

● **رکعاتِ تراویح:**

اس سلسلہ میں سنتِ ثابتہ اور افضل یہی ہے کہ نمازِ تراویح وتر کے ساتھ گیارہ رکعت پڑھی جائے، حضرت عائشہؓ کی اس حدیث کی بنا پر واضح رہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی نماز کو تمام لوگوں سے زیادہ جانتی تھیں، جب ان سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز رمضان المبارک میں کیسی ہوا کرتی تھی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ آپ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے"۔[صحیح بخاری: ۱۱۴۷، صحیح مسلم: ۷۳۸]

حضرت سائب بن یزید کا بیان ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھائیں، لیکن اگر کوئی شخص [رمضان میں] گیارہ رکعات سے زائد نماز پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے کوئی حرج نہیں، اس لئے کہ اللہ کے رسول ﷺ سے قیام اللیل کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ دو دو رکعت پڑھی جائے اور جب صبح ہونے کا ڈر ہو تو ایک رکعت وتر پڑھ لے جو پوری نماز کو طاق بنا دے گا، آپ نے متعین تعداد میں رکعات بیان نہیں کیں نہ رمضان میں اور نہ ہی غیر رمضان میں، آپ نے کبھی تیرہ رکعت نماز پڑھی ہے یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ رات کی نماز میں وسعت اور گنجائش ہے اور اس کی کوئی تعداد مقرر نہیں، جس کی مخالفت کرنا درست نہیں، البتہ جو تعداد سنت سے ثابت ہے پابندی کے ساتھ اس کو اختیار کیا جائے، اور جس قدر نماز کی لمبائی لوگوں پر مشقت نہ بنے وہ افضل اور اکمل ہے، اس میں کوئی شک نہیں یہ تعداد لوگوں کے لئے زیادہ آسان ہے، اور امام کے لئے رکوع و سجود، قراءتِ قرآن، ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے، قرآن میں غور و فکر کرنے اور ہر کام میں جلدی نہ کرنے میں زیادہ معاون و مددگار ہے۔ [الشرح الممتع ج ۴/ ۷۰، ۷۳، صلاۃ اللیل لابن باز ص ۰]

البتہ بیس رکعت تراویح مقرر کر لینا آپ کے کسی صحابی سے ثابت نہیں، اس سلسلہ میں جتنی روایتیں پیش کی جاتی ہیں سب ضعیف ہیں۔ [صلاۃ التراویح للشیخ الالبانی، یہ تراویح کے باب میں سب سے بہترین کتاب ہے، اس کا ضرور مطالعہ کیا جائے]

● جماعت تراویح:

نمازِ تراویح اکیلے پڑھنا جائز ہے، اسی طرح باجماعت پڑھنا بھی جائز ہے، البتہ جمہور علماء کے نزدیک نمازِ تراویح جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کرنا افضل ہے، جیسا کہ گذر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو جماعت کے ساتھ نمازِ تراویح پڑھائی اور اس

اندیشہ سے آپ نے باجماعت نمازِ تراویح پر مداومت نہیں کی، کہ کہیں یہ نماز ان پر فرض نہ ہو جائے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی اور معاملہ اسی طرح چلتا رہا حتی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں معاملہ اسی طرح رہا تا آنکہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں کو ایک امام کی اقتدا میں جمع فرما دیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن قاری کا بیان ہے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ رمضان المبارک کی ایک رات مسجد میں گیا تو دیکھا کہ لوگ مختلف جماعتوں میں بٹے ہوئے ہیں، کوئی اکیلے نماز تراویح پڑھ رہا ہے، کسی کے پیچھے چند آدمی نماز تراویح پڑھ رہے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر میں ان سب کو ایک ہی امام کے پیچھے اکٹھا کر دوں تو بہتر ہوگا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا پختہ عزم کرلیا، بالآخر سب لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع کر دیا، پھر ایک رات میں ان کے ہمراہ مسجد گیا، تو دیکھا کہ سب لوگ ایک ہی امام کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ مستقل جماعت اچھی ایجاد ہے۔[صحیح بخاری حدیث: ۲۰۱۰]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

"آدمی جب امام کے ساتھ اس کے فارغ ہونے تک نماز پڑھتا رہتا ہے تو اس کے لئے پوری رات کی عبادت کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے"۔[مسند احمد، اور اہل سنن]

یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ نمازِ تراویح جماعت اور امام کے ساتھ پڑھی جائے۔

● نمازِ تراویح میں خواتین کی شرکت:

خواتین کا مسجد میں نمازِ تراویح کے لئے آنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ کسی فتنہ کا ڈر نہ ہو، نیز گھر سے نکلتے وقت پردے کا اور اپنی عزت و وقار کا پورا پورا خیال رکھیں، زیب وزینت اور خوشبو لگا کر نہ نکلیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جو عورت خوشبو لگائے وہ ہمارے ساتھ نمازِ عشاء میں حاضر نہ ہو"۔[صحیح مسلم حدیث: ۴۴۴،

سنن ابی داوٗد حدیث:۴۱۷۵]

حالانکہ ان کے لئے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

”عورتوں کو مسجد میں نماز پڑھنے سے نہ روکو، اور ان کے لئے گھر میں نماز پڑھنا بہتر ہے“۔[مسند احمد ج ۲/ ۷۶،۷۷، دیکھئے صحیح سنن ابی داوٗد حدیث:۵۳۰]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کے آخری حصہ میں قیام فرمایا اور اپنے اور اپنے اہل وعیال اور لوگوں کو بھی شامل فرمایا۔

اس لئے سمجھدار عورت کو چاہئے کہ جب وہ نماز کے لئے مسجد جانا چاہے تو وہ اس طرح نماز کے لئے نکلے جس طرح اسلاف کی عورتیں نماز کے لئے نکلا کرتی تھیں، اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ نیک نیتی کے ساتھ نکلے کہ وہ نماز ادا کرنے اور اللہ کی آیات سننے کے لئے جارہی ہے یہ اس کے اطمینان وسکون کا سبب بنے گا اور [لوگوں] کی نگاہیں بھی ان کی طرف نہیں اٹھیں گی، بعض عورتیں تن تنہا اپنے گھر کے ڈرائیور کے ساتھ مسجد جاتی ہیں اس طرح وہ نفل نماز کے خیال میں حرام کام کا ارتکاب کرتی ہیں حالانکہ یہ حد درجہ جہالت و نادانی کی بات ہے۔

اسی طرح عورت کو چاہئے کہ وہ اپنے ساتھ بچوں کو نہ لے جائے کیوں کہ بچے اپنی ماں کو نماز میں مشغول دیکھ کر صبر نہیں کر سکتے، اس طرح وہ رو کر اور چلا کر یا قرآن پاک اور مسجد کے دیگر سامان کو چھیڑ کر دوسرے نمازیوں کو تکلیف پہنچائیں گے۔[۱۰ وقفات للنساء فی رمضان صفحہ ۷،۸]

عورتوں کا نمازِ تراویح کے لئے آپس میں جماعت کرنا:

غلام، مرد، یا عورت، عورتوں کی امامت کر سکتے ہیں، حضرت عائشہؓ کا غلام ذکوان ماہِ رمضان میں قرآن دیکھ کر ان کی امامت کیا کرتے تھے“۔[امام بخاری نے اس حدیث کو معلق بیان کیا

ہے، مصنف ابن ابی شیبہ حدیث: ۷۲۱۹]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابی بن کعب ماہِ رمضان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! رات ایک بات ہوگئی، آپ نے فرمایا اے ابی کیا ہوگیا؟ حضرت ابی نے عرض کیا، میرے گھر کی عورتوں نے کہا ہم قرآن نہیں پڑھ سکتیں، لہذا ہم آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گی تو میں نے ان کو آٹھ رکعت تراویح پڑھا دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سن کر خاموشی اختیار کی، گویا اس بات کو پسند فرمایا اور آپ نے کچھ بھی نہیں فرمایا۔[ابو یعلی، طبرانی، علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد ج ۲/ ۱۷۳ میں اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے، دیکھئے صلاۃ التراویح للالبانی صفحہ ٦٨]

عورتوں کی نمازِ تراویح کی امامت کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ امام اس عورت کا محرم ہو، یا یہ کہ مرد دو یا دو سے زیادہ عورتوں کی امامت کرے جب کہ فتنہ کا خوف نہ ہو۔[الشرح الممتع: ۴/ ۳۵۲]

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام ورقہ کو حکم دیا کہ: ''وہ اپنے گھر کی عورتوں کی امامت کرائے''۔[صحیح سنن ابی داود حدیث: ۵۵۳]

اور جب عورت امامت کرے گی تو وہ صف کے بیچ میں کھڑی ہوگی، اس لئے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کی امامت ان کے بیچ میں کھڑی ہو کر کی تھی۔[دار قطنی، ۱۳۹۳، بیہقی ج ۳/ ۱۳۱]

اسی طرح کا عمل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔[دار قطنی: ۱۴۹۲، مسند عبد الرزاق]

- **نمازِ تراویح کے لئے کرایہ پر امام رکھنا:**

نمازِ تراویح کے لئے اچھی آواز والے امام اور قاری قرآن کو تنخواہ پر رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن تنخواہ مقرر نہ کی جائے، سلف کی اکثریت نے اس کو اچھا نہیں سمجھا، ہاں

لوگ بغیر تحدید کے کچھ نہ کچھ چیز بطورِ تعاون پیش کر دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں، ہر صورت میں نماز صحیح ہوگی اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہوگا ان شاء اللہ! اور اگر لوگ حسبِ ضرورت تنخواہ مقرر کر دیں تو کوئی حرج نہیں، لیکن بہتر یہی ہے کہ ایسا نہ کیا جائے اور مسادہ ایسا ہو جس میں کوئی شرط نہ ہو، یہی افضل اور بہتر ہے، جیسا کہ سلف کی ایک جم غفیر نے کہا ہے، اور اس کی تائید نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول سے بھی ہوتی ہے، جو آپ نے حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا ایسا موذن منتخب کرو جو اپنی اذان پر اجرت نہ لے، اور جب موذن کے لئے یہ حکم ہے تو پھر امام کے لئے بدرجہ اولیٰ یہی حکم ہوگا، قاری قرآن کو چاہئے کہ وہ اپنی قراءت کو کمائی کا ذریعہ نہ بنائے، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قرآن پڑھو اور اس پر عمل کرو اور اس سے بے پرواہی نہ برتو، اس میں غلو سے کام نہ لو، اسے ذریعہ رزق نہ بناؤ اور اس کے ذریعہ کثرتِ مال نہ طلب کرو"۔ [مسند احمد، طبرانی، ابو یعلی وغیرہ، دیکھئے السلسلۃ الصحیحہ حدیث: ۲۶۰]

نمازِ تراویح پڑھنے کا طریقہ:

نبی علیہ السلام کی تراویح اور وتر پڑھنے کی مختلف شکلیں ہیں، جن کو اختصار کے ساتھ ہم نیچے درج کر رہے ہیں:

(۱) آپ تیرہ رکعت پڑھتے، اس طرح شروع فرماتے کہ پہلے دو رکعت ہلکی پڑھتے، پھر ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے جاتے، آپ ہر دو بعد والی رکعتیں پہلی والی دو رکعتوں سے ہلکی پڑھتے اور آخر میں تین رکعات وتر پڑھتے۔ [صحیح مسلم، دیکھئے صلاۃ التراویح للالبانی ص ۶۸]

(۲) آپ تیرہ رکعت پڑھتے جن میں آٹھ رکعت آپ اس طرح پڑھتے کہ ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے، آخر میں پانچ وتر پڑھتے اور صرف آخری رکعت ہی پر بیٹھتے اور سلام پھیرتے۔ [مسند احمد، صحیح مسلم دیگر کتب حدیث، دیکھئے صلاۃ التراویح للالبانی ص ۸۶]

(۳) گیارہ رکعت پڑھتے اور ہر دو رکعت کے درمیان سلام پھیرتے جاتے، آخر میں ایک وتر پڑھتے۔[مصدر سابق ۳۸۷]

(۴) گیارہ رکعت پڑھتے، چار رکعت ایک سلام کے ساتھ، پھر چار رکعت ایک سلام کے ساتھ، آخر میں تین رکعت وتر پڑھتے، حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا: ''رمضان ہو یا غیرِ رمضان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [رات کی نماز بالعموم] گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، آپ چار رکعت پڑھتے پس ان کی خوبی اور درازی نہ پوچھو، پھر آپ چار رکعت پڑھتے پس ان کی خوبی اور درازی نہ پوچھو، پھر آپ تین رکعت پڑھتے''۔[تخریج اوپر گذر چکی ہے]

بعض اہلِ علم فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کا قول چار رکعت پڑھتے، اس کا مفہوم قطعاً یہ نہیں ہے کہ آپ چار رکعت کو ایک ہی سلام کے ساتھ پڑھتے، بلکہ حضرت عائشہؓ کی مراد یہ ہے کہ آپ چار رکعات کو دو سلام کے ساتھ پڑھا کرتے تھے، پھر آرام اور نشاط لانے کے لئے بیٹھتے، پھر اسی طرح چار رکعات پڑھتے، اس تعبیر کو حضرت عائشہؓ کی یہ دوسری روایت واضح کر رہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات میں گیارہ رکعت پڑھتے، آپ ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے، اگر یہ مان لیا جائے کہ حضرت عائشہؓ نے اس کی تفصیل نہیں بیان کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان کہ رات کی نماز دو رکعت ہے، ان چار رکعتوں کے بارے میں یہ حکم عائد کرتا ہے کہ آپ ہر دو رکعت پر سلام پھیر دیتے تھے، اس طرح کہ آپ کے مجمل فعل کی وضاحت آپ کے مفصل قول سے ہو جاتی ہے، اسی بنا پر اکثر اہلِ علم نے کہا ہے ایک سلام سے چار رکعات پڑھنا مکروہ یا حرام ہے۔[صلاۃ اللیل والتراویح ص ٦، الشرح الصحیح ج ۳/ ۱۳]

(۵) آپ گیارہ رکعت پڑھتے اس دوران میں آپ صرف آٹھویں رکعت پر بیٹھتے اور اس میں تشہد اور درود پڑھ کر سلام پھیرے بغیر کھڑے ہو جاتے پھر ایک رکعت وتر پڑھ کر سلام پھیر دیتے، اور پھر بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے۔

(٦) آپ نو رکعت پڑھتے اس دوران آپ چھٹی رکعت میں بیٹھتے، تشہد اور درود پڑھ کر سلام پھیرے بغیر اٹھ کھڑے ہوتے، پھر ایک رکعت وتر پڑھ کر سلام پھیرتے پھر بیٹھ کر دو رکعت نماز پڑھتے، اور جب تین رکعت وتر پڑھنا ہو تو اس کی دو شکلیں ہیں:

(١) دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا جائے پھر ایک رکعت پڑھی جائے۔

(٢) تین رکعات ایک سلام اور ایک تشہد کے ساتھ پڑھی جائیں اور مغرب کی نماز کے طرح دو تشہد کے ساتھ نہ پڑھی جائیں اس لئے کہ تین رکعت نماز وتر کو مغرب کی مشابہت پڑھنے سے ممانعت آئی ہے، لہذا ایسا کرنا کم از کم مکروہ ضرور ہے۔ [صلاۃ اللیل والتراویح لابن باز صفحہ ٧]

البتہ وتر کے بعد دو رکعت نفل ادا کرنا یہ نبی علیہ السلام کا خاصہ تھا، اس لئے کہ آپ نے فرمایا "وتر کو رات کی آخری نماز بناؤ"۔ [صحیح بخاری حدیث: ٩٩٨، صحیح مسلم حدیث: ٧٥١]

امام کے لئے بہتر ہے کہ وہ دو دو رکعات نماز پڑھائے، اس میں لوگوں کے لئے آسانی ہے، اور کچھ لوگوں کو ضروریات درپیش ہوسکتی ہیں اور وہ دو رکعت پڑھنے کے بعد یا دو سلام یا تین سلاموں کے بعد اپنی ضروریات کے لئے جانا چاہتے ہیں، اس لئے امام کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ پانچ یا سات ایک ہی دفعہ نہ پڑھائے، البتہ کبھی کبھار حدیث کے بیان کے لئے ایسا کر لے، تو جائز ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ [صلاۃ اللیل والتراویح ص ٧]

اس تعداد سے کم رکعات میں نماز تراویح پڑھنا جائز ہے جیسا کہ آپ کے قول و فعل سے ثابت ہے، فعل نبوی ﷺ کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن قیس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی نماز کتنی رکعت پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ چار رکعت نماز کے ساتھ تین وتر اور چھ رکعت نماز اور تین وتر اور آٹھ رکعت نماز اور تین وتر اور دس رکعت نماز اور تین وتر پڑھتے اور

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی سات سے کم اور تیرہ سے زیادہ وتر نہیں پڑھتے تھے"۔ [مسند احمد ج ۶/ ۱۴۹،
ابوداؤد دیگر کتب حدیث، دیکھئے صلاۃ التراویح للالبانی ص ۸۳، ۸۴]

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول یہ ہے کہ وتر ہر مسلمان پر حق ہے پس جو شخص پانچ رکعات وتر پڑھنا چاہے یا جو کوئی تین رکعات وتر پڑھنا چاہے یا جو ایک رکعت وتر پڑھنا چاہے وہ پڑھ لے۔ [طحاوی، دارقطنی، حاکم، بیہقی، دیکھئے صلاۃ التراویح ص ۸۴]

● نمازِ تراویح کی ہر دو رکعت کے درمیان ذکر کرنا:

ہر دو رکعات کے درمیان سبحان اللہ، استغفر اللہ، دعا یا علیک سلیک کے ذریعہ فاصلہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور مناسب یہ ہے ان چیزوں کے لئے آواز بلند نہ کی جائے، کیوں کہ آواز بلند کئے جانے کی کوئی دلیل نہیں ہے، اسی طرح فرض نماز کے بعد پڑھی جانے والی دعائیں بھی پڑھی جاسکتی ہیں البتہ ہر دو سلام کے بعد یہ مخصوص دعا "سبحان ذی الملک والملکوت، سبحان ذی العزۃ والعظمۃ". پڑھنا بدعت ہے، نبی علیہ السلام اور آپ کے کسی صحابی سے اس موقع کے لئے کوئی خاص دعا وارد نہیں ہے، اسی طرح تراویح یا تراویح کی ہر دو رکعت کے بعد اجتماعی ذکر کرنا بھی بدعت ہے جیسے نبی علیہ السلام پر درود پڑھنا، اور اس سے زیادہ غلط بات یہ ہے کہ مسجدوں میں آواز بلند کی جائے، اس کا شمار بھی ان باتوں میں ہوگا جن کا کرنا مسجد میں حرام ہے۔ [فتاوی الشیخ محمد بن ابراہیم ج ۲/ ۲۴۷]

● نمازِ تراویح میں تلاوت:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز تراویح لمبی پڑھی پڑھتے تھے، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ چار رکعات پڑھتے ان کی خوبی اور درازی کچھ نہ پوچھو، پھر چار رکعات پڑھتے پس ان کی خوبی اور درازی کچھ نہ پوچھو"

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک رکعت میں سورۂ

بقرہ، آلِ عمران اور سورۂ نساء ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں"۔ [صحیح مسلم حدیث: ۷۷۲، سنن نسائی حدیث: ۱۰۰۸ اور ۱۱۳۲]

سلف صالحین حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانہ خلافت میں لوگ نمازِ تراویح میں تلاوت لمبی کیا کرتے تھے، اس طرح کہ تین سو کے قریب قریب آیتیں پڑھ جاتے تھے، یہاں تک کہ لمبے قیام کی وجہ سے لوگ چھڑیوں کا سہارا لینے لگتے تھے، اور فجر سے تھوڑی دیر پہلے نماز تراویح سے فارغ ہوا کرتے تھے، پھر نوکر چاکر جلدی کھانا لے کر آتے کہ کہیں ان کی سحری چھوٹ نہ جائے"۔ [ان آثار کو امام مالکؒ نے موطاء میں بیان کیا ہے حدیث: ۲۴۹، ۲۵۱، ۲۵۲]

آٹھ رکعتوں میں سورۂ بقرہ پڑھا کرتے تھے اور جب اس سورت کو بارہ رکعتوں میں پڑھا جاتا تو وہ اس کو ہلکا شمار کرتے تھے۔

علامہ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا: نمازِ تراویح میں اتنی تلاوت کی جائے جتنا لوگوں کے لئے آسان ہو اور ان کو مشقت میں نہ ڈالے، خاص طور سے چھوٹی راتوں [گرمی کی راتوں] میں، اور یہ مسئلہ لوگوں کی برداشت پر موقوف ہے۔ [المغنی ج ۲/ ۱۶۹]

● تراویح میں ختم قرآن کا حکم:

علامہ ابنِ باز رحمۃ اللہ علیہ نمازِ تراویح میں ختم قرآن کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس معاملہ میں وسعت و گنجائش ہے، اور مجھے اس سلسلہ میں کوئی ایسی دلیل نہیں ملی جس سے یہ پتہ چلتا ہو کہ نمازِ تراویح میں ختم قرآن افضل ہے، البتہ بعض اہلِ علم نے کہا ہے بہتر یہ ہے کہ پورا قرآن سنایا جائے تا کہ نمازِ تراویح میں شریک ہونے والے لوگ پورا قرآن سن سکیں، لیکن اس پر کوئی واضح دلیل نہیں ہے، البتہ تلاوت میں خشوع وخضوع، اطمینان و ترتیل اور لوگوں کو فائدہ پہنچانا ضروری ہے، خواہ قرآن ختم نہ ہو، اور خواہ وہ نصف قرآن یا دو تہائی قرآن سنائے، قرآن ختم کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ یہ ضروری ہے لوگوں کو نماز میں خشوع وخضوع

اور قراءت میں فائدہ پہنچے، تا کہ وہ فائدہ اٹھا سکیں اور مطمئن رہیں پھر اگر پورا قرآن پڑھ سکتا ہو تو الحمد للہ، اور اگر پورا قرآن نہ پڑھ سکا تو جتنا پڑھا ہے وہ اس کے لئے کافی ہے، گرچہ اس پر بعض حصے کا پڑھنا باقی رہ جائے، اس لئے کہ لوگوں کا خیال رکھنا اور ان کو خشوع وخضوع پر ابھارنا انہیں فائدہ پہنچانا قرآن ختم کرنے سے زیادہ ضروری ہے، اور جب ان چیزوں کی رعایت کرتے ہوئے بغیر مشقت و تکلیف کے قرآن ختم کرے اور ان کو پورا قرآن سنا دے تو یہ بہتر ہے۔[صلاۃ اللیل والتراویح لابن باز ص ۱۱ تا ۱۲]

امام کو چاہیے کہ مقتدیوں کے حالات کا خیال رکھے، فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

”تم میں سے جب کوئی لوگوں کی امامت کرے تو ان کو ہلکی نماز پڑھائے، کیوں کہ اس کے پیچھے چھوٹے، بڑے، بوڑھے، کمزور، ضعیف اور حاجت مند ہوتے ہیں، اور جب اکیلے نماز پڑھے تو جس قدر چاہے لمبی پڑھے“۔[صحیح بخاری حدیث: ۷۰۳، صحیح مسلم حدیث: ۴۶۷]

نمازِ تراویح کا اسلوب:

امام کو چاہیے کہ لوگوں کو تراویح کی نماز کوے کی ٹھونگ مارنے کی طرح جلدی جلدی نہ پڑھائے، جیسا کہ سطورِ بالا میں گزرا کہ نبی علیہ السلام اور آپ کے صحابہ تراویح کی نماز لمبی پڑھتے تھے اور آپ کا رکوع و سجود آپ کے قیام کی مانند تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں پچاس آیتوں کے برابر ٹھہرتے تھے، لہذا ہم سب کے لئے ضروری ہے کہ حسبِ استطاعت انہیں کی طرح تراویح کی نماز پڑھیں، قراءت لمبی کریں، رکوع سجدے اور اس کے درمیان بکثرت تسبیح اور دعا کریں تا کہ ہم کچھ خشوع وخضوع محسوس کر سکیں، جو کہ نماز کی روح اور لبِ لباب ہے، ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم کمیت و کیفیت کے ساتھ سنت کو اپنائیں، نماز کی خوبصورتی اور اس کی لمبائی کے سلسلہ میں ہمیں طاقت کے مطابق سنت کو اپنانا چاہیے، جس طرح ہم نے تعداد کی سنت کو اپنایا ہے، نمازِ تراویح سے ہرگز یہ مقصود نہیں ہے کہ خشوع و

خضوع، حضورِ قلبی اور اطمینان کے بغیر محض چند رکعات ادا کر لی جائیں۔

نمازِ تراویح میں حد سے زیادہ جلدی کرنا جائز نہیں، اس لئے کوئی ایسا عمل جو نماز میں واجب یا رکن ہو اور رہ جائے تو نماز باطل ہو جائے گی، امام صرف اپنے لئے نماز نہیں پڑھتا، بلکہ اپنے اور دوسروں کے لئے بھی نماز پڑھتا ہے، وہ ولی اور سرپرست کی طرح ہے، اس پر ضروری ہے کہ وہ نماز میں طمانیت اور مقتدی کے حالات کا خیال رکھتے ہوئے اچھا کام کرے۔[صلاۃ التراویح از ص ۹۹ تا ۱۰۳]

اور طمانیت [سکون طریقے سے نماز پڑھنا] فرض ہے، جس نے طمانیت کا خیال نہیں رکھا، اس کی نماز باطل ہوگئی، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے لیکن وہ اپنی نماز میں اطمینان کا خیال نہیں رکھ رہا ہے، تو آپ نے اسے نماز دہرانے کا حکم دیا، اور اس کو تعلیم دی کہ رکوع، سجدے، رکوع کے بعد سیدھا کھڑے ہونے اور دونوں سجدے کے درمیان طمانیت اختیار کرنا فرض ہے۔[صحیح بخاری حدیث: ۷۵۷، صحیح مسلم حدیث: ۳۹۷]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

''آدمی کی نماز اس وقت تک درست نہیں ہوتی یہاں تک کہ رکوع اور سجدے میں اپنی پیٹھ سیدھی نہ کرے''۔[اصحاب السنن، دیکھئے الجامع: ۷۲۲۳]

آپ نے یہ بھی فرمایا:

''بہت بری چوری اس آدمی کی ہے جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے، صحابہ نے کہا وہ کس طرح؟ فرمایا: جو نماز کا رکوع اور سجدہ پورا نہ کرے وہ نماز میں چوری کرتا ہے''۔[حاکم ج ۱/ ۲۲۹، مالک، مسند احمد]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے:

''اللہ تعالیٰ اس بندے کی نماز کی طرف نہیں دیکھتا جو نماز کے رکوع و سجود کے درمیان اپنی

پیٹھ کو سیدھا نہیں کرتا"۔[مسند احمد، طبرانی وغیرہ، دیکھئے صلاۃ التراویح للالبانی ص ۱۰۳]

● قرآن دیکھ کر تراویح پڑھانا کیسا ہے؟

صحیح یہی ہے امام اگر حافظ قرآن نہ ہو یا یہ کہ اس کا حفظ کمزور ہو تو قرآن میں دیکھ کر تراویح پڑھا سکتا ہے، اور امام کا قرآن میں دیکھ کر پڑھنا خود اس کے لئے اور لوگوں کے لئے زیادہ مفید ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں، ہر رات تراویح کی پہلی اور دوسری رکعت میں چھوٹی چھوٹی سورتوں [قل ھواللہ احد یا آٹھوں رکعات میں سورۃ النباء پڑھنے سے افضل ہے۔

لہذا بوقتِ ضرورت آدمی قرآن میں دیکھ کر تراویح پڑھا سکتا ہے اگر چہ یہ نماز کے اعمال پر ایک زائد عمل ہے، جیسے قرآن رکھنا، اٹھانا، صفحات الٹنا پلٹنا وغیرہ، لیکن اگر یہ عمل کثیر ضرورت کے تحت کیا جائے اور مسلسل نہ کیا جائے تو نماز کے لئے کوئی نقصان دہ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کو نماز میں اٹھانا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمازِ کسوف [سورج اور چاند گرہن کی نماز] کے دوران آگے پیچھے ہونا، اس لئے کہ کتاب وسنت کے شرعی دلائل سے نماز میں قرآن پڑھنا ثابت ہے اس میں دونوں شکلیں شامل ہیں کہ آدمی قرآن دیکھ کر پڑھے یا زبانی پڑھے، اور یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت عائشہ کا غلام ذکوان تراویح کی نماز قرآن میں دیکھ کر پڑھایا کرتا تھا"۔[مسند احمد، طبرانی وغیرہ، دیکھئے صلاۃ التراویح للالبانی ص ۱۰۳]

اصل مسئلہ یہی ہے کہ تراویح میں قرآن دیکھ کر پڑھنا جائز ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اثر سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

البتہ اگر تراویح کے لئے حافظ قرآن مل جائے تو بہتر ہے اس لئے کہ اس میں دل جمعی اور بے وجہ مصروفیت کا امکان کم ہے، خلاصہ کلام یہ ہے کہ حسبِ حاجت قرآن دیکھ کر پڑھا جا سکتا ہے، البتہ اگر اس کے بغیر کام چل جائے تو افضل ہے۔[صلاۃ التراویح ص ۱۸،۱۷]

● مقتدیوں کا دوران تراویح قرآن اٹھائے رکھنے کا حکم:

مقتدی کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ اپنی نماز میں طمانیت اور خشوع وخضوع پیدا کرے اور امام کی قراءت بغور سنے اور اپنے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر اپنے سینہ پر رکھے اور اپنے سجدے کی جگہ دیکھے [اسکے برعکس دورانِ نماز] قرآن اٹھائے رکھنے سے ان سنتوں پر عمل نہیں ہوسکتا پھر یہ کہ اس کا دل ونگاہ صفحات اور آیات کو ڈھونڈنے اور دہرانے میں لگا رہے گا، اور قرآن سننے سے غافل رہے گا، ان اعمال کو چھوڑ دینا ہی سنت ہے، لیکن اگر کوئی ایک شخص قرآن اس لئے اٹھا رکھے کہ حسبِ ضرورت امام کو لقمہ دے سکے تو اس میں کوئی حرج نہیں، البتہ ہر شخص کا قرآن اٹھائے رکھنا خلافِ سنت ہے۔ [صلاۃ اللیل والتراویح ص ۱۸، ۱۹]

● نماز میں قراءت کرتے ہوئے رونا:

بلند آواز سے رونا صحیح نہیں اس لئے کہ اس سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی اور پریشانی ہوتی ہے، نمازیوں اور قاری قرآن کے لئے باعث تشویش ہے جب کہ رونے والا کوئی دوسرا ہو، ہر مومن کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ کوئی دوسرا اس کے رونے کی آواز کو نہ سنے، اور ریا کاری سے بچے، اس لئے کہ شیطان اس کو ریا کاری کی طرف لے جاتا ہے، البتہ جو رونا اپنے اختیار سے باہر ہو اور غیر ارادی طور پر رونا آجائے یہ معافی کے درجہ میں ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ:

"جب آپ قرآن پڑھتے تو رونے کی وجہ سے آپ کے سینے سے آواز آتی جیسے ہانڈی ابلنے کی آواز ہوتی ہے"۔ [سنن ابی داؤد، نسائی، بیہقی ج ۲/ ۲۵۱]

اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ جب قرآن پڑھتے تو لوگ آپ کا رونا سن نہیں سکتے تھے۔ [صحیح البخاری: ۷۱۹]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آیا ہے کہ آپ کے رونے کی آواز کو لوگ صفوں

کے پیچھے تک سنتے تھے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ باارادہ بلند آواز سے روتے تھے بلکہ اللہ کی خشیت کی وجہ سے آپ رونے لگتے اور جب غیر ارادی طور پر رونا آجائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔[صلاۃ اللیل والتراویح ص ۱۹۔۲۰]

البتہ بناوٹی رونا منع ہے، بہتر تو یہ ہے کہ بتکلف نہ رویا جائے، بالفرض جب رونا آجائے تو آدمی کو کوشش کرے کہ کسی دوسرے کو اس سے تکلیف نہ ہو، بلکہ حسبِ طاقت وامکان ایسی ہلکی آواز سے روئے کہ اس میں کسی کے لئے پریشانی نہ ہو، رہ گئی یہ حدیث "اگر تم رونہ سکو تو رونے کی صورت ہی بنالو"۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔[دیکھئے ضعیف سنن ابن ماجہ حدیث: ۲۸۱، اور ضعیف الجامع حدیث: ۲۰۲۵]

● ایک آیت کو بار بار دہرانے کا حکم:

غور وفکر کے خاطر قرآن پڑھتے وقت کسی آیت کو بار بار دہرانے میں کوئی مضائقہ نہیں جب کہ وہ آیت اثر انداز ہوتی ہو اور رونا پیدا کرتی ہو۔[صلاۃ اللیل والتراویح ص ۲۰،۲۱]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ثابت ہے کہ آپ نے ایک ہی آیت کو [نماز تہجد میں] بار بار پڑھتے پڑھتے صبح کردی، وہ آیت یہ ہے:

﴿إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾

[المائدۃ:۱۱۸]

"اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں، اور اگر تو انہیں معاف کردے تو یقیناً غالب اور حکمت والا ہے"۔

"جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی آیت سے گزرتے جس میں سبحان اللہ کہنے کا حکم ہوتا تو سبحان اللہ کہتے، اگر کچھ مانگنے کا ذکر ہوتا تو سوال کرتے، اگر پناہ مانگنے کا ذکر ہوتا تو پناہ مانگتے"۔[صحیح مسلم: ۷۷۲، سنن نسائی حدیث: ۱۱۳۲]

قرآن میں غور وفکر مطلوب ہے، فرمان الٰہی ہے:

﴿كِتَٰبٌ أَنزَلۡنَٰهُ إِلَيۡكَ مُبَٰرَكٞ لِّيَدَّبَّرُوٓاْ ءَايَٰتِهِۦ وَلِيَتَذَكَّرَ أُوْلُواْ ٱلۡأَلۡبَٰبِ﴾ [ص:۲۹]

”یہ بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اس لئے نازل فرمایا کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور وفکر کریں اور عقلمند اس سے نصیحت حاصل کریں“۔

● **تراویح میں دعائے ختم القرآن کا حکم:**

علامہ ابنِ عثیمین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ نماز میں دعائے ختم القرآن کے متعلق کوئی صحیح دلیل موجود ہے کہ سنتِ رسول اللہ اور عملِ صحابہ سے ایسا کوئی عمل ملتا ہو جس کو دلیل بنایا جاسکے، اس سلسلہ میں جو بات معلوم ہوئی ہے وہ یہ کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب ختم القرآن کا موقعہ ہوتا تو اپنے گھر والوں کو جمع کر کے دعا فرماتے، لیکن حضرت انس رضی اللہ عنہ ایسا نماز میں نہیں کرتے تھے، اور نماز کے متعلق آپ کو معلوم ہے کہ کسی مقام پر کوئی ایسی دعا ایجاد کرنا جو سنت سے ثابت نہ ہو جائز نہیں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

”صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي“.

”اسی طرح نماز ادا کرو جس طرح میں نماز ادا کرتا ہوں“۔[صحیح بخاری حدیث:۶۳۱]

البتہ نماز میں دعائے ختم القرآن کو بدعت کہنا میرے خیال میں یہ درست نہیں، اس لئے کہ علمائے اہل سنت اس میں مختلف فیہ ہیں، کیوں کہ بعض علمائے اہل سنت نے دعائے ختم القرآن کو مستحب قرار دیا ہے، اس کے خلاف تشدد برتنا درست نہیں، البتہ انسان کے لئے بہتر یہی ہے کہ اتباعِ سنت کا حریص ہو، یہاں پر یہ ذکر کرنا بھی مناسب ہے کہ ختم القرآن کے متعلق کوئی متعین دعا ثابت نہیں ہے۔[صلاۃ اللیل والتراویح ص ۳۲]

● دعائے ختم القرآن میں متابعت کرنا کیسا ہے؟

دعائے ختم القرآن میں متابعت کرنے میں کوئی حرج نہیں اگرچہ ختم القرآن کے ثبوت پر از روئے سنت کوئی دلیل نہیں ہے، تاہم ائمہ المسلمین دعائے ختم القرآن کے قائل ہیں، اس لئے یہ قابلِ قبول ہوسکتا ہے کیونکہ یہ ایک طرح کا اجتہاد ہے، بنابریں یہ غلطی تو ہوسکتی ہے، لیکن حرام نہیں کہا جا سکتا، اس لئے دعائے ختم القرآن میں امام کا ساتھ دینے میں کوئی رکاوٹ نہیں، جب امام دعائے ختم القرآن شروع کردے تو کسی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ امام سے دور ہٹ جائے کہ دعائے ختم القرآن بدعت ہے یا یہ کہ مسنون نہیں، کیوں کہ اس سے دلوں میں نفرت اور اختلاف پیدا ہوگا، اس لئے کہ ایسا خیال کرنا آئمہ کے اقوال و اجتہاد کے برخلاف ہے، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نمازِ فجر میں قنوت کو مستحب نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس کو بدعت خیال کرتے تھے اس کے باوجود فرماتے تھے کہ جب تم ایسے امام کے پیچھے ہو جو قنوت پڑھتا ہو تو قنوت میں اس کی متابعت کرو اور اس کی دعا پر آمین کہو، اور ایسا اس لئے کہتے تھے کہ مسلمان ایک کلمہ پر متحد رہیں اور ان کے دل متفق رہیں ایک دوسرے کے خلاف نفرت نہ رکھیں۔ [صلاۃ اللیل والتراویح ص ۳۲]

● قنوت کے بعض مسائل:

افضل اور دلائل کے قریب ترین بات یہی ہے قنوت کا آغاز اس دعا سے کیا جائے "اللهم اهدنا فيمن هديت....." لیکن اگر کوئی شخص قنوت کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور نبی پر درود بھیجنے سے کرے، تو اصل پر عمل کرتے ہوئے ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ [صلاۃ اللیل والتراویح ص ۳۶،۳۹]

اور اگر کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول و ماثور دعاؤں پر اضافہ کرے تو کوئی حرج نہیں، اس لئے کہ یہ دعا کا مقام ہے اور قنوتِ نازلہ کے قبیل سے ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قنوت میں

کافروں کے لئے لعنت اور مسلمانوں کے لئے دعا کی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تعالیٰ قنوت پڑھتے اور مسلمانوں کے لئے دعا اور کافروں کے لئے لعنت کرتے تھے، حضرت اعرج کا بیان ہے ہم نے لوگوں کو ماہِ رمضان میں کافروں پر لعنت بھیجتے ہوئے پایا، اور قنوتِ نازلہ میں کوئی متعین دعا ثابت نہیں ہے، یہ دلیل ہے اس بات پر کہ اس مسئلہ میں وسعت وکشادگی ہے، نیز اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ انسان دعائے ماثورہ نہیں پڑھ سکتا تو اسے اختیار ہے جو بھی دعا اس کو یاد ہو یا جو دعائیں اپنی حاجت کے مطابق مناسب سمجھتا ہے کرسکتا ہے، بشرطیکہ وہ دعائیں بالذات خود صحیح ہوں، البتہ دعائے ماثورہ کا اہتمام کرنا افضل اور بہتر ہے۔[الشرح الممتع ج ۴/ ۵۲ اور صلاۃ اللیل والتراویح ص ۳۹، ۴۰]

● قنوت سے فارغ ہونے کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرنے کا حکم:

دعائے قنوت کے بعد دونوں ہاتھوں کو چہرہ پر پھیرنا سنت سے ثابت نہیں ہے، اس لئے کہ اس مسئلہ میں وارد ساری حدیثیں ضعیف ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ کسی ضعیف حدیث سے سنت کو ثابت کیا جائے جب کہ بعض اہلِ علم نے صراحت کی ہے کہ یہ بدعت ہے، اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ علامہ عز بن عبدالسلام کی پیروی میں [المجموع] کے اندر رقمطراز ہیں:

''کہ یہ مندوب ومستحب نہیں، پھر عز بن عبدالسلام کا یہ قول نقل کیا ہے: ''ایسا کوئی جاہل ہی کرسکتا ہے''۔

اور اس کی عدمِ ثبوت کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ دعا میں رفع الیدین [دونوں ہاتھ اٹھانے] کے متعلق بہت سی احادیث صحیحہ آئی ہوئی ہیں لیکن ان احادیث صحیحہ میں ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنے سے متعلق کوئی بات نہیں آئی، یہ ان شاء اللہ دلیل ہے کہ قنوت میں چہرے پر ہاتھوں کا پھیرنا ثابت نہیں ہے۔[الارواء ج ۲/ ۱۸۲]

● قنوت پر پابندی کرنے کا حکم:

قنوت پڑھنا سنت ہے واجب نہیں، اس لئے جن صحابہ نے وتر کی احادیث بیان کی ہیں کسی نے وتر میں قنوت کا ذکر نہیں کیا، اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر میں ہمیشہ قنوت پڑھتے تو سبھی آپ سے اس کو نقل فرماتے، صرف حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر میں قنوت پڑھتے تھے، یہ دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کبھی ایسا کرتے تھے، نیز اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ قنوت وتر میں واجب نہیں ہے، اس لئے کہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل وجوب کے لئے دلیل نہیں بن سکتا، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دعائے قنوت سکھانا وجوب پر دلالت نہیں کرتا، بہتر یہ ہے قنوت پر مداومت وہمیشگی نہ کی جائے، اور امام کو چاہئے کہ کبھی کبھی وتر میں قنوت پڑھنا چھوڑ دے، تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ قنوت وتر کے واجبات میں سے ہے۔

● امام کے ساتھ نماز سے فارغ ہونے کی فضیلت:

جس نے رات کے کچھ حصہ میں امام کے ساتھ نماز پڑھی، امام کے فارغ ہونے کے ساتھ فارغ ہوا، تو اس کے لئے پوری رات کی عبادت کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے، فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

”جو شخص امام کے ساتھ قیام کرتا ہے اس کے لئے پوری رات کا قیام لکھا جاتا ہے“۔[سنن ابوداود:۱۳۷۵،سنن الترمذی:۸۰۶]

اسی بنا پر اگر کوئی شخص امام کے ساتھ آٹھ رکعات پڑھے اور وتر امام کے ساتھ نہ پڑھے اور امام سے پہلے فارغ ہو جائے تو مذکورہ فضیلت نہیں پا سکتا، اسی طرح اگر کوئی امام اکیس رکعات پڑھائے اور مقتدی بارہ رکعات پڑھ کر اس لئے چلا جائے کہ وہ اس سے زیادہ پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتا تو وہ بھی مذکورہ اجر وثواب کو حاصل نہیں کر سکتا۔

اور کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ اتباعِ سنت کے شوق میں اختلاف کو جنم دے اور جماعت کو چھوڑ کر چل دے، اس لئے کہ جب امام کے پیچھے اس نے بارہ رکعات پڑھیں تو اسے باقی رکعات بھی امام کے ساتھ مکمل کرنی چاہئے، یہ کوئی حرام اور منکر کام نہیں، بلکہ ممکن ہے کہ یہ خلافِ اولیٰ ہو یا موافقِ سنت بھی ہوسکتا ہے اور یہ ایسا امر ہے جس میں اجتہاد جائز ہے، اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے اندر اختلاف پیدا نہ ہونے دیں، اور نہ ہی دلوں کو بغض وعداوت سے بھریں اور ایسے شخص کا مذاق نہ اڑائیں جو اس جیسے اجتہادی مسائل میں ہماری رائے کی مخالفت کرتا ہو، بلکہ ہمیں اپنی طاقت کے مطابق لوگوں کو ایک کلمہ پر جمع کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔[الشرح الممتع ج ۴/ ۸۳،۸۷]

● تراویح پڑھانے والے امام کے پیچھے عشا کی نماز ادا کرنا:

کوئی شخص مسجد آئے اور اس نے عشا کی نماز نہ پڑھی ہو اور لوگ تراویح کی نماز پڑھ رہے ہوں تو اسے نماز عشا کی نیت سے امام کے ساتھ تراویح کی نماز میں شامل ہو جانا چاہئے، اور جب امام سلام پھیر لے تو دو رکعت پڑھ کر اپنا فرض مکمل کر لے، پھر امام کے ساتھ نمازِ عشاء کی سنت کی نیت سے تراویح میں شامل ہو جائے، امام اور مقتدی کی نیتوں کے اختلاف سے کوئی فرق نہیں پڑتا، یعنی امام کا نفل کی نیت اور مقتدی کا فرض کی نیت کرنا جائز ہے، جیسا کہ بخاری ومسلم میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ حضرت معاذؓ نبی علیہ السلام کے ساتھ عشا کی نماز پڑھ کر اپنی قوم کی طرف لوٹتے تو یہی نماز پھر انہیں پڑھاتے" نبی علیہ السلام نے انہیں منع نہیں فرمایا، تو اس سے ثابت ہوا کہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی اقتدا صحیح ہے۔

اور صحیح حدیث میں ہے کہ: ''نبی علیہ السلام کے صلاۃ الخوف کے مختلف طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے ایک جماعت کو دو رکعت نماز پڑھائی اور سلام

پھیر دیا، پھر دوسری جماعت کو دو رکعت پڑھائی اور پھر سلام پھیر دیا"۔[صحیح سنن ابی داوٗد برقم ۱۱۱۲]

آپ کی پہلی دو رکعت فرض تھیں اور دوسری دو رکعت نفل، اور آپ کے پیچھے دونوں جماعتیں فرض پڑھنے والی تھیں۔

● آخری عشرہ میں تراویح اور تہجد میں فرق:

تراویح اور تہجد کی نمازوں کے درمیان تعداد اور کیفیت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں، نمازِ تراویح اور تہجد ایک ہی چیز ہے، اس لئے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "کہ آپ ﷺ رمضان ہو یا غیر رمضان گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے" آخری عشرہ کو اس سے مستثنٰی نہیں کیا گیا ہے، لہٰذا افضل اور بہتر یہی ہے کہ ماہِ رمضان کی تمام راتوں میں گیارہ رکعت ہی پڑھی جائیں۔

البتہ آخری عشرہ میں اس نماز کو مزید لمبا کیا جائے، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کی تمام راتوں میں عبادت کرتے تھے، بالخصوص جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہو جاتا تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ اپنی کمر کس لیتے خود بھی پوری رات بیدار رہتے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار رکھتے، اس لئے کہ آخری عشرہ میں وہ مبارک رات ہے، جس کو شبِ قدر کہا جاتا ہے، اور جو ہزار مہینوں [کی عبادت کے ثواب] سے بہتر ہے، بنابریں لمبی نماز پڑھی جائے گی، لیکن اگر اہلِ مسجد قراءت، رکوع اور سجود مختصر اور رکعات زیادہ پڑھنا چاہتے ہوں اور یہ کہتے ہوں کہ یہ ہمارے لئے زیادہ آسان ہے، تو ان کی بات مان لینے میں کوئی حرج نہیں، آپ ﷺ کے اس عمومی فرمان کی بنا پر "آسانی کرو سختی نہ کرو" اور آپ کے اس فرمان کی وجہ سے بھی: "جب تم لوگوں کی امامت کراؤ تو ان کو ہلکی نماز پڑھاؤ کیوں کہ تمہارے پیچھے بوڑھے، مریض، کمزور اور کام کاج والے لوگ ہوتے ہیں"۔

تو جب تک معاملہ ہمارے اختیار میں ہے، ہمارے لئے ان لوگوں کے ساتھ آسانی کا

معاملہ کرنا اولیٰ اور افضل ہے جن پر اللہ نے ہم کو ولایت بخشی ہے۔[الشرح ج ۴ / ۸۷، ۸۷، صلاۃ اللیل والتراویح ص ۱۶]

● نمازِ تہجد کی قضا:

جس کی نمازِ تہجد کسی عذر کے باعث چھوٹ جائے تو اسے دن میں قضا کر لے تو اس کی قضا ادا ہو جائے گی، اور اسے اس کا اجر و ثواب ملے گا لیکن اپنی نماز کو شفع بنا لینا چاہئے یعنی اپنی نماز کو شفع پڑھے، اگر اس کی عادت گیارہ رکعت کی ہو تو دن میں فجر اور ظہر کے درمیان بارہ رکعت پڑھے، جیسا کہ حضرت عائشہؓ سے ثابت ہے کہ:

''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جب تہجد کی نماز کسی تکلیف وغیرہ کے باعث چھوٹ جاتی تھی تو دن میں بارہ رکعات پڑھ لیتے''۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص سوتا رہا اور رات کا وظیفہ بالکل نہ پڑھ سکا یا اس کا کچھ حصہ پڑھنے سے رہ گیا تو اسے فجر اور ظہر کے درمیان پڑھ لیا تو گویا رات ہی کو پڑھا''۔[صحیح مسلم: ۷۴۷، اور اہل سنن]

● سخاوت وفیاضی:

جن اعمال کی ماہِ رمضان میں تاکید کی گئی ہے ان میں سخاوت وفیاضی اور صدقہ کرنا بھی شامل ہے، ماہِ رمضان میں صدقہ کرنے کی رمضان کی وجہ سے خصوصیت وفضیلت حاصل ہے، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے، اور رمضان المبارک میں آپ کی یہ سخاوت اور زیادہ بڑھ جاتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فائدہ پہنچانے میں تیز ہوا سے بھی زیادہ سخی تھے۔[صحیح بخاری: ۶، صحیح مسلم: ۲۳۰۴]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

''جو شخص پاک کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ صرف پاک مال

ہی قبول فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے قبول فرماتا ہے، اور اس کو اس طرح بڑھاتا ہے جس طرح تم اپنے گھوڑے کے چھوٹے بچے کو پالتے ہو حتی کہ وہ صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے“۔[صحیح البخاری: ۱۴۱۰، صحیح مسلم حدیث ۱۰۱۴]

● افطاری کروانا:

رمضان کے نیک اعمال میں سے ایک روزہ داروں کو روزہ افطار کرانا ہے چاہے وہ فقراء ومحتاج ہوں یا اغنیاء، احباب و اقرباء ہوں یا دوسرے، اور اس افطار کرانے کے بڑے فائدے ہیں، روزہ دار ایک جگہ اکٹھے ہوتے ہیں اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچانے والی اچھی باتوں کا تبادلہ کرتے ہیں، آپس میں محبت وشفقت، اتحاد اور ہمدردی پیدا ہوتی ہے، اور اس میں بڑا اجر وثواب ہے، جیسا کہ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”جس نے روزہ دار کا روزہ افطار کرایا اسے بھی روزہ دار جتنا ثواب ملے گا، اور روزہ دار کے اجر وثواب سے کوئی نیکی کم نہ ہوگی“۔[سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ، سنن نسائی، صحیح الترغیب ۱۰۶۵]

بہت سارے سلف خود روزے سے ہوتے تھے اور اپنی افطاری کسی دوسرے روزہ دار کو دے دیتے تھے، جن میں عبداللہ بن عمرؓ، داؤد طائی، مالک بن دینارؒ، اور احمد بن حنبلؒ سر فہرست ہیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ تو یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ ہی افطار کرتے تھے اور جب یہ جان لیتے کہ ان کے گھر والوں نے یتیموں مسکینوں کو ان تک نہیں آنے دیا تو اس رات افطار نہیں کرتے تھے۔

ابو سوار عدوی کا بیان ہے کہ بنی عدی کے لوگ مسجد میں نماز پڑھتے اور ان میں سے کوئی اکیلا روزہ افطار نہ کرتا، اگر اپنے ساتھ کھانے والا کسی کو پاتا تو روزہ افطار کر لیتا، ورنہ افطار لے کر مسجد چلا جاتا اور لوگوں کے ساتھ کھاتا اور لوگ بھی اس کے ساتھ کھاتے۔[دیکھئے کتاب

''کیف نعیش رمضان''، صفحہ ۱۵]

● تلاوتِ قرآن:

ماہِ رمضان قرآن کا مہینہ ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِىٓ أُنزِلَ فِيهِ ٱلْقُرْءَانُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَٰتٍ مِّنَ ٱلْهُدَىٰ وَٱلْفُرْقَانِ﴾[البقرة:۱۸۵]

''رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا جو انسانوں کے لئے سراسر ہدایت ہے اور واضح تعلیمات پر مشتمل ہے، جو راہِ راست دکھانے والا اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والا ہے''۔

''جبرئیل علیہ السلام رمضان کی ہر رات آپ کے پاس حاضر ہوتے اور آپ کے ساتھ قرآن کا دور کرتے''۔[صحیح البخاری:۶، صحیح مسلم:۲۳۰۸]

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے والد جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بتلایا کہ وہ جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ہر سال ایک مرتبہ قرآن کا دور کیا کرتے تھے، لیکن وفات کے سال آپ نے دو مرتبہ قرآن کا دور کیا''۔[صحیح بخاری حدیث ۳۶۲۴]

یہ دونوں حدیثیں دلیل ہیں کہ ماہِ رمضان میں قرآن پڑھنا قرآن کا دور کرنا اور قرآن کا دور کرنے کے لئے جمع ہونا اور اپنے سے زیادہ قرآن یاد رکھنے والوں کو قرآن سنانا مستحب ہے، نیز اس میں دلیل ہے کہ ماہِ رمضان میں بکثرت قرآن پڑھنا مستحب ہے۔

پہلی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جبرئیل کے درمیان قرآن سننے سنانے کا دور رات کو ہوا کرتا تھا، تو یہ حدیث دلیل ہے کہ رمضان کی راتوں میں قرآن مجید کی تلاوت کثرت سے کرنا مستحب ہے، اس لئے کہ رات میں مصروفیات کم ہو جاتی ہیں اور ہمت مجتمع

ہوتی ہے اور تدبر قرآن پر دل اور زبان دونوں متحد ہو جاتے ہیں، فرمانِ الٰہی ہے:

﴿إِنَّ نَاشِئَةَ ٱلَّيۡلِ هِيَ أَشَدُّ وَطۡـًٔا وَأَقۡوَمُ قِيلًا﴾ [مزمل:٦]

"بیشک رات کا اٹھنا دل جمعی کے لئے انتہائی مناسب ہے اور بہت کو بہت درست کرنے والا ہے"۔

سلف صالحین رمضان میں قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت کیا کرتے تھے، بعض تین دنوں میں قرآن مجید ختم کر دیا کرتے تھے، اور بعض سات دنوں میں قرآن ختم کر دیا کرتے تھے جن میں حضرت قتادہ بھی شامل ہیں اور بعض دس دنوں میں قرآن ختم کیا کرتے تھے جن میں حضرت ابو رجاء عطاری کا نام شامل ہے، اور حضرت اسود ماہِ رمضان میں ہر دو دنوں کے بعد قرآن ختم کیا کرتے تھے، اور حضرت نخعی رمضان کے آخری عشرہ میں خاص طور سے قرآن ختم کیا کرتے تھے اور ماہِ رمضان کے باقی دنوں میں ہر تین دن پر قرآن ختم کیا کرتے تھے جب رمضان کا مہینہ شروع ہوتا تو حضرت زہریؒ فرماتے تھے کہ ماہِ رمضان تلاوتِ قرآن اور کھانے کھلانے کا نام ہے، اور جب رمضان کا مہینہ آتا تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حدیث کا مطالعہ اور اہلِ علم کی مجالست کو چھوڑ کر قرآن کریم کی تلاوت کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے، اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جب رمضان کا مہینہ شروع ہو جاتا تو تمام عبادات کو چھوڑ کر تلاوتِ قرآن کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔ [دیکھئے کتاب "کی نستفید من رمضان"، ص ۳۸،۳۹]

نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے "جو شخص تین دن سے پہلے قرآن ختم کرتا ہے وہ کچھ نہیں سمجھتا" ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں "کہ تین دن سے کم وقت میں قرآن ختم کرنے کی جو ممانعت آئی ہوئی ہے وہ ہمیشہ ایسا کرنے پر] تین دن سے کم میں ختم کرنے پر [آئی ہے، البتہ بابرکت اوقات ولمحات جیسے ماہِ رمضان، بالخصوص ماہِ رمضان کی ان راتوں میں جن میں شبِ قدر کو تلاش کیا جاتا ہے، یا مقاماتِ مقدسہ جیسے مکہ میں باہر

سے آنے والوں کے لئے زمان ومکان دونوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کثرت سے قرآن کریم کی تلاوت کرنا مستحب ہے اور یہ امام احمد، اسحاق، اور دوسرے آئمہ کا قول ہے اور اس پر دوسرے لوگوں کا بھی عمل ہے، جس کا ذکر گذر چکا ہے۔ [دیکھئے کتاب ''کی نستفید من رمضان'' ص ۴۸، ۴۹]

معلوم ہے کہ جس تلاوت سے قرآن پڑھنے والے کو فائدہ پہنچتا ہے اس سے مراد وہ تلاوت ہے جس میں تدبر کیا جائے، اس کے معنی ومفاہیم کو سمجھا جائے اور اس کے اوامر ونواہی پر عمل کیا جائے، بایں طور کہ جب قاری ایسی آیت پڑھے جس میں اللہ تعالیٰ حکم دے رہا ہو تو اس کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے، اور جب آیتِ رحمت پڑھے تو اس کا سوال کرے اور رحمت کا امیدوار ہو، اور جب آیتِ عذاب سے گزرے تو اللہ سے پناہ مانگے اور اس کے عذاب سے خوف کھائے، تب تو تدبرِ قرآن اور اس پر عمل کرنا قرآن پڑھنے والوں کے لئے حجت ہے اور جو شخص قرآن پر عمل نہیں کرتا اور اس سے فائدہ نہیں اٹھاتا تو ایسے لوگوں کے خلاف قرآن حجت بن جائے گا فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿كِتَٰبٌ أَنزَلْنَٰهُ إِلَيْكَ مُبَٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوٓا۟ ءَايَٰتِهِۦ وَلِيَتَذَكَّرَ أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَٰبِ﴾

''یہ کتاب مبارک [قرآن مجید] جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ لوگ اس کی آیات میں تدبر کریں اور سمجھدار لوگ نصیحت حاصل کریں''۔ [ص:۲۹]

اور اس قدر بلند آواز سے قرآن مجید کی تلاوت کرنا کہ نمازیوں کو تشویش ہوتی ہو مناسب نہیں، کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

''بیشک نمازی اپنے رب عز وجل سے سرگوشی کرتا ہے، اسے دھیان کرنا چاہئے کہ وہ کس انداز سے اپنے رب سے سرگوشی کر رہا ہے، اور قرآن کی تلاوت میں آواز کو بلند نہ کرے''۔ [مسند احمد، طبرانی، دیکھئے صحیح سنن ابی داؤد حدیث: ۱۳۰۳، صحیح الجامع حدیث: ۱۹۵۱]

اور بہتر یہ ہے کہ وہ کام کیا جائے جو دل کے لئے زیادہ موثر ہو قرآن پڑھنے اور سننے کے لحاظ سے بہتر اثر دکھلائے، اس لئے کہ تلاوتِ قرآن کا مقصد ہے کہ قرآن میں تدبر کیا جائے اس کے معنی کو سمجھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔

بالعموم قرآن مجید کی تلاوت کی بڑی فضیلت ہے، اور اس میں بڑا اجر ہے، فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

"اقْرَؤُوا الْقُرْآنَ: فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيعًا لِأَصْحَابِهِ".

"قرآن مجید کی تلاوت کیا کرو، بلاشبہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کے لئے آئے گا"۔[صحیح مسلم: ۷۲]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے:

"مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، لَا أَقُولُ ﴿الم﴾ حَرْفٌ، أَلْفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيمٌ حَرْفٌ".

"جس نے قرآن مجید کا ایک حرف پڑھا اس کو ایک نیکی ملے گی اور نیکی دس گنا ہوتی ہے، میں [محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] نہیں کہتا کہ "الم" ایک حرف ہے بلکہ الف اور لام اور میم تین الگ الگ حرف ہیں، [جس کی تمہیں نیکیاں ملتی ہیں]"۔[امام بخاری نے تاریخ کبیر میں اس کو روایت کیا ہے، سنن ترمذی، حاکم، صحیح الجامع ۶۴۶۹]

● قرآن پڑھتے وقت رونا:

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھتے ہوئے رونا عارفین وصالحین کا شیوہ وشعار رہا ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْعِلْمَ مِن قَبْلِهِۦٓ إِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿١٠٧﴾

وَيَقُولُونَ سُبْحَٰنَ رَبِّنَآ إِن كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا ﴿١٠٨﴾ وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا﴾ [الاسراء:۱۰۷-۱۰۹]

”جنہیں اس سے پہلے علم دیا گیا ہے ان کے پاس جب بھی اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے، ہمارے رب کا وعدہ بلا شک وشبہ پورا ہو کر رہنے والا ہے، اور وہ اپنی ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے سجدہ میں گر پڑتے ہیں، اور یہ قرآن ان کی عاجزی اور خشوع خضوع بڑھا دیتا ہے“۔

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ مِن ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِن ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَائِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۚ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا﴾ [مریم:۵۸]

”یہی وہ انبیاء ہیں، جن پر اللہ تعالیٰ نے فضل وکرم کیا جو اولادِ آدم میں سے ہیں، اور ان لوگوں کی نسل سے ہیں جنہیں ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں چڑھا لیا تھا، اور اولاد ابراہیم اور یعقوب کی طرف سے راہ یافتہ اور ہمارے پسندیدہ لوگوں میں سے، ان کے سامنے جب اللہ رحمان کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی تھی یہ سجدہ کرتے اور روتے گڑگڑاتے گر پڑتے تھے“۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا میں آپ کو قرآن پڑھ کر سناؤں، حالانکہ یہ آپ پر نازل ہوا ہے، آپ نے فرمایا کہ ہاں [تم مجھے سناؤ] پس میں نے سورۃ النساء پڑھنی شروع کی یہاں تک کہ میں اس آیت پر پہنچا: ”﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا“ ”پھر سوچو اس وقت یہ کیا

کریں گے جب ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے، اور ان لوگوں پر آپ کو گواہ کی حیثیت سے کھڑا کریں گے، حضور نے فرمایا کہ اب بس کرو، میں آپ کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے"۔[دیکھئے صحیح البخاری: ۴۷۸۱،صحیح مسلم حدیث ۸۰۰]

اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب آیت:

﴿أَفَمِنْ هَٰذَا ٱلْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ۝٥٩ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ﴾[النجم:۵۹-۶۰]

"پس کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو؟ اور ہنس رہے ہو روتے نہیں؟"۔

اہل صفہ رونے لگے یہاں تک کہ ان کے آنسوان کے رخساروں پر بہنے لگے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا رونا محسوس کیا تو آپ بھی ان کے ساتھ رونے لگے، پھر تو ہم لوگ آپ کے رونے کی وجہ سے اور زیادہ رونے لگے تو آپ نے فرمایا"وہ شخص جہنم میں داخل نہیں ہوسکتا جو اللہ کی خشیت کی وجہ سے رویا ہو"۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سورۂ مطففین پڑھی اور جب اس آیت:﴿يَوْمَ يَقُومُ ٱلنَّاسُ لِرَبِّ ٱلْعَالَمِينَ﴾ پر پہنچے تو روتے ہوئے[غشی کھا کر زمین پر] گر پڑے، اور اسکے بعد قرآن پڑھنے سے رک گئے"۔[دیکھئے کتاب"کیف نعیش رمضان"ص ۱۹]

- **رمضان میں عمرہ کرنا:**

رمضان المبارک میں عمرہ کرنے کی بڑی فضیلت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"رمضان المبارک میں عمرہ کرنا حج کرنے یا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے"۔[صحیح بخاری، ۱۸۶۳،صحیح مسلم ۱۲۵۶]

- **اعتکاف کے احکام ومسائل:**

اعتکاف کا معنی ومفہوم: کسی آدمی کا تقرب الی اللہ کی نیت سے لوگوں سے کنارہ کش ہونا اور دنیا کے سارے کام کاج چھوڑ دینا نیز طاعت، نفلی نماز، ذکر الٰہی تلاوت قرآن مجید دیگر

طاعات کے لئے اپنے آپ کو فارغ کر کے مسجد میں اقامت گزیں ہونا اعتکاف کہلاتا ہے۔[احکام الصوم والاعتکاف ص ۱۹۱اور تذکیر عباد الرحمن ص ۲۶]

● اعتکاف کی مشروعیت:

اعتکاف رمضان میں کئے جانے والے ان اعمال میں سے ایک عمل ہے جس کی تاکید آئی ہے اور یہ ان سنتوں میں سے ایک سنتِ موکدہ ہے جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مہینہ میں ہمیشگی کرتے تھے اور آخری عشرہ میں آپ نے اس کی تاکید کی ہے، اور اس کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ:"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال رمضان میں دس دن کا اعتکاف کیا کرتے تھے، انتقال کے سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف کیا"۔[صحیح البخاری:۲۰۴۴]

اعتکاف تربیتِ نفس، خواہشِ نفس پر قابو پانے، دنیوی مشاغل ومصروفیات، ماکولات ومشروبات کی کثرت سے دور رہنے اور قرآن مجید کی تلاوت، ذکر الٰہی اور قیام اللیل کے لئے وقت نکالنے کا عظیم موقع ہے۔

● مستحبات اعتکاف:

معتکف کو چاہئے کہ دورانِ اعتکاف کثرت سے نفلی عبادات ادا کرے مثلاً نفلی نماز، قرآن مجید کی تلاوت، ذکر الٰہی، استغفار اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلاۃ وسلام، دعا اور دیگر طاعات کے کاموں میں اپنے آپ کو مشغول رکھے جو اس کو اللہ تعالیٰ سے قریب اور اپنے خالق ومالک تک پہنچا دیں۔ اور اس میں شرعی علم کا مطالعہ، کتبِ تفسیر وحدیث کا پڑھنا، انبیاء وصالحین کی سیر وسوانح اور دیگر کتب فقہیہ ودینیہ کا مطالعہ کرنا بھی شامل ہے۔[فقہ السنۃ ج ۱/ ۴۴۳]

لایعنی وفضول باتوں سے اجتناب کرے، جنگ وجدال، لڑائی جھگڑے، اور برا بھلا

کہنے سے بچے۔

مسجد کے اندر اپنے لئے کوئی مخصوص جگہ بنالے، حضرت نافع کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے مسجد میں وہ جگہ دکھلائی جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعتکاف کیا کرتے تھے"۔[صحیح مسلم:۱۱۷۱]

● **مباحات اعتکاف:**

[جن کاموں کا حالتِ اعتکاف میں کرنا جائز ہے]

❶ معتکف کے لئے حوائجِ ضروریہ جیسے کھانا کھانے، پانی پینے، سردی بڑھ جانے پر زیادہ سے زیادہ کپڑے چادر، کمبل اور لحاف وغیرہ لانے، قضائے حاجت پیشاب پاخانہ کرنے کے لئے مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے، اسی طرح غسل جنابت یا وضو کے لئے بھی مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعتکاف کے دنوں میں گھر میں صرف حوائجِ ضروریہ [بول و براز] کے لئے آتے"۔[صحیح البخاری:۲۰۲۹، صحیح مسلم:۲۹۷]

❷ معتکف کے لئے مسجد میں کھانا پینا اور سونا جائز ہے بشرطیکہ وہ مسجد کی صفائی وستھرائی کا مکمل خیال رکھے۔

❸ معتکف کا اعتکاف کی حالت میں حسبِ ضرورت جائز گفتگو اور بات چیت کرنا جائز ہے۔

❹ معتکف کو دورانِ اعتکاف اپنے بال میں کنگھی کرنا، ناخن تراشنا، غسل کرنا اور عمدہ کپڑے پہننا اور خوشبو لگانا جائز ہے۔

● **مبطلات اعتکاف:**

[جن کاموں کے کرنے سے اعتکاف باطل ہوجاتا ہے]

❶ بغیر ضرورت کے عمداً مسجد سے نکلنا گرچہ تھوڑی ہی دیر کے لئے ہو اعتکاف باطل ہو

جائے گا کیوں کہ مسجد میں ٹھہرنا اعتکاف کی شرطِ رکن ہے۔

❷ معتکف کا اپنی بیوی سے مجامعت کرنا، فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَلَا تُبَٰشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَٰكِفُونَ فِى ٱلْمَسَٰجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ ٱللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ﴾ [البقرۃ:۱۸۷]

"اور جب تم مسجدوں میں حالتِ اعتکاف میں ہو تو اپنی بیویوں سے مباشرت نہ کرو، یہ اللہ کی حدیں ہیں ان کے قریب بھی نہ جانا"۔

❸ جنون یا نشہ طاری ہونے کی وجہ سے عقل چلی جائے، تو بھی اعتکاف باطل ہو جائے گا کیوں کہ ایسی صورت میں تمیز جو اعتکاف کی شرائط میں سے ایک شرط ہے وہ فوت ہو جاتی ہے۔

❹ عورت کے لئے حیض و نفاس کا خون شروع ہونے سے اعتکاف باطل ہو جائے گا کیوں کہ ایسی صورت میں طہارت و پاکیزگی کی شرط فوت ہو جاتی ہے۔

❺ ارتداد سے بھی اعتکاف باطل ہو جائے گا، فرمانِ الٰہی ہے:

﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ﴾

"اگر تو نے شرک کیا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور بالیقین تو زیاں کاروں میں سے ہو جائے گا"۔ [الزمر:۶۵]

اس لئے میرے بھائیو! اللہ آپ کی حفاظت فرمائے اس عظیم سنت کو زندہ کرنے کی کوشش کیجئے اور اطاعت پر مداومت کر کے اپنے دل کو تازہ رکھئے، اور پورے سال کے مہینوں میں سے چند ایام کو توشہ آخرت جمع کرنے اور سوچ و فکر کے لئے خالی رکھئے۔

اعتکاف، یہ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے جو آج متروک ہوتی چلی جارہی ہے، کیا ہی بہتر ہوتا کہ نمازی کسی مسجد میں کوئی ایک رات سورج کے غروب ہوتے ہی

آنے والے دن کے سورج طلوع ہونے تک اعتکاف کی نیت سے داخل ہوتے تاکہ وہ اس پراجر عظیم پاتے۔

● آخری عشرے کی کمائی:

"رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں باقی عشروں کی نسبت عبادت میں زیادہ کوشش فرماتے تھے"۔[صحیح مسلم:۱۱۷۵]

جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوجاتا تو رسول اللہ ﷺ اپنی کمر کس لیتے [یعنی عبادت کے لئے کمر بستہ ہوجاتے] خود بھی پوری رات بیدار رہتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے تھے"۔[صحیح بخاری حدیث ۲۰۲۴،صحیح مسلم حدیث ۱۱۷۴]

اور ایک روایت میں ہے کہ" آپ رات کو جاگتے ، اہل خانہ کو جگاتے ،خوب محنت کرتے اور کمر بستہ رہتے"۔

❶ نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں ان کاموں کو انجام دیتے تھے جن کاموں کو باقی مہینے میں انجام نہیں دیا کرتے تھے، جیسے شب بیداری کرنا، اورشب بیداری سے مراد پوری رات بیدار رہنا ہے یعنی پوری رات نماز وغیرہ میں مصروف رہنا ہے یا یہ کہ آپ پوری رات عبادت کرتے تھے بس اس درمیان رات کا کھانا اور سحری کھاتے تھے،تو شب بیداری کرنے سے مراد آپ کا رات کے اکثر حصہ میں بیدار ہونا ہے، اس مفہوم کی تائید صحیح مسلم کی حدیث سے ہوتی ہے کہ:

"حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نہیں جانتی کہ آپ نے کسی ایک رات صبح ہونے تک مسلسل قیام کیا ہو"۔[صحیح صحیح مسلم:۷۴۶]

❷ نبی کریم ﷺ ان راتوں میں اپنے گھر والوں کو نماز کے لئے بیدار کرتے تھے اور یہ بھی معلوم ہے کہ آپ سارا سال اپنے گھر والوں کو بیدار کرتے تھے، چنانچہ جب آپ تہجد

پڑھ چکتے تو حضرت عائشہؓ کو بیدار کرتے، نیز فاطمہ اور علی کا دروازہ کھٹکھٹا کر فرماتے تم دونوں نماز کے لئے نہیں اٹھو گے، لیکن آپ ان راتوں میں انہیں کچھ رات کی عبادت کے لئے اٹھاتے تھے، تو سارے سال کے مقابلے میں ان راتوں کو زیادہ اہتمام سے جگاتے۔
[دروس رمضان ص ۸۶]

❸ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی کمر باندھ لیتے تھے یہ درحقیقت اس بات سے کنایہ ہے کہ آپ معمول سے زیادہ عبادت اور محنت کے لئے مستعد ہو جاتے تھے، یعنی عبادات بجالانے کے لئے آپ بالکل کمر بستہ ہو جاتے یا یہ کہ یہ کنایہ ہے اس عشرے میں آپ عورتوں سے علیحدہ رہتے اور ہمبستری نہ کرتے، اور یہی زیادہ درست معنی ہے، مسند احمد بن حنبل میں حضرت علیؓ سے ایک حدیث منقول ہے جس میں ہے "رفع المئزر" راوی حدیث نے حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا "رفع المئزر" سے مراد کیا ہے؟ فرمایا عورتوں سے علیحدہ ہونا، ایک اور روایت میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی کمر کس لیتے اور اپنے اہل خانہ سے دور رہتے"۔ [مسند احمد ج ۶/ ۶۷]

سلف کی ایک جماعت نے فرمانِ الٰہی: ﴿فَالْـَٔـٰنَ بَـٰشِرُوهُنَّ وَٱبْتَغُوا۟ مَا كَتَبَ ٱللَّهُ لَكُمْ ۚ﴾ [البقرۃ: ۱۸۷] کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ وابتغوا ما کتب اللہ لکم سے مراد شبِ قدر کی تلاش ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کی راتوں میں سفید دھاگے کا کالے دھاگے کے ظاہر ہونے تک عورتوں سے مباشرت کرنے کی اجازت دی تو اس کے ساتھ ہی شبِ قدر کی تلاش کا بھی حکم دیا تاکہ مسلمان ماہِ رمضان کے ان طویل راتوں میں عورتوں سے مباشرت اور فائدہ اٹھانے میں ہی مصروف نہ رہیں اور اس طرح شبِ قدر کی تلاش سے محروم ہو جائیں۔ [صحیح مسلم: ۱۱۷۵]

اور اللہ تعالیٰ نے تہجد کے ذریعہ شبِ قدر کو تلاش کا حکم دیا، خاص طور سے ان راتوں میں

جن میں شبِ قدر ہونے کا زیادہ امکان ہوتا ہے، یہیں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نبی کریم ﷺ رمضان کی بیسویں تاریخ تک اپنی بیویوں کے پاس جاتے تھے پھران سے علیحدگی اختیار کر لیتے اور رمضان کے آخری عشرہ میں شبِ قدر کی تلاش میں اپنے آپ کو فارغ کر لیتے، اس لئے ہمیں چاہئے کہ خیر اور نیکی کی تلاش میں ہم اپنے نبی کی اقتدا اور پیروی کریں، کیوں کہ رسول کریم ﷺ کی ذات گرامی ہی میں ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

● شب قدر کی تلاش:

مستحب یہ ہے کہ شب قدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا جائے کیوں کہ نبی کریم ﷺ شبِ قدر کی تلاش میں ان راتوں میں محنت کیا کرتے تھے، جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہو جاتا تو خود بھی راتوں کو جاگتے اور اپنے اہل و عیال کو بھی جگاتے، اور عبادت کے لئے کمر بستہ ہو جاتے، شبِ قدر کی تلاش و امید میں آپ نے اعتکاف بھی کیا ہے۔

● شب قدر کی وجہ تسمیہ:

❶ اللہ تعالیٰ اس رات میں تمام مخلوقات کی روزیوں، اموات اور پورے سال میں ہونے والے واقعات کا فیصلہ فرماتا ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے

﴿فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾ [الدخان:۴]

"اس رات میں ہر معاملہ کا حکیمانہ فیصلہ صادر کیا جاتا ہے"۔

یہ سنوی فیصلہ ہوتا ہے اور ایک ہے تقدیرِ عمری، جب بچہ شکمِ مادر ہی میں ہوتا ہے تو لکھ دیا جاتا ہے، اور ایک ہے تقدیرِ ازلی، جس میں اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی تقدیر آسمان و زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار برس پہلے لکھ کر لوحِ محفوظ میں ثبت کر رکھی ہے۔ [دیکھئے الشرح الممتع: ج ۶/ ۴۹۴، ۴۹۵]

❷ قدر و منزلت اور شرف و عظمت ہے، جیسے کہا جاتا ہے (فلان لہ قدر) یعنی فلاں شخص کو شرف و منزلت حاصل ہے۔

❸ جو شخص اس رات کی عبادت کرتا ہے وہ بڑا مقام حاصل کر لیتا ہے، جو مقام اسے پہلے کبھی حاصل نہیں ہو سکا تھا اس طرح اس کا مقام اللہ کے یہاں بڑھ جاتا ہے۔

❹ اس رات میں عمل اور عبادت کی اللہ کے یہاں بڑی قدر ہے۔

❺ قدر کے معنی تنگی کے ہیں کیوں کہ اس رات اتنی کثرت سے فرشتے زمین پر اترتے ہیں کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے۔ [تفسیر فتح القدیر: ج ۵/ ۶۷۹ اور شرح الصدر بذکر لیلۃ القدر حافظ عراقی کی صفحہ ۲۰، ۲۱]

● شب قدر کے فضائل:

❶ شبِ قدر کی بڑی فضیلت آئی ہے، اللہ تعالیٰ نے شبِ قدر کی فضیلت میں ایک مکمل سورت نازل فرمائی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس رات کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾ "شبِ قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے"۔

یعنی اس رات میں ایک مرتبہ تسبیح [سبحان اللہ] پڑھنا دوسری راتوں میں تیس ہزار تسبیحات پڑھنے سے بہتر ہے، اس رات کی ایک رکعت دوسری راتوں کی تیس ہزار رکعات سے بہتر ہے، اس لئے کہ یہ رات تیس ہزار راتوں سے بہتر ہے، تو اس رات میں عمل کرنا ایک ہزار مہینوں کے اس عمل سے بہتر ہے جن میں شبِ قدر نہیں ہوتی، تو جس نے اس رات میں عبادت کی گویا اس نے ۸۳ سال چار مہینے سے زیادہ عبادت کر لی۔

❷ شبِ قدر یہ مبارک رات ہے، بہت زیادہ خیر و برکت والی رات، فرمانِ الٰہی ہے:

﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ﴾ [الدخان: ۳]

"بیشک ہم نے اسے ایک برکت والی رات میں نازل کیا ہے"۔

یہ برکت والی رات شبِ قدر ہے نہ کہ شبِ براءت، اس لئے کہ قرآن ماہِ رمضان میں نازل ہوا ہے جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِىٓ أُنزِلَ فِيهِ ٱلْقُرْءَانُ﴾ [البقرۃ:۱۸۵]

"رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا"۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ﴾ [القدر:۱]

"یقیناً ہم نے اسے شبِ قدر میں نازل فرمایا" اور شبِ قدر رمضان میں ہوتی ہے نہ کہ شعبان میں۔

3 یہ وہ رات ہے:

﴿فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾ [الدخان:۴]

"جس میں ہر معاملہ کا حکیمانہ فیصلہ صادر کیا جاتا ہے"

4 یہ وہ رات ہے:

﴿تَنَزَّلُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَٱلرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ﴾ [القدر:۴]

"جس میں فرشتے اور روح الامین جبرئیل علیہ السلام اپنے رب کے اذن سے ہر حکم لے کر اترتے ہیں"۔

یعنی وہ تمام امور جن کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سال بھر کے لئے کر دیا جاتا ہے۔

5 یہ سلامتی کی رات ہے:

﴿سَلَٰمٌ هِىَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ ٱلْفَجْرِ﴾ [القدر:۵]

"یہ رات سراسر سلامتی کی ہوتی ہے، اور فجر کے طلوع ہونے تک [رہتی ہے]"

یعنی اس رات خیر ہی خیر ہوتی ہے اس میں کوئی برائی نہیں ہوتی، یعنی یہ رات سلامتی والی

ہوتی ہے، کوئی شیطان اس رات میں کسی مومن مرد یا مومنہ عورت پر اثر انداز نہیں ہوتا، یا یہ کہ یہ رات حفاظت کرنے والی ہوتی ہے کوئی شیطان اس رات برائی کرنے اور کسی کو کوئی تکلیف پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتا ہے، یا یہ کہ یہ رات سلام وتحیہ والی ہوتی ہے اس میں فرشتے مومنوں کو سلام کرتے ہیں۔ [علامہ شوکانی کی تفسیر فتح القدیر ج ۵/ ۶۸۰، ۶۸۱، اور شرح الصدر بذکر لیلۃ القدر ص ۲۴۔۲۵]

❻ یہ گناہوں کی مغفرت اور قیام کرنے کی رات ہے فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

”مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ“.

”جو شخص شبِ قدر کا قیام ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے کرے گا اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں“۔ [صحیح البخاری: ۳۵، صحیح مسلم حدیث ۷۶۰]

یہ عبادت کی رات ہے کھانے پینے اور اظہارِ فرحت ومسرت کے لئے نہیں ہے، جو شخص اس رات میں عبادت نہ کر کے ثواب سے محروم رہے وہ ہر طرح کی خیر سے محروم رہا۔

● وہ کونسی رات ہے؟

شبِ قدر رمضان کے آخری عشرہ کی کوئی طاق رات ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شبِ قدر کی تلاش میں رمضان کے پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا پھر درمیانی عشرہ کا، پھر رمضان کی بیس تاریخ کی صبح آپ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا مجھے شبِ قدر دکھائی گئی، پھر اس کو بھلا دیا گیا، لہذا تم رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو، اور میں نے اپنے آپ کو پانی اور مٹی میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا، گویا بارش رمضان کے آخری عشرہ کی اکیسویں رات کو ہوئی تھی، گویا اس سال شبِ قدر اکیسویں رات کو تھی۔

مذکورہ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شبِ قدر کا

ہونا زیادہ موکد ہے، تو اکیسویں، تئیسویں، پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں کی راتیں یہ وہ پانچ راتیں ہیں جن میں شبِ قدر ہونے کی زیادہ امید کی جاتی ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ شبِ قدر صرف طاق راتوں میں ہوتی ہے بلکہ طاق اور غیر طاق راتوں میں ہو سکتی ہے، البتہ طاق راتوں میں شبِ قدر کے ہونے کا زیادہ امکان ہے، اور آخری سات راتوں میں زیادہ امید کی جاتی ہے فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے "میں تمہارا خواب زیادہ تر آخری سات راتوں میں دیکھتا ہوں جو اس کو تلاش کرنا چاہے وہ آخری سات راتوں ہی میں تلاش کرے" اور یہ مفہوم اس وقت صحیح ہوگا جب اس سے ہر سال مراد نہ لیا جائے، اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر آنے والے رمضان میں ایسا ہی ہوگا، اس لئے کہ یہ ممکنہ چیز ہے، کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کے آخری عشرہ کا مرتے دم تک اعتکاف کیا، اور شبِ قدر ایک مرتبہ اکیسویں رات کو ہوئی، جیسا کہ گزر چکا۔ [الشرح الممتع ج ۶ / ۴۹۳]

اور ان طاق راتوں میں سب سے زیادہ ممکن ستائیسویں کی رات ہے، اس لئے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بغیر کسی استثناء کے قسم کھا کے فرماتے تھے کہ شبِ قدر ستائیسویں رات کو ہوتی ہے، اور یہ وہی ستائیسویں رات ہے جس کے قیام کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو دیا تھا۔ [صحیح مسلم حدیث ۷۶۲]

اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شبِ قدر سے متعلق یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لیلۃ القدر ستائیسویں کی رات ہے۔ [صحیح سنن ابی داؤد حدیث: ۱۳۸۶]

لیکن شبِ قدر کو اسی ایک رات کے ساتھ معین کرنا درست نہیں، کیونکہ دوسری حدیثوں سے پتہ چلتا ہے کہ شبِ قدر دوسری راتوں میں بھی ہو سکتی ہے، شبِ قدر ہر سال ایک ہی رات نہیں ہوتی بلکہ یہ مبارک رات دوسری راتوں میں منتقل ہوتی رہتی ہے، کسی سال یہ انتیس

کی رات میں ہوتی ہے، کسی سال پچیسویں کی رات کو ہوتی ہے تو کبھی تئیسویں کی رات کو ہوتی ہے، اس طرح ان تمام احادیث کے درمیان تطبیق ہو جاتی ہے۔

اور اس رات کے [ہر سال] منتقل ہونے میں یہ حکمت ہے کہ اگر شبِ قدر کو کسی ایک رات کے ساتھ خاص کر لیا جاتا تو سست لوگ صرف اسی رات کا قیام کرتے اور اسی رات کی فضیلت پر اعتماد و بھروسہ کر لیتے اور دوسری راتوں میں کوتاہی کرتے اس لئے یہ احتمال رکھا گیا کہ آخری عشرہ کی ہر رات شبِ قدر ہو سکتی ہے تو اس طرح انسان اس پورے عشرہ کی راتوں میں عبادت کرے گا، اور دراصل اس رات کے مخفی ہونے کی یہی حکمت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل سے بھلا دی گئی، ختم کر دی گئی اور مخفی رکھی گئی، اور یہی وہ خیر ہے جس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس فرمان کے ذریعہ اشارہ فرمایا کہ میں تمہیں شبِ قدر کے بارے میں بتلانے کے لئے نکلا تو فلاں اور فلاں شخص جھگڑ رہے تھے کہ وہ رات میرے دل سے بھلا دی گئی، ممکن ہے اس میں تمہارے لئے بہتری ہو، اس لئے تم اس رات کو اس عشرہ کی پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں میں تلاش کرو۔

شبِ قدر کے اجر و ثواب کو حاصل کرنے کے لئے قطعاً یہ شرط نہیں ہے کہ انسان اس رات کو جانے بھی، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص شبِ قدر کا قیام ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے کرے گا اس کے پہلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایمان و احتساب کی قید لگائی ہے نہ کہ معلوم ہونے کی، تو اگر اس رات کے ثواب کو حاصل کرنے کے لئے اس رات کو جان لینے کی شرط ہوتی تو ضرور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی وضاحت فرما دیتے، اسی طرح اس رات کے اجر و ثواب حاصل کرنے کے لئے اس رات کو دیکھنا بھی ضروری نہیں، البتہ اس رات کی موافقت اور تلاش میں اجر و ثواب کی امید رکھنا شرط ہے، اور شبِ قدر کو وہ آدمی اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اس رات

کو دیکھنے کی توفیق مرحمت فرمادے، یعنی یہ کہ وہ شخص اس رات کی علامات ونشانیوں کو دیکھ لے، اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علامتوں کے ذریعہ اس رات کا پتہ لگا لیتے تھے اس لئے اس رات کو نہ دیکھنا اس رات کے خیر وبرکت کو حاصل کرنے میں مانع نہیں ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان واحتساب کے ساتھ اس رات کا قیام کریں۔

مسلمان کو چاہئے کہ وہ اس رات کی تلاش میں رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں جستجو کرے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجر وثواب کو حاصل کرنے کے لئے اس رات کو تلاش کرنے کا حکم دیا ہے تو جس کا قیام ایمان واحتساب کے ساتھ شبِ قدر کے ساتھ مل جائے تو گویا اس نے اس رات کے اجر وثواب کو حاصل کر لیا، گرچہ وہ یہ نہ جان سکے کہ آج کی رات شبِ قدر ہے، فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے "جو شخص شبِ قدر میں ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کی نیت سے عبادت میں مشغول رہا اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو گئے" ایک دوسری روایت میں ہے "جو شخص شبِ قدر کی تلاش میں رات کو قیام کرے پھر وہ رات اس کے لئے شبِ قدر ہو جائے..." ایک اور روایت میں ہے جو شخص شبِ قدر کا قیام کرے پھر اس کا قیام ایمان واحتساب کے ساتھ شبِ قدر کے ساتھ مل جائے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے"۔[صحیح مسلم:۷۶۰]

ان روایات سے ان لوگوں کی تردید ہو جاتی ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ جو شخص بھی آخری عشرہ کی طاق راتوں کا قیام کرتا ہے اس کے لئے شبِ قدر کا اجر وثواب لکھ دیا جاتا ہے گرچہ اس کا قیام شبِ قدر سے موافق نہ ہو۔[دیکھئے مجلۃ البحوث الاسلامیہ ۱۸۶/۲۰، ۱۸۷]

- **شب قدر کی علامات ونشانیاں:**

شبِ قدر کی کچھ علامات ونشانیاں ہیں، کچھ علامات ونشانیاں تو خود اس رات میں ہوتی ہیں، اور کچھ علامات ونشانیاں اس رات کے بعد ظاہر ہوتی ہیں، جو علامات ونشانیاں اس

رات میں ہوتی ہیں وہ یہ ہیں:

❶ اس رات میں بہت زیادہ روشنی ہوتی ہے، یہ روشنی شہروں کے اندر بھی ہوا کرتی ہے، مگر اس روشنی کو وہی لوگ محسوس کر سکتے ہیں جو صحراؤں اور میدانوں میں مصنوعی روشنی سے دور رہتے ہیں۔

❷ مومن انسان اس رات میں دوسری راتوں کے مقابلہ میں کچھ زیادہ ہی راحت و اطمینان اور دل کی خوشی محسوس کرتا ہے۔

❸ انسان دوسری راتوں سے زیادہ اس رات میں عبادت کے اندر لذت محسوس کرتا ہے۔

❹ اس رات میں ہوا معتدل رہتی ہے، اس میں آندھی نہیں ہوتی بلکہ موسم مناسب ہوتا ہے، اور جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ وہ رات روشن رہتی ہے، اور ایک اور روایت میں ہے وہ رات بالکل پرسکون، صاف ستھری اور معتدل ہوتی ہے، زیادہ سردی و گرمی نہیں ہوتی۔ [مسند احمد، طبرانی، ابن خزیمہ حدیث ۲۱۹۲]

❺ اس رات میں ستارے نہیں جھڑتے۔

❻ بسا اوقات اس رات میں بارش ہوتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ مجھے شبِ قدر دکھلائی گئی پھر اس کو بھلا دیا گیا، پس تم رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو، میں نے اپنے آپ کو پانی اور کیچڑ میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا اور ایسا حق اور سچ تھا۔

❼ اس رات میں چاند نکلتا ہے تو ایسے ہوتا ہے جیسے بڑے تھال کا کنارہ۔ [صحیح مسلم حدیث ۱۱۷۰]

❽ اور کبھی اللہ تعالیٰ انسان کو خواب میں یہ رات دکھا دیتا ہے جیسا کہ بعض صحابہ کو دکھایا گیا۔

اور کچھ علامتیں ایسی ہیں جو اس رات کے بعد ظاہر ہوتی ہیں:

شبِ قدر کے بعد کی صبح کو جب سورج طلوع ہوتا ہے تو وہ سفید ہوتا ہے اور اس میں شعائیں نہیں ہوتیں، [روشنی نہیں ہوتی] یا سورج کی سرخی کم ہوتی جیسے چودہویں رات کا چاند، یعنی اس کی روشنی نیزہ کی مانند پھیلی ہوئی نہیں ہوتی ہے۔

البتہ یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ اس رات میں کتے کا بھونکنا کم ہوتا ہے یا بالکل ہی نہیں بھونکتا، اور یہ کہ تمام درخت زمین پر گر کر اللہ کے حضور سجدہ کرتے ہیں، پھر اپنی اصلی حالت پر لوٹ جاتے ہیں، اور یہ کہ اس رات میں کھارا پانی میٹھا ہو جاتا ہے، اور اس رات میں ہر جگہ حتی کہ اندھیرے والے مقام میں بھی روشنی ہو جاتی ہے، اور یہ کہ لوگ اس رات میں ہر جگہ سلام سنتے ہیں، یہ تمام تر علامتیں صحیح نہیں بلکہ محسوس و مشاہدہ کے بھی خلاف ہیں۔ [دروس رمضان ص ۹۲، اور الشرح الممتع ج ۶/ ۴۹۸، ۴۹۹]

- **شب قدر کی دعا:**

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر اتفاق سے میں شبِ قدر پا لوں تو اس رات کو کیا دعا مانگوں؟ آپ نے فرمایا یہ دعا مانگنا:

”اللَّهُمَّ إِنَّكَ عُفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي“.

”اے اللہ تو بڑا معاف کرنے والا ہے، اور معافی کو پسند کرنے والا ہے، مجھے معاف کردے“۔ [مسند احمد ج ۶/ ۱۷۱، ۱۷۱، ۲۸۱]

اور سنن ترمذی کی روایت میں ہے:

”اللَّهُمَّ إِنَّكَ عُفُوٌّ كَرِيمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي“.

”اے اللہ تو معاف کرنے والا الکریم ہے اور معافی کو پسند کرتا ہے، مجھے معاف فرما دے“۔ [سنن ترمذی ۳۵۱۳]

● صدقہ فطر:

صدقہ فطر کا مطلب ہے زکوٰۃِ فطر، لفظ صدقہ سے مراد فریضہ زکوٰۃ بھی ہوتی ہے، قرآن وسنت میں یہ لفظ اسی معنی میں بکثرت استعمال ہوا ہے، زکوٰۃ فطر کا مطلب ہے وہ زکوٰۃ جس کا سبب رمضان کے روزوں کا اختتام ہو، صدقہ فطر کو زکوٰۃِ فطرت بھی کہا جاتا ہے تو گویا کہ وہ اسی "الفطرۃ" فطرت سے ماخوذ ہے جو بمعنی خلقت ہے اس طرح بندہ پر اس کے وجوب کا یہ معنی ہے کہ اس سے اس کے نفس کا تزکیہ اور عمل کی صفائی ہوتی ہے۔[فقہ الزکاۃ ج ۲ر ۹۱۷]

● صدقہ فطر کی فرضیت ومشروعیت:

صدقہ فطر ایک ایسا فریضہ ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں پر فرض قرار دیا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

"فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَكَاةَ الفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى العَبْدِ وَالحُرِّ، وَالذَّكَرِ وَالأُنْثَى، وَالصَّغِيرِ وَالكَبِيرِ مِنَ المُسْلِمِينَ".

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور یا جو کا ایک صاع صدقہ فطر ہر مسلمان آزاد، غلام، مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے پر فرض کیا ہے"۔[صحیح بخاری حدیث: ۱۵۰۳، صحیح مسلم حدیث: ۹۸۴]

● صدقہ فطر کی حکمت:

صدقہ فطر شعبان سن ۲ ہجری میں فرض ہوا، تاکہ روزہ دار کی ان لغو اور بیہودہ باتوں سے پاکیزگی کا سبب بنے جن میں وہ دورانِ روزہ مبتلا ہوا ہے، اور یہ بھی کہ دورانِ روزہ اس سے جو کوتاہیاں ہوئی ہیں ان کی تلافی کا سبب ہو، اس لئے کہ نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں، اور

فقراء ومحتاجین کی مدد کا باعث ہو اور عید کے دن ان کے لئے کھانا میسر ہو جو کہ خوشی ومسرت کا دن ہے اور اس لئے بھی کہ مالدار حضرات ان کی مسرت وخوشی میں شریک ہوں، اس لئے صدقہ فطر روزہ دار اور ان کی طرح نفساء [نفاس والی عورت] اور چھوٹے بچے پر بھی فرض ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے:

”فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ، وَطُعْمَةً لِلمسَاكِينِ“ .

”کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ فطر روزے دار کو بے ہودگی، فحش باتوں سے پاک کرنے کے لئے نیز مسکینوں کے کھانے کا انتظام کرنے کے لئے فرض کیا ہے“۔[صحیح بخاری حدیث: ۱۵۰۳، صحیح مسلم حدیث: ۹۸۴]

صدقہ فطر دینے سے ماہِ رمضان اور روزہ کی تکمیل پر اللہ عزوجل کی شکر گزاری کا اظہار بھی ہوتا ہے۔[الشرح الممتع ج ۶/ ۱۵۱]

یہ بدن کی زکوٰۃ بھی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ایک سال سے باقی رکھا ہے اور باقی رکھ کر انعام کیا ہے۔[اتحاف اہل الاسلام باحکام الصیام صفحہ ۸۲]

تزکیہ نفس کی تکمیل کے لئے ماہِ اطاعت کے اخیر میں صدقہ فطر مقرر کیا گیا اس لئے کہ طاعات بجالانے اور محرمات چھوڑنے سے نفس کا تزکیہ ہوتا ہے نیز مال خرچ کرنے سے بھی نفس پاک ہوتا ہے اس لئے [اللہ کی راہ میں] مال خرچ کرنے کو زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔[۴۸ سوالا فی الصیام ص ۸۲]

● صدقہ فطر کن لوگوں پر فرض ہے؟

صدقہ فطر ہر مسلمان پر فرض ہے جس کے پاس عید کے دن اور اس کی رات اپنے اور اپنے اہل وعیال کی خوراک اور بنیادی ضروریات سے زائد ہو، اور یہ ہر قسم کے مسلمانوں پر

فرض ہے، اس میں آزاد و غلام، مرد و عورت، چھوٹے بڑے، دولت منداور فقیر، شہری اور دیہاتی، روزہ داراور غیر روزہ دار کے درمیان کوئی فرق نہیں، اس کے لئے نصاب زکوٰۃ کی شرط نہیں ہے، اس لئے کہ صدقہ فطر شخص پر فرض ہے مال پر نہیں، اور نہ ہی یہ مال سے متعلق ہے اور نہ ہی مال کی زیادتی سے صدقہ فطر زیادہ ہوتا ہے بلکہ یہ کفارہ کی طرح دولت منداور فقیر ہر طرح کے آدمی پر فرض ہے، جیسا کہ حدیث کی عبارت ہے کہ "صدقہ فطر ہر آزاد و غلام پر فرض ہے"۔

جو ہر دولت منداور فقیر پر لاگو ہوتا ہے نصاب کا مالک ہونا شرط نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "کہ صدقہ فطر ہر آزاد و غلام، مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا، دولت مند ہو یا فقیر، سب پر فرض ہے"۔ [دیکھئے مسند احمد ج ۲/ ۲۷۷، و دیگر کتب حدیث]

اور حدیث:

"لَا صَدَقَةَ إِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى"

"صرف غنی آدمی پر ہی زکاۃ فرض ہوتی ہے"۔

یہ مال کا صدقہ ہے اور صدقہ فطر بدن اور نفس کا صدقہ ہے، اور صدقہ فطر نکالنے کے لئے اپنی بنیادی ضروریات جیسے گھر ساز و سامان اور عورت کا زیور اگر استعمال کے لئے ہو تو اس کا بیچنا ضروری نہیں ہے، البتہ جو بنیادی ضروریات سے زائد ہو اس کو فروخت کر کے صدقہ فطر نکالنا ممکن ہو تو پھر اس پر صدقہ فطر نکالنا ضروری ہے، اس لئے کہ وہ نقصان اٹھائے بغیر ادائیگی پر قادر ہوا، یہ بالکل مشابہ ہے اس شخص کے جو غلہ کا مالک ہو جس کے پاس اتنا غلہ ہو جو اس کی ضرورت سے زائد ہو، اگر کسی کے ہاتھ میں اتنا کچھ ہو کہ وہ صدقہ فطر نکال سکتا ہو لیکن اس پر اسی مال کے مثل قرض ہو تو اس پر ضروری ہے کہ وہ صدقہ فطر نکالے الا یہ کہ اس

سے قرض کی ادائیگی کا فوراً مطالبہ ہورہا ہو، پھر تو اس پر قرض کی ادائیگی ضروری ہو جائے گی، اور صدقہ فطر اس پر فرض نہیں رہے گا، یا یہ کہ صدقہ فطر کے فرض ہونے سے پہلے اس کے ذمہ قرض ادا کرنا ضروری رہا ہو تو پہلے وہ قرض ادا کرے گا خواہ اس سے قرض کی ادائیگی کا مطالبہ نہ کیا جارہا ہو، ایسی صورت میں صدقہ فطر کی فرضیت اس سے ساقط ہو جائے گی، اور جس شخص کے پاس فی الحال کچھ نہ ہو لیکن مستقبل میں اسے تنخواہ یا کسی صورت میں مال ملنے کی امید ہو تو وہ قرض لے کر صدقہ فطر ادا کرے گا، اگر ایک صاع سے کم غلہ ہو تو جتنا ہو اتنا ہی نکالے، فرمان الٰہی ہے:

﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ [التغابن:۱۶]

”پس جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو“۔

اور فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

”جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو تم اپنی طاقت کے مطابق اس پر عمل کرو“۔

بیوی یا زیرِ کفالت رشتہ دار جب اپنی طرف سے صدقہ فطر نہ نکال سکیں تو ان کی طرف سے وہ شخص صدقہ فطر نکالے جو ان کے نان ونفقہ کا ذمہ دار ہوتا ہے، اگر وہ خود نکالنے کی طاقت رکھتے ہوں تو ان کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ اپنی طرف سے صدقہ فطر نکالیں، اس لئے کہ اصلاً یہی لوگ حکم کے پابند ہیں، اور جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالغ، نابالغ، آزاد غلام کے نفقہ اور خرچ کا جو ذمہ دار ہو اس کو ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم فرمایا“۔ [دارقطنی، بیہقی ج ۴/ ۱۶۱، علامہ البانی نے ارواء الغلیل میں اس حدیث کو حسن کہا ہے حدیث: ۸۳۵]

اسی طرح جو بچہ شکمِ مادر میں ۱۲۰ دن مکمل کرلے تو بعض اہلِ علم نے اس کی طرف سے نفلی طور پر صدقہ فطر نکالنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ [فقہ الزکاۃ ج ۲/ ۹۲]

● صدقہ فطر کی مقدار:

صدقہ فطر کی مقدار ایک صاع فی کس مقرر ہے اور صاع سے مراد صاعِ نبوی ہے، صاعِ مدنی کا وزن ہمارے یہاں کے تول سے دوکلو چالیس گرام عمدہ قسم کی گندم کے برابر ہوتا ہے، البتہ چاول اور بھاری قسم کے غلوں کا وزن زیادہ ہوگا، معتدل وزن تقریباً ڈیڑھ کلو ہے۔[تذکیر عباد الرحمن ص ۳۱، زاد الصائم ص ۲۹]

البتہ گیہوں سے نصف صاع صدقہ فطر نکالنا یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے ہے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس رائے کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا:

''ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں ہر چھوٹے بڑے آزاد غلام کی طرف سے غلہ، پنیر، جو، کھجور، اور کشمش کا ایک صاع فی کس بطور صدقہ دیا کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی ہم اس پر برابر عمل کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ حضرت معاویہؓ حج یا عمرہ کے لئے تشریف لائے اور لوگوں سے منبر پر گفتگو کی، اس گفتگو میں یہ بھی فرمایا، میری رائے میں شام کا دو مد گیہوں ایک صاع کھجور کے برابر ہوتا ہے اس کے بعد لوگ ان کی رائے پر عمل کرنے لگے، حضرت ابوسعید خدریؓ نے فرمایا: ''لیکن میں ایک صاع ہی نکالتا ہوں اور میں زندگی بھر ایک صاع ہی نکالتا رہوں گا''۔

طحاوی وغیرہ کی روایت میں ہے میں تو اسی طرح ایک صاع کھجور یا جو یا کشمش یا پنیر صدقہ فطر نکالتا رہوں گا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں نکالتا رہا ہوں، کسی آدمی نے آپ سے کہا اور گیہوں کے دو مد تو فرمایا نہیں، معاویہؓ نے قیمت کا اعتبار کیا ہے میں نہ تو اسے قبول کروں گا اور نہ اس پر عمل کروں گا۔

گیہوں سے ایک صاع کی روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں ہے جس طرح نصف

صاع کی احادیث درجہ صحت کو نہیں پہنچتیں، البتہ قیمت کا نکالنا تو اسے کسی ضابطہ کے تحت نہیں لایا جاسکتا، کیوں کہ یہ ضابطہ ہر زمانے اور ہر ملک کے لحاظ سے مختلف ہوسکتا ہے، اس طرح تو بسا اوقات کئی صاع گیہوں نکالنا لازم ہوگا۔

تو خلاصہ یہ نکلا بنیادی طور پر صاع کا ہی اعتبار کیا جائے گا، اختلاف سے بچنے اور نص کی اتباع میں جو یقینی طور پر ثابت ہے، یہی تمام حالتوں میں اور سبھی قسم کے خوراک کے لئے زیادہ موزوں ہے۔[فقہ الزکاۃ ج ۲/ ۹۴۰،۹۴۱، دیکھئے الممتع: ۶/ ۱۷۹۔۱۸۰]

● صدقہ فطر میں کون سی چیز دی جائے؟

صدقہ فطر اس غلہ سے دینا چاہیے جو عام طور پر علاقے کے لوگوں کی خوراک ہو، گرچہ حدیث میں اس کی صراحت نہیں آئی، مثال کے طور پر چاول ہے البتہ منصوص علیہ اشیاء [کھجور، جو، کشمش اور پنیر] کا صدقہ فطر میں نکالنا گرچہ اس وقت خوراک میں سے نہیں ہے، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تھی تو پھر اس سے صدقہ فطر ادا نہیں ہوگا، باوجودیکہ حدیث میں ان چیزوں کے متعلق نص آئی ہوئی ہے کیوں کہ یہ اس وقت کا کھانا تھا۔

لہذا اس کا تذکرہ تمثیل کے طور پر آیا ہوا ہے نہ کہ تعیین کے طور پر، کیوں کہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں عید الفطر کے دن ایک صاع کھانا نکالا کرتے تھے، اور ہمارا کھانا جو، کشمش، پنیر اور کھجور ہوا کرتا تھا" حضرت ابوسعید خدری کا قول (من طعام) میں علت کی طرف اشارہ ہے اس سے مراد وہ غلہ ہے جو کھایا جاتا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث سے بھی اس رائے کو تقویت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ داروں کے روزہ کو لغو اور فحش گفتگو سے پاک کرنے نیز مساکین کی خوراک کی خاطر صدقہ فطر کو فرض کیا ہے۔[الشرح الممتع: ۶/ ۱۸۰۔ ۱۸۳]

اور جب لوگوں کی خوراک غلہ اور پھل کے علاوہ گوشت ہو جیسے وہ لوگ جو قطبِ شمالی میں رہتے ہیں ان کی خوراک اور کھانا اکثر و بیشتر گوشت ہی ہوتا ہے تو صحیح یہ ہے کہ ان کے لئے صدقہ فطر میں گوشت نکالنا کافی ہوگا، اور اس میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو خوراک ہو چاہے وہ غلہ اور پھل ہو، گوشت ہو یا اس کے مشابہ کوئی اور چیز، ان چیزوں کا صدقہ فطر میں نکالنا کافی ہوگا خواہ حدیث میں منصوص علیہ اشیاء میں سے ہو یا نہ ہو، بنا بریں صدقہ فطر میں مبلغ نقدی، لباس، جانوروں کا چارہ اور دیگر اشیاء وغیرہ نہیں دی جاسکتیں، اس لئے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے خلاف ہے، اور آپ ﷺ کا فرمان ہے "جس نے ایسا کام کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے"۔[صحیح بخاری، صحیح مسلم]

نیز آپ ﷺ نے فرمایا "جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات ایجاد کی جو اس میں نہیں تو وہ مردود ہے"۔[صحیح بخاری، صحیح مسلم]

عہد نبوی ﷺ میں نقدی روپئے پیسے دراہم و دینار پائے جاتے تھے، پھر بھی آپ نے صحابہ کو صدقہ فطر میں ایک صاع غلہ نکالنے کا حکم دیا اور انہیں غلہ اور قیمت کے درمیان کوئی اختیار نہیں دیا اس لئے معلوم ہوا کہ صدقہ فطر میں روپئے پیسے ادا کرنا صحابہ کرام کے عمل کے خلاف ہے، کیوں کہ وہ لوگ ایک صاع غلہ نکالتے تھے، اور فرمانِ نبوی ﷺ ہے "میری سنت اور میرے بعد خلفائے راشدین کے طریقے کو تھامے رکھنا اور اس پر مضبوطی سے جمے رہنا، نیز دین میں پیدا کی گئی نئی نئی باتوں سے بچنا کیوں کہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔[مسند احمد ج ۴/ ۱۲۶، سنن ابی داؤد، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ دیگر کتب حدیث]

اور اس لئے بھی کہ صدقہ فطر متعینہ جنس کی شکل میں فرض شدہ عبادت ہے، اس لئے دوسری جنس سے نکالنا کافی نہیں ہوگا، جس طرح متعینہ وقت کے علاوہ صدقہ فطر نکالنا کافی

نہیں ہوگا، کیوں کہ صدقہ فطر میں روپئے پیسے نکالنے سے یہ ایک ظاہری شعار کے بجائے پوشیدہ صدقہ ہوجاتا ہے، اس لئے سنت کی اتباع میں ہی بہتری ہے اوراس کی پیروی ہی میں تمام قسم کی خیر ہے۔[مجالس شہر رمضان ص ۲۸، اور فصول فی الصیام ص ۳۰]

درمیانی قسم کے غلوں سے صدقہ فطر ادا کیا جائے، [جنس گھٹیا قسم کی نہ ہو] فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَيَمَّمُواْ ٱلۡخَبِيثَ مِنۡهُ تُنفِقُونَ وَلَسۡتُم بِـَٔاخِذِيهِ إِلَّآ أَن تُغۡمِضُواْ فِيهِۚ﴾[البقرة:۲٦۷]

”ان میں سے بری چیزوں کے خرچ کرنے کا قصد نہ کرنا جسے تم خود لینے والے نہیں ہو، ہاں اگر آنکھیں بند کرلو تو اور بات ہے“۔

● **صدقہ فطر کب واجب ہوتا ہے؟**

صدقہ فطر کا وجوب رمضان کے آخری دن سورج کے غروب ہونے کے بعد عید کی رات سے ہوتا ہے، اور یہی رمضان کے صدقہ فطر کی ادائیگی کا وقت ہے، اسی لئے اس کو صدقہ فطر کہا جاتا ہے اور رمضان کے صدقہ فطر کا وقت سورج غروب ہونے کے ساتھ ہی عید کی رات سے شروع ہوجاتا ہے، تو اس وقت جو بھی اہل وجوب ہوں گے ان پر صدقہ فطر واجب ہو جائے گا اور جو اہل وجوب میں سے نہیں ہوں گے ان پر صدقہ فطر واجب نہیں ہوگا۔ بنابریں اگر کوئی شخص غروبِ آفتاب کے بعد عید کی رات اسلام لائے یا کسی کے یہاں بچہ پیدا ہو، یا غروبِ آفتاب سے چند منٹ پہلے کوئی شخص مرجائے، تو ان سب کی طرف سے صدقہ فطر نکالنا واجب نہیں، البتہ جنین [پیٹ کے بچے] کی طرف سے صدقہ فطر نکالنا بعض علماء نے مستحب کہا ہے جیسا کہ گزر چکا، اگر کوئی شخص غروبِ آفتاب سے پہلے اسلام لائے تو اس پر صدقہ فطر نکالنا واجب ہے اسی طرح اگر کوئی شخص غروب آفتاب کے چند منٹ بعد مرجائے تو اس کی

طرف سے صدقہ فطر نکالنا بھی واجب ہوگا۔[الشرح الممتع :ص ۶/ ۱۶۶، ۱۶۷، مجالس شہر رمضان ص ۲۸]

● صدقہ فطر ادا کرنے کا وقت:

صدقہ فطر کی ادائیگی کے دو وقت ہیں ایک تو افضل وقت ہے اور دوسرا وقتِ جواز، افضل وقت: عید کی صبح نمازِ عید سے پہلے ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں کھانے کا ایک صاع نکالتے تھے، نیز بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ عید کے لئے لوگوں کے نکلنے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا"۔[صحیح البخاری: ۱۵۰۹، صحیح مسلم حدیث ۹۸۶]

ابن عیینہ اپنی تفسیر میں عمرو بن دینار کے حوالہ سے عکرمہ سے نقل کرتے ہیں کہ آدمی اپنا صدقہ فطر عید کے دن نمازِ عید سے پہلے ادا کرے۔ اس لئے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ﴾ "بیشک اس نے فلاح پالی جو پاک ہوگیا"۔

لہذا افضل وبہتر یہ ہے کہ عید الفطر کی نماز ذرا دیر سے پڑھی جائے تا کہ صدقہ فطر نکالنے کا وقت باقی رہے۔

وقت جواز: عید سے ایک یا دو روز پہلے صدقہ فطر نکالا جا سکتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے حضرت نافع [جو عبداللہ بن عمر کے غلام تھے] فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما گھر کے چھوٹے بڑے تمام افراد کی طرف سے صدقہ فطر دیتے تھے حتی کہ میرے بچوں کی طرف سے بھی دیتے تھے، اور ابن عمر رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو دیتے جو اسے قبول کرتے تھے، صحابہ کرام کے بارے میں ہے کہ وہ صدقہ فطر عید الفطر سے ایک یا دو دن پہلے دیتے تھے۔[سنن ابی داود ۱۶۱۰]

صدقہ فطر کا نمازِ عید سے مؤخر کرنا جائز نہیں، اگر کسی نے بغیر شرعی عذر کے صدقہ فطر کو نمازِ

عید سے مؤخر کیا تو اس کا صدقہ فطر مقبول نہیں ہو گا کیوں کہ یہ حکم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہے، اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے [صدقہ فطر] نماز عید سے پہلے ادا کیا تو اس کا صدقہ فطر مقبول ہو گا، اور جس نے نماز عید کے بعد ادا کیا تو وہ عام صدقات کی طرح ایک صدقہ شمار ہو گا"۔ [صحیح سنن ابی داؤد حدیث ۱۳۷۰]

اگر کسی شرعی عذر کی وجہ سے نکالنے میں دیر کر دے تو کوئی مضائقہ نہیں، جیسے کوئی شخص صحراء میں ہو کہ عید آ جائے اور اس کے پاس کچھ نہ ہو یا اس کے پاس لینے والا مستحق موجود نہ ہو، یا یہ کہ آنا فانا عید کی خبر پہنچے بایں طور نمازِ عید سے پہلے صدقہ فطر نکالنا ممکن نہ ہو، یا یہ کہ اس نے کسی پر اعتماد کیا ہے کہ وہ اس کی طرف سے صدقہ فطر نکال دے گا، لیکن وہ اس کی طرف سے نکالنا بھول گیا، تو اب صدقہ فطر نکالنے میں کوئی مضائقہ نہیں خواہ وہ عید کے بعد نکالے اس لئے کہ وہ اس سلسلہ میں معذور ہے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ صدقہ فطر نماز سے پہلے اس کے مستحق تک پہنچایا جائے، یا اس کے وکیل تک پہنچایا جائے، اگر صدقہ نکالنے والا کسی خاص شخص کے بارے میں نیت کرے اور اتفاق سے وہ شخص یا اس کا وکیل نہ مل سکے، تو وہ صدقہ فطر نکال کر کسی دوسرے کو دیدے اور لیٹ نہ کرے۔ [مجالس شہر رمضان ص ۲۸]

البتہ حضرت عبداللہ بن عمر سے جو روایت نقل کی جاتی ہے کہ ہم لوگوں کو نماز عید کے لئے نکلنے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم تھا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عید کی نماز پڑھ کر واپس آتے تو مساکین کے درمیان اس کو تقسیم کر دیتے۔...... [دار قطنی، بیہقی ج ۴/ ۱۷۵، اور سعید بن منصور، یہ حدیث ضعیف ہے اور ثابت نہیں۔ دیکھئے ارواء الغلیل حدیث ۸۴۴]

● صدقہ فطر کس جگہ ادا کیا جائے:

صدقہ فطر اسی جگہ کے فقراء و مساکین کو دیا جائے جہاں آدمی صدقہ فطر نکالتے وقت

موجود ہو، چاہے وہ اپنی رہائش پر ہو یا کسی دوسرے مسلمان ملک میں اور بالخصوص مقدس جگہ مکہ اور مدینہ میں ہو یا وہاں کے فقراء سخت حاجت مند ہوں اگر وہ ایسے ملک میں ہو کہ وہاں مستحق ہی کوئی نہ ہو یا یہ کہ اسے معلوم نہ ہو کہ کسے دیا جائے یا یہ کہ مستحقین کو نہ جانتا ہو تو کسی کو مختار بنادے جو اس کی طرف سے مستحقین کو صدقہ فطر ادا کردے اور نماز عید سے پہلے پہلے دے دیا جائے۔

● صدقہ فطر کے مصارف و مستحقین:

صدقہ فطر کے مستحقین فقراء و مساکین ہیں یا وہ مقروض ہیں جنہیں قرض ادا کرنے کی طاقت نہیں، تو انہیں بقدر حاجت صدقہ فطر میں سے دیا جائے، صدقہ فطر کئی فقیروں پر تقسیم کر دینا بھی جائز ہے اور اس کے برعکس کئی لوگوں کا صدقہ فطر ایک ہی فقیر کو دینا بھی درست ہے، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقدار کو مقرر کیا ہے جن کو صدقہ فطر دیا جائے ان کا شمار نہیں کیا۔

بنابریں اگر کئی لوگوں کے فطرانے کو ناپنے کے بعد ایک برتن میں جمع کرلیا جائے اور پھر دوبارہ ناپے بغیر لوگوں کو صدقہ فطر دیا جائے تو سبھی کی طرف سے صدقہ فطر ادا ہو جائے گا، لیکن دوسرے کو یہ بتلا دینا مناسب ہے کہ صدقہ فطر دیتے وقت اس کی مقررہ مقدار کا لحاظ نہیں کیا گیا ہے تاکہ وہ دھوکہ میں نہ پڑ جائے، اور وہ اپنی طرف سے فطرانہ کسی اور کو دے، اور وہ اس کے تول کو نہ جانتا ہو۔

اور فقیر کو بھی چاہئے کہ دوسروں کے دیئے ہوئے صدقہ فطر سے اپنا صدقہ فطر یا اپنے خاندان میں سے کسی فرد کا صدقہ فطر ادا کردے بشرطیکہ وہ ان کو خود ناپ چکا ہو، یا فطرانہ ادا کرنے والا اس کو بتلا دے انہوں نے اس کو فطرانہ دیدیا ہے اور اس کے قول پر اعتماد کر لے۔ [مجالس شہر رمضان ص ۲۸]

● عیداوراس کے احکام ومسائل:

عید: ہر وہ موقع جو خوشی کا پیغام لے کر آئے عید ہے، یہ [ہر سال] لوٹ کر اور بار بار آتی ہے، عید کا تصور ہر امت میں زمانہ قدیم سے رہا ہے، ہر بڑی مناسبت کے لئے لوگ عید مناتے رہے ہیں اور عید کے دن اس کی یاد دہراتے رہے ہیں اور اس دن وہ انواع واقسام کی مسرت وخوشی کا اظہار کرتے رہے ہیں۔

غیر مسلم اقوام کی عیدیں دنیوی امور سے جڑی ہوئی ہیں جیسے عید نیروز، عید کرسمس، عید الام، عید الحب، عید میلاد، عید زواج اور دوسری عیدیں، یہ عیدیں خود ان کی اپنی بنائی ہوئی ہیں اس لئے ان کا مظہر خالص مادی ہوتا ہے۔

لیکن امت مسلمہ کی عید خالص مذہبی اور دینی عید ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت مکمل کرنے پر اور اس کو راضی کرنے کے لئے ہوتی ہے اور اس طریقے کے مطابق ہوتی ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس چیز کو متعین کیا ہے، اس لئے کہ دنیا میں مومنوں کی خوشیاں بھی ان کے مالک ومولیٰ کے لئے ہوتی ہیں جب وہ اللہ کی اطاعت مکمل کر کے کامیاب ہوتے ہیں اور وہ اپنے اعمال کا بدلہ پاتے ہیں یہ یقین رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے ان اعمال کی ادائیگی پر اپنے فضل ومغفرت کا وعدہ کیا ہے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ﴾ [یونس:۵۸]

”آپ کہہ دیجئے کہ بس لوگوں کو اللہ کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہئے وہ اس سے بدرجہا بہتر ہے جس کو وہ جمع کر رہے ہیں“۔

تمام اقوام کی عیدیں بڑھتی رہتی ہیں کیوں کہ وہ خود ہی ان عیدوں کے مقرر کرنے والے ہوتے ہیں لیکن مسلمانوں کے لئے دو عیدیں ہیں کوئی تیسری عید نہیں، ایک عید الفطر اور

دوسری عید الاضحیٰ اور یہ دونوں عیدیں اللہ تعالیٰ نے خود مقرر کی ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو اہلِ مدینہ کو دو تہوار مناتے پایا جن میں وہ کھیل تماشا کیا کرتے تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لئے دو دن تھے، جن میں تم کھیل تماشا کیا کرتے تھے، اب اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے بدلے میں تمہیں ان سے بہتر دو دن عطا فرمائے ہیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ"۔[صحیح سنن ابی داؤد حدیث ۱۰۰۴، سنن نسائی حدیث:۱۵۵۵]

ایک اور عید بھی ہے جو ہفتہ وار عید کہلاتی ہے اور وہ جمعہ کا دن ہے جو ہر ہفتہ ایک مرتبہ لوٹ کر آتا ہے لیکن سطورِ ذیل میں ہماری گفتگو عید الفطر سے متعلق ہوگی۔

● نماز عید کا حکم:

عیدین کی نماز سن دو ہجری میں مقرر ہوئی، عیدین کی نماز دو رکعت سنت موکدہ ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز عید پابندی سے ادا کی، مردوں اور عورتوں کو نماز عید کے لئے نکلنے کا حکم دیا، اکثر محققین نے نماز عید کو واجب قرار دیا ہے، جو عذر کے بغیر ساقط نہیں ہوتی، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ اس کی پابندی کی ہے اور کبھی ناغہ نہیں کیا اور عورتوں کو بھی نماز عید کے لئے نکلنے کا حکم دیا، اور کسی کام کا حکم دینا اس کے وجوب پر دلالت کرتا ہے، پھر یہ دین کے شعائر میں سے ہے، اور دین کے شعائر واجب ہوا کرتے ہیں، اگر عید اور جمعہ ایک ہی دن میں جمع ہو جائیں تو عید نماز جمعہ کو ساقط کر دیتی ہے، اور یہ معلوم ہے نوافل فرائض کو ساقط نہیں کر سکتے، اور جن لوگوں نے نماز عید کو سنت موکدہ غیر واجب کہا ہے ان لوگوں نے اعرابی والی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرائض اسلام اور پانچ نمازوں کے متعلق بتلایا، تو اعرابی نے پوچھا کیا مجھ پر اس کے علاوہ بھی فرض ہے؟ تو آپ نے فرمایا: "إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ" نہیں، مگر یہ کہ تو بطور نفل ادا کرے، یعنی اس کے علاوہ

کوئی فرض نہیں ہے الا یہ کہ تم اسے نفلی طور پر ادا کرو، یہ دلیل ہے اس بات پر کہ نمازِ پنجگانہ کے علاوہ کوئی اور نماز فرض نہیں ہے، البتہ یہ کہ نماز عید کی اپنی ایک خصوصیت ہے اور شان ہے۔

- **عید کے آداب:**

غسل کرنا: نماز عید کے لئے غسل کرنا مستحب ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بسند صحیح ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید الفطر کے دن عید گاہ جانے سے پہلے غسل کیا کرتے تھے، اور حضرت سعید بن مسیب سے بطریق صحیح منقول ہے کہ عید الفطر کے دن تین چیزیں مسنون ہیں: نماز عید کے لئے پیدل جانا، نماز عید الفطر کے لئے نکلنے سے پہلے کچھ کھا کر نکلنا، اور غسل کرنا، ممکن ہے حضرت سعید بن مسیب نے یہ معلومات بعض صحابہ سے لی ہوں، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز عید کے لئے غسل کے مستحب ہونے پر علماء کا اتفاق نقل کیا ہے اور جس سبب کے باعث جمعہ کے دن اور دوسرے اجتماعات کے موقع پر غسل کرنا مستحب ہے وہ سبب عید کے اندر بھی موجود ہے بلکہ عید کے اندر وہ چیز اور زیادہ نمایاں ہے۔ [دروس رمضان ص ۹۷]

- **نماز عید کے لئے سنورنا اور خوشبو لگانا:**

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری کے "**باب العيد والتجمل فيه**" میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل فرمایا ہے کہ:

''حضرت عمرؓ ایک موٹے ریشمی جبہ کو جو بازار میں فروخت ہو رہا تھا، لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اسے خرید لیجئے، اور عید کے دن اور وفود سے ملاقات کے وقت زیب تن فرمالیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو ان لوگوں کا لباس ہے جن کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہوتا"۔ [صحیح البخاری: ۹۴۸]

علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ عیدین کے موقع پر زیب وزینت کا اہتمام کرنا صحابہ کے یہاں معروف ومشہور تھا۔[المغنی ج ۳/ ۲۵۷]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی رائے کو تو پسند فرمایا لیکن اس جبہ کی خریداری کو ناپسند فرمایا کیوں کہ وہ ریشم کا تھا۔[دروس رمضان:ص:۹۹]

امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید کے دن سرخ دھاریوں والی چادر زیب تن فرمایا کرتے تھے"۔[السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی:۱۲۷۹]

اور امام بیہقی نے بسند صحیح روایت نقل کیا ہے کہ:

"حضرت عبداللہ بن عمر عیدین کے موقع پر اپنا سب سے عمدہ لباس زیب تن کرتے تھے"۔[سنن بیہقی ج ۳/ ۲۸۱]

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اہلِ علم سے سنا ہے کہ وہ ہر عید کے موقع پر خوشبو اور زینت کو مستحب جانتے تھے۔[المغنی ج ۳/ ۲۵۸]

مرد کو چاہئے نماز عید کے لئے جانے سے پہلے عمدہ ترین لباس پہنے، البتہ جب عورتیں نماز عید کے لئے نکلیں تو زیب وزینت سے احتیاط کریں، اس لئے کہ انہیں اجنبی مردوں کے سامنے اظہارِ زیب وزینت سے روکا گیا ہے، اسی طرح نماز عید کے لئے نکلنے والی عورت کے لئے خوشبو استعمال کرنا منع ہے کیوں کہ وہ مردوں کے لئے باعث فتنہ ہے، کیوں کہ وہ اللہ کی عبادت واطاعت کے لئے نکلی ہیں، اس لئے مسلمان عورت کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اس ذات کی نافرمانی کرے جس کی اطاعت کے لئے نکلی ہے کہ تنگ لباس اور جاذبِ نظر رنگین کپڑے یا خوشبو وغیرہ لگا کر اس کے حکم کی خلاف ورزی کرے۔[دیکھئے کتاب دروس رمضان ص ۹۹-۱۰۰]

● **نماز عید سے پہلے کھانا:**

عید گاہ جانے سے پہلے طاق کھجوریں جیسے تین یا پانچ کھجوریں اگر میسر ہوں تو کھانا مستحب ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید الفطر کے دن کھجوریں کھائے بغیر عید گاہ کی طرف نہیں جاتے تھے، اور ایک روایت میں ہے کہ آپ طاق کھجوریں کھاتے تھے''۔[صحیح البخاری: ۹۵۳، دیگر کتب حدیث]

اور اس میں حکمت یہ ہے کہ بندہ یہ خیال نہ کرے کہ روزہ رکھنے کا حکم نماز عید پڑھنے تک باقی ہے، نیز کھجوریں تناول کر کے اللہ تعالیٰ کے حکم کی فوری تعمیل ہے۔[فتح الباری ج ۲/ ۵۱۸]

بعض علماء کا خیال ہے اگر کوئی شخص طلوع فجر کے بعد نماز فجر سے پہلے بھی کھجوریں کھا لے تو مقصود حاصل ہو جائے گا اس لئے کہ اس نے دن میں کھایا ہے البتہ افضل یہی ہے کہ جب نماز عید کے لئے نکل رہا ہو تب کھجوریں کھائے۔[الشرح الممتع ج ۵/ ۱۶۱]

● **عید گاہ جانا:**

سنت یہ ہے کہ نماز عید شہر یا گاؤں سے باہر عید گاہ میں ادا کی جائے، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی ادائیگی کے لئے مسجد کو چھوڑ کر عید گاہ کی طرف نکلتے تھے، اور یہی عمل خلفاء راشدین اور ان کے بعد کے لوگوں کا رہا ہے۔[صحیح بخاری: ۹۵۶، صحیح مسلم: ۸۸۹]

● **عید گاہ کی طرف پیدل جانا:**

مستحب یہ ہے کہ نماز عید کے لئے عید گاہ کی طرف پیدل نکلا جائے، جیسا کہ امام ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید گاہ کی طرف پیدل نکلتے اور پیدل ہی لوٹتے تھے''۔[دیکھئے صحیح سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۰،

۱۰۷۱]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ عید گاہ کی طرف پیدل جانا سنت ہے۔[سنن ترمذی: ۵۳۰، صحیح ابن ماجہ ۱۰۷۲، سنن بیہقی ج ۳/ ۲۸۱]

جناب سعید بن المسیب کا قول گزر چکا ہے کہ عید الفطر کے دن تین چیزیں مسنون ہیں جن میں عید گاہ کی طرف پیدل جانا بھی شامل ہے، امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ کسی جنازہ میں سوار ہوتے اور نہ ہی عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے لئے سوار ہوتے۔[الارواء الغلیل ج ۳/ ۱۰۳]

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر عید گاہ قریب ہو تو پیدل عید گاہ جائے اگر دور ہو تو سوار ہو کر جانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔[المغنی لابن قدامہ: ج ۲/ ۳۷۴]

عورتوں اور بچوں کا عید گاہ جانا:

نماز عید کے لئے عورتوں اور بچوں کا عید گاہ جانا جائز و ثابت ہے اور اس میں شادی شدہ، غیر شادی شدہ، جوان، بوڑھی اور حیض والی عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں، حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم عورتوں کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں عید گاہ لے جائیں جوان لڑکیوں حیض والی عورتوں اور پردہ نشین خواتین کو بھی، البتہ حیض والی عورتیں عید گاہ سے الگ رہیں، لیکن وہ نیکی اور مسلمانوں کی دعا میں شامل ہوں، میں نے عرض کیا اگر ہم میں سے کسی کے پاس اوڑھنے کے لئے چادر نہ ہو تو آپ نے فرمایا اس کی بہن اس کو اپنی چادر اوڑھا دے“۔[دیکھئے صحیح البخاری حدیث ۳۲۴، صحیح المسلم: ۸۹۰]

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

”رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹیوں بیویوں کو نماز عید کے لئے عید گاہ نکلنے کا حکم دیتے

تھے“۔[مسند احمد ج ۱/۲۳۱، مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ، دیکھئے السلسلۃ الصحیحۃ حدیث رقم ۲۱۱۵]

البتہ عورتیں با پردہ ہوکر عیدگاہ جائیں، بے پردگی نہ کریں، خوشبولگا کر زیب وزینت کے ساتھ نہ جائیں، جس میں مردوں کے لئے فتنہ ہو، اسی طرح [غیر محرم مردوں کے ساتھ] اختلاط نہ ہو، جولوگ موجودہ زمانے میں خطرے کے پیش نظر عورتوں کے عیدگاہ جانے کو روکتے ہیں ان کی رائے درست نہیں، ہاں اگر اس ممانعت کو بے پردہ عورتوں کے ساتھ یا ان عورتوں کے ساتھ جو پردہ کرنے میں کوتاہی برتتی ہیں خاص کردیا جائے تو اسکی ممانعت صحیح ہے، البتہ اس کا تمام عورتوں کے لئے ممنوع کہنا درست نہیں، کیوں کہ آپ ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ تو یہاں تک فرماتے ہیں ایک قول یہ ہے کہ نماز عید تمام عورتوں پر واجب ہے۔[الاختیارات الفقہیہ ص ۸۲، مجلۃ البیان: ۱۳۶/۲۵]

البتہ صرف خواتین کا باجماعت مسجد میں نماز عید پڑھنا اور مسلمانوں کے ساتھ عیدگاہ میں نماز عید کے لئے شرکت نہ کرنا، یا نماز عید کی ادائیگی کے لئے خواتین کا کسی گھر میں جمع ہونا حکم نبوی کے سراسر خلاف ہے۔

● **عید کے دن تکبیر پڑھنا:**

عید کی رات سورج ڈوبنے سے لے کر نماز عید سے فارغ ہونے تک تکبیر کہنا مسنون ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾[البقرۃ:۱۸۵]

”تاکہ روزوں کی گنتی پوری کرو، اور تم اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت بخشی اور چاہیئے کہ تم اس کی نعمتوں پر شکر بجالاؤ“۔

بعض اہلِ علم نے کہا ہے کہ تکبیرات عید واجب ہیں، اور ایک مرتبہ تکبیر کے الفاظ کہنا کافی

ہے، مردوں کے لئے مسنون یہ ہے کہ وہ مسجدوں، گھروں، بازاروں اور راستوں میں تکبیرات کہیں، اوراس کی عبادت اور شکر کا اظہار بلند آواز سے کریں، گھر سے نکلنے سے لے کر عیدگاہ پہنچنے اور امام کے آنے تک تکبیر کہنا سلف صالحین کے نزدیک بہت زیادہ مشہور تھا، ابن ابی شیبہ، عبد الرزاق، اور فریابی جیسے مؤلفین نے اس کو سلف سے نقل کیا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرفوعا روایت بھی کیا ہے۔[ارواء الغلیل ج ۳/ ۱۲۱، ۱۲۳]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بایں الفاظ تکبیر کہتے تھے:

"اللّٰہ أکبر اللّٰہ أکبر، لا إلٰہ إلا اللّٰہ، واللّٰہ أکبر اللّٰہ أکبر، وللّٰہ الحمد".[مصنف ابن ابی شیبۃ ۵۶۵۰،الارواء ج ۳/ ۱۲۵]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان الفاظ میں تکبیر کہا کرتے تھے:

"أَللّٰهُ أَكْبَرُ، أَللّٰهُ أَكْبَرُ، أَللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ، أَللّٰهُ أَكْبَرُ وَأَجَلُّ، أَللّٰهُ أَكْبَرُ عَلَى مَا هَدَانَا". [السنن الکبریٰ للبیھقی: رقم: ۶۳۵۲، الارواء ج ۳/ ۱۲۵، رقم: ۶۵۴]

اور ایک روایت میں ہے:

"أَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا، أَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا، أَللّٰهُ أَكْبَرُ وَأَجَلُّ، أَللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ".[مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳/ ۵۶۳۵،الارواء ج ۳/ ۱۲۵]

عورتیں بھی تکبیرات کہیں گی لیکن پست اور دھیمی آواز کے ساتھ، حضرت ام عطیہؓ کی روایت ہے کہ:

"ہمیں عید کے دن عیدگاہ کی طرف نکلنے کا حکم دیا جاتا تھا یہاں تک کہ ہم دوشیزاؤں کو گھروں سے نکالیں اور حیض والی عورتوں کو بھی نکالیں، البتہ وہ لوگوں کے پیچھے رہیں اوران کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہیں اوران کی دعاؤں کے ساتھ دعا کریں، وہ سب اس دن کی برکت

اور پاکی کی امید رکھیں"۔[صحیح بخاری حدیث ۹۷۱، صحیح مسلم ۸۹۰]

البتہ سب لوگوں کا مل کر ایک آواز میں تکبیر کہنا، یا ایک شخص کے اللہ اکبر کہنے کے بعد سب لوگوں کا مل کر تکبیر دوہرانا بدعت ہے، اس لئے کہ اذکار کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ معروف ومشہور رہا ہے کہ ہر شخص تنہا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ذکر کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کے طریقے سے انحراف نہ کرے۔[اسئلۃ واجوبۃ فی صلاۃ العیدین ص ۳۱،۳۲]

● **نمازعید کا وقت:**

عید کی نماز کا وقت چاشت کی نماز کے وقت سے پہلے ہے، حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز کے لئے لوگوں کے ہمراہ عیدگاہ روانہ ہوئے، امام نے دیر کر دی، آپ نے تاخیر پر اظہارِ ناپسندیدگی کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم تو [رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں] اس وقت نماز پڑھ کر فارغ ہوجایا کرتے تھے اور وہ وقت نماز چاشت کا تھا۔[صحیح بخاری، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ دیگر کتب حدیث]

ابن بطال فرماتے ہیں کہ فقہائے کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ نماز عید طلوع آفتاب سے پہلے اور نہ طلوع آفتاب کے فورا بعد ادا کی جائے بلکہ وقت مکروہ کے گزر جانے کے بعد ادا کی جائے جب نفل نماز پڑھنا جائز ہوجائے۔

عید الاضحیٰ کی نماز جلدی اور عید الفطر کی نماز تاخیر سے پڑھنے کو علماء نے مستحسن خیال کیا ہے، کیونکہ ہر عید کی مناسبت سے الگ الگ کام ہے، عید الفطر کا کام صدقہ فطر نکال کر فقراء و مساکین پر تقسیم کرنا ہے، اور صدقہ فطر نکالنے کا وقت نماز عید سے پہلے ہے، اور عید الاضحیٰ کا کام قربانی ہے، اور قربانی کا وقت نماز عید کے بعد ہے، اس سلسلہ میں ایک مرفوع روایت موجود ہے لیکن وہ صحیح نہیں ہے۔[ارواء الغلیل ج ۳/۱۰۱، تمام المنۃ ص ۳۴۷]

● **نمازعید کے لئے اذان واقامت:**

نمازعید کے لئے نہ اذان ہے اور نہ اقامت، اور نہ اس کے لئے (الصلاۃ جامعۃ "نماز اکٹھا کرنے والی ہے") کے الفاظ سے آواز لگائی جائے، بلکہ آپ ﷺ جب عید گاہ تشریف لے جاتے تو [اذان و اقامت کے الفاظ کے بغیر] نماز شروع کر دیتے، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

''عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی نماز کیلئے اذان نہ دی جاتی تھی"۔[صحیح بخاری:۹۶۰،صحیح مسلم:۸۸۶]

اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

''میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ عیدین کی نماز بغیر اذان واقامت کے پڑھی"۔[صحیح مسلم:۸۸۷،سنن ابی داؤد ۱۱۴۸]

● **نمازعید کے لئے سترہ کا اہتمام:**

جب عید گاہ کھلی جگہ ہو اور وہاں کوئی ایسی چیز نہ ہو جس کو بطور سترہ استعمال کیا جا سکے تو امام کے سامنے [کسی چیز کا بھی] سترہ رکھ دینا چاہئے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

''رسول اللہ ﷺ جب نماز عید کیلئے عید گاہ نکلتے تو اپنے سامنے نیزہ گاڑنے کا حکم دیتے پھر آپ اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھاتے اور لوگ آپ کے پیچھے ہوتے، اور آپ سفر میں بھی ایسے ہی کیا کرتے، اس کے بعد امراء نے بھی اسی کو اختیار فرمایا، اور سنن ابن ماجہ کی روایت میں اتنا اضافہ ہے [نیزہ کو سترہ کے طور پر گاڑنا] اس لئے تھا کہ عید گاہ کھلی جگہ تھی اور وہاں سترہ کے طور پر استعمال کرنے کے لئے کوئی چیز نہ تھی"۔[صحیح ابن ماجہ:۱۰۷۷]

● **نمازعید کا طریقہ:**

نمازعید کا طریقہ بھی دیگر نمازوں کی طرح ہے البتہ اس میں تکبیرات زائدہ ہیں، چنانچہ

اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں کی لو تک اٹھاتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہے، پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو سینہ پر باندھ لے، پھر دعائے استفتاح پڑھے اور اگر دعائے استفتاح کو آخری تکبیر تک مؤخر کر دے تو کوئی مضائقہ نہیں، پھر چھ تکبیریں کہے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری میں پانچ تکبیریں کہتے۔ [صحیح سنن ابی داؤد ۱۰۱۸، حاکم ج ۱/ ۲۹۸، بیہقی ج ۳/ ۲۸۶]

اور ایک روایت میں ہے رکوع کے دونوں تکبیروں کے علاوہ۔ [صحیح سنن ابی داؤد ۱۰۱۹، صحیح ابن ماجہ ۱۰۵۸]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''نماز عید الفطر میں سات تکبیریں پہلی رکعت میں، اور پانچ دوسری رکعت میں، اور قراءت ہر دو رکعت میں تکبیروں کے بعد ہے، اسی طرح حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے''۔ [صحیح ترمذی ۴۳۲، صحیح ابن ماجہ ۱۰۵۷، ابن خزیمہ ۱۴۳۸]

یہ ساری روایات آپس میں ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتی ہیں جس کے نتیجے میں یہ روایات درجہ صحت کو پہنچ جاتی ہیں۔ [ارواء الغلیل ج ۳/ ۱۰۶، ۱۱۱]

اور یہی عمل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔ [موطاء امام مالک، بیہقی ج ۳/ ۲۸۸، مصنف ابن ابی شیبہ]

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نماز عید کی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ ملا کر سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں چھ تکبیریں رکعت [سے اٹھنے والی] تکبیر ملا کر کرتے تھے اور یہ ساری تکبیریں قراءت سے پہلے ہوا کرتی تھیں۔ [مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۰۳]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ۹ اور ۴ تیرہ تکبیریں کہنا بھی صحیح طور پر ثابت

ہے اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی صحیح ہے "جو چاہے سات تکبیریں کہے اور جو چاہے نو تکبیریں کہے، اور جو چاہے گیارہ تکبیریں کہے اور جو چاہے تیرہ تکبیریں کہے"۔

اور ایک روایت میں ہے ۷ اور ۵ بارہ تکبیریں بھی ہیں، یہ روایت تمام تر روایتوں سے زیادہ صحیح ہے، چنانچہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس معاملہ میں وسعت ہے اور جو روایتیں بھی صحیح ثابت ہیں ان سب پر عمل کرنا جائز ہے، واللہ اعلم۔[الارواء الغلیل ج ۳/ ۱۱۱، ۱۱۲]

یہ تکبیرات سنت ہیں، اگر کوئی انسان ان تکبیرات پر عمل کرے تو اس میں ثواب ہے، اور اگر کوئی انسان اس کو نہیں کرتا تو اس پر کوئی گناہ نہیں، لیکن یہ بات اچھی نہیں کہ انسان ان تکبیرات کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی کرے تاکہ نماز عید کو دوسری نمازوں سے ممتاز کیا جا سکے۔[المغنی ج ۳/ ۲۷۵]

اور اگر ان تکبیرات زائدہ کو بھول کر قراءت شروع کر دے تو تکبیرات زائدہ ساقط ہو جائیں گی، اس لئے کہ یہ تکبیرات سنت ہیں جن کا وقت نکل چکا ہے، جس طرح اگر کوئی دعائے استفتاح پڑھنا بھول کر قراءت شروع کر دے تو دعائے استفتاح ساقط ہو جائے گی اور اس پر سجدہ سہو لازم نہیں آئے گا۔[الاذکار للنووی ص ۱۵۶، نیل الاوطار ج ۳/ ۳۰۰]

البتہ ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرنے کے بارے میں کوئی صحیح، مرفوع اور موقوف حدیث وارد نہیں ہوئی۔[دیکھئے تمام المنۃ ص ۳۴۹]

البتہ کچھ اہلِ علم تکبیرات عیدین کے ساتھ رفع الیدین کے قائل ہیں، حضرت عطاء ابن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے کہ ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرتا رہے۔[بیہقی ج ۳/ ۲۹۳]

اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کیا کرو، تکبیرات عید کے

دوران رفع الیدین کرنے کے بارے میں نے کچھ نہیں سنا۔[فریابی، دیکھئے الارواء الغلیل ج ۳/ ۱۱۳]

ویسے ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرنے کے بارے میں ایک عام حدیث حضرت وائل بن حجر حضرمیؓ سے وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کیا کرتے تھے۔[مسند احمد ج ۴/ ۳۱۶، الارواء ۳/ ۱۳۱]

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: ''میں سمجھتا ہوں کہ یہ حدیث عید کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرنے کو شامل ہے۔ واللہ اعلم'' [ارواء الغلیل ج ۳/ ۱۱۴]

مقتدی امام کی اتباع میں آہستہ تکبیر کہے گا نہ کہ زور سے اس لئے کہ مقتدی کا بآواز بلند تکبیر پکارنا بدعت ہے۔[المعجم البدع: ص ۳۳۲]

تکبیرات زوائد کے دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی ذکر یا دعا ثابت نہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تکبیرات زائدہ کے درمیان اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی جائے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھا جائے۔[سنن البیہقی: ج ۳/ ۲۹۱، علامہ البانی نے اروء الغلیل میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، حدیث: ۶۴۲]

● عید کی دو رکعتوں میں قراءت:

مسنون یہ ہے کہ عید کی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ ق اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ قمر بآواز بلند پڑھے یا پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ غاشیہ پڑھی جائے، اور جب عید اور جمعہ ایک دن میں اکٹھے ہو جائیں پھر بھی انہی دونوں سورتوں کو دونوں نمازوں میں پڑھے۔

● نماز عید سے پہلے یا بعد نماز پڑھنا:

نماز عید سے پہلے یا بعد کوئی سنت، یا نفل نماز نہیں، مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عید کے لئے نکلے، آپ نے صرف

دو رکعت نماز عید ادا فرمائی، اور اس سے پہلے اور بعد میں کوئی نماز نہیں پڑھی"۔ [صحیح البخاری: ۹۸۹، مسلم: ۸۸۳، دیگر کتب حدیث]

ایسا ہی حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص اور حضرت عبداللہ بن عمر اور جابر رضی اللہ عنہم اجمعین سے منقول ہے۔ [ارواء الغلیل ج ۳/ ۱۰۰، ۹۹]

لیکن اگر عید کی نماز مسجد میں پڑھی جائے تو مسجد میں داخل ہونے کے بعد تحیۃ المسجد کی دو رکعت نماز پڑھے بغیر نہ بیٹھے، حضرت ابو قتادہؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب بھی تم میں سے کوئی شخص مسجد میں آئے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھ لے اور ایک روایت میں ہے کہ "نہ بیٹھے یہاں تک کہ دو رکعت نماز پڑھ لے"۔ [صحیح البخاری: ۱۱۶۷، صحیح مسلم حدیث ۷۱۷]

اور عید گاہ کا حکم بھی مسجد کا ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیض والی عورتوں کو عید گاہ سے الگ رہنے کا حکم دیا، بنا بریں جب کوئی شخص عید گاہ جائے تو وہاں بھی بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھ لے"۔ [الشرح الممتع ج ۵/ ۲۰۴،]

بعض علماء کہتے ہیں کہ نماز عید سے پہلے عید گاہ میں نماز پڑھنا بدعت ہے۔ [معجم البدع ص ۳۳۲]

اور حدیث میں نفل نماز کی جو نفی آئی ہوئی ہے وہ اس وقت ہے جب عید گاہ میں نماز پڑھی جائے، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عید سے فارغ ہو کر جب اپنے گھر لوٹتے تو دو رکعت نماز ادا کرتے۔ [مسند احمد ج ۳/ ۲۸، ۳۰، ۴۰، سنن ابن ماجہ ۱۲۹۳، دیگر کتب حدیث]

تاہم بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ چاشت کی نماز تھی۔ [مجلہ البیان ۱۳۵/ ۱۱]

● اگر نماز عید یا کچھ حصہ چھوٹ جائے؟

اگر کوئی شخص امام کے ساتھ تکبیرات زائدہ کے دوران شامل ہو تو اسے چاہئے کہ پہلے تکبیر

تحریمہ کہے، پھر بقیہ چیزوں میں امام کی متابعت کرے، اور جو کام رہ گئے ہیں وہ اس سے ساقط ہوجائیں گے۔[اسئلة واجوبہ فی صلاة العیدین لابن عثیمین ص ١٢]

اور جب امام کو رکوع کی حالت میں پائے تو صرف تکبیر تحریمہ کہے، تکبیر کہہ کر رکوع کر لے، اور اگر امام کو تکبیرات سے فارغ ہونے کے بعد پائے تو ان تکبیرات زائدہ کی قضا نہ کرے، اس لئے کہ اس کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ اور جب ایک رکعت چھوٹ جائے تو اس کی قضا کر لے، اور دوسری رکعت میں وہی کچھ کرے جو امام کرتا ہے۔[مصنف ابن أبی شیبہ ٥٨١٢]

اور اگر امام کو تشہد میں پائے تو امام کے ساتھ بیٹھ جائے، اور جب امام سلام پھیر لے تو کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھے، ان دونوں رکعتوں میں تکبیرات زائدہ کا خیال رکھے۔[المغنی ج ٣/ ٢٨٥]

اور اگر امام کے ساتھ پوری نماز نہ ملے تو دو رکعت ادا کرے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''باب إذا فاتہ العید یصلی رکعتین، وکذلک النساء ومن کان فی البیوت والقری''.

''اس بات کا بیان کہ جس شخص کو جماعت سے عید کی نماز نہ ملے تو وہ دو رکعت نماز پڑھ لے، اور عورتیں بھی ایسا ہی کریں اور وہ لوگ بھی جو گھروں اور دیہاتوں وغیرہ میں ہوں وہ بھی ایسا ہی کریں، کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے'' کہ یہ ہم مسلمانوں کی عید ہے'' انس بن مالک کے غلام ابن ابی عتبہ زاویہ نامی گاؤں میں رہتے تھے، انہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں اور بچوں کو جمع کر کے شہر والوں کی طرح نماز عید پڑھیں اور تکبیرات کہیں۔[صحیح البخاری: ١٩٥]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب ان کی نماز عید فوت ہو جاتی تو اپنے گھر والوں کو جمع کر کے امام کی نماز عید کی طرح ان کو نماز عید پڑھاتے۔[فتح الباری ج ٣/ ٥٥١]

اور یہی قول عطاء، حسن بصری، ابراہیم، ابواسحاق، حماد اور دیگر سلف صالحین رحمہم اللہ کا

ہے۔[مصنف ابن ابی شیبہ حدیث:۵۸۰۶،۵۸۰۷]

اور جب زوال آفتاب کے بعد عید کے چاند کی خبر معلوم ہوتو اگلے دن نماز عید ادا کریں، حضرت عمیر بن انس کی روایت میں ہے کہ:''انہوں نے کہا کہ میرے میرے چچاؤں نے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انصار صحابہ میں سے تھے مجھے یہ حدیث بتلائی، کہ شوال کا ہلال ابر کی وجہ سے دکھائی نہ دیا، ہم نے اگلی صبح کو روزہ رکھ لیا پھر دن کے آخر میں سواروں کی ایک جماعت آئی اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ گواہی دی کہ انہوں نے کل چاند دیکھا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ روزہ کھول دیں اور اگلے دن نماز عید کے لیے نکلیں''۔[مسند احمد ج۵/۵۷،سنن ابی داؤد ۱۱۵۷، دیگر کتب حدیث]

● **خطبہ عید:**

نماز عید کے بعد خطبہ دیا جائے، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما خطبہ سے پہلے نماز عید پڑھاتے تھے۔[صحیح الصحیح البخاری:۹۶۲،۹۶۳،صحیح مسلم حدیث ۸۸۳،۸۸۸]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:''آج کے دن ہم سب سے پہلے نماز پڑھیں گے''۔[صحیح بخاری ۹۵۱ صحیح مسلم ۱۹۶۱]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عید کی نماز میں حاضر ہوا تو آپ نے خطبہ سے پہلے نماز شروع کی''۔[صحیح مسلم:۸۸۵، دیگر کتب حدیث]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں عید گاہ پہنچ کر سب سے پہلے نماز ادا فرماتے، پھر [نماز سے فارغ ہونے کے بعد] لوگوں کی طرف کھڑے ہو کر وعظ ونصیحت فرماتے، نیکی کا حکم دیتے اور [اس دوران] لوگ اپنی اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے، اگر آپ کوئی لشکر روانہ کرنا چاہتے یا حکم دینا چاہتے تو کر

دیتے، اس کے بعد آپ واپس تشریف لے آتے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ اسی طریقے پر کار بندر ہے، یہاں تک کہ میں عید الاضحیٰ یا عید الفطر کے موقع پر مدینہ کے گورنر مروان کے ہمراہ عید گاہ کی طرف روانہ ہوا، جب ہم عید گاہ پہنچے تو وہاں ایک منبر موجود تھا، جس کو کثیر بن صلت نے تعمیر کیا تھا، مروان نے نماز سے پہلے منبر پر چڑھنے کا ارادہ کیا، تو میں نے اس کے کپڑے کو کھینچا اور اس نے مجھے کھینچا [تاہم] وہ منبر پر چڑھ گیا، اور نماز سے پہلے خطبہ دیا، میں نے اس سے کہا اللہ کی قسم تم نے [مسنون طریقہ کو] تبدیل کر دیا، اس نے کہا ابوسعید! جس بات کا تمہیں علم ہے وہ ختم ہو چکی ہے، میں نے کہا اللہ کی قسم جس بات کا مجھے علم ہے وہ اس بات سے اعلیٰ ہے جس کا مجھے علم نہیں ہے، صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ میں نے کہا ہرگز نہیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جس طریقہ کا مجھے علم ہے تم اس سے بہتر طریقہ نہیں لا رہے ہو، پھر مروان نے کہا نماز کے بعد لوگ [ہمارا خطبہ سننے کے لئے] نہیں بیٹھتے، اس لئے میں نے خطبہ کو نماز سے پہلے کر دیا ہے۔[صحیح مسلم]

● **عیدین کا خطبہ منبر پر دینا کیسا ہے؟**

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عہد میں عید گاہ میں کوئی منبر نہیں ہوا کرتا تھا جیسا کہ اوپر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوا، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

''مروان نے عید کے دن منبر نکالا اور نماز سے پہلے خطبہ دینا شروع کیا، تو ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا اے مروان عید کے روز آپ نے منبر نکال کر سنت کی خلاف ورزی کی، جب کہ [عہد نبوی اور عہد خلفائے راشدین میں] عید کے دن منبر نہیں نکالا جاتا تھا اور آپ نے نماز سے پہلے خطبہ دینا بھی شروع کر دیا، ابوسعید خدری نے کہا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا

یہ فلاں بن فلاں ہیں، پھر ابو سعید خدری ؓ نے کہا اس شخص نے اپنا حق ادا کر دیا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے: "تم میں سے جو شخص کوئی کام خلاف شرع دیکھے تو اس کو ہاتھ سے مٹا دے، اگر ہاتھ سے نہ ہو سکے تو زبان سے، اگر زبان سے نہ ہو سکے تو دل سے اس کو برا جانے، یہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے"۔ [صحیح سنن أبی داود: ۱۰۰۹، سنن ترمذی: ۲۱۷۲، دیگر کتب حدیث]

لیکن جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہوا ہے، وہ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ عید سے فارغ ہوتے تو اترتے پھر عورتوں کے پاس آتے، یہ حدیث دلیل ہے کہ آپ کسی بلند چیز پر خطبہ دیتے تھے، ویسے اس مسئلہ میں انشاء اللہ وسعت و گنجائش ہے۔ [اسئلۃ واجوبۃ فی صلاۃ العیدین ص ۴،۳]

● حمد وثنا سے خطبہ شروع کرے:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ خطبہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا سے شروع فرماتے اور اس کے متعلق کسی ایک حدیث میں یہ محفوظ نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید کے دونوں خطبے [اللہ اکبر/ اللہ کی بڑائی] سے شروع کئے ہوں۔ [فتاوی ابن تیمیۃ: ۲۲/ ۳۹۳، زاد المعاد ج ۲/ ۴۴۷]

● خطبہ لمبا کرنے کی خاطر اللہ اکبر کہنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحیح ثابت نہیں ہے کہ آپ خطبہ لمبا کرنے کے لئے اللہ اکبر کہتے تھے اور اس سلسلہ میں جو روایت آئی ہے وہ ضعیف اور کمزور ہے۔ [الارواء: ۷/ ۱۶۴]

البتہ امام زہری کا ایک قول ہے کہ لوگ عید میں اپنے گھروں سے نکل کر عید گاہ پہنچنے یا امام کے آنے تک تکبیر کہتے رہتے تھے، جب امام آتا تو لوگ خاموش ہو جاتے، جب امام اللہ اکبر کہتا تو لوگ اللہ اکبر کہتے، لیکن ایسا نماز میں کرتے تھے اور خطبہ عید میں اللہ اکبر کہنے کی دلیل نہیں ہے۔ [مجلۃ البیان ۱۳۶/ ۲۲]

● عید کا خطبہ ایک یا دو:

اس سلسلہ میں جو معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ نبی کریم ﷺ ایک ہی خطبہ دیتے تھے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''نبی ﷺ نے عید الفطر کے دن نماز پڑھائی، پہلے آپ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا، خطبہ سے فارغ ہونے پر آپ عورتوں کے پاس تشریف لائے، اور انہیں وعظ ونصیحت فرمائی، اور آپ حضرت بلال کے ہاتھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے......''۔ [صحیح البخاری: ۹۷۸،صحیح صحیح مسلم: ۸۸۵]

اس حدیث میں صرف ایک خطبہ کا ذکر ہے ایسا نہیں ہے کہ عورتوں کے پاس جا کر انہیں وعظ ونصیحت کرنے کو دوسرا خطبہ شمار کیا جائے، آپ ﷺ اتر کر اس لئے گئے تا کہ انہیں وعظ ونصیحت سنایا جائے اس لئے کہ عید میں لوگوں کے زیادہ ہوجانے کی وجہ سے عورتیں دور پڑ گئیں اور پھر آپ کا خطبہ نہیں سن سکیں۔

علامہ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''جو شخص بخاری ومسلم کی متفق علیہ حدیث میں غور کرے گا تو اس کے لئے یہ بات واضح ہوجائے گی کہ نبی کریم ﷺ نے صرف ایک ہی خطبہ دیا ہے''۔[الشرح الممتع ج ۵ / ۱۹۲]

البتہ جو حدیث بیان کی جاتی ہے کہ عید کے لئے دو خطبے ہیں جن کے درمیان امام بیٹھ کر فاصلہ کرے گا تو یہ حدیث ضعیف ہے۔[تمام المنۃ ص ۳۴۸،اور ضعیف ابن ماجہ ۲۶۵]

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں [عید کے دن] دو خطبے دیے جانے کے متعلق کچھ ثابت نہیں۔[فقہ السنۃ ج ۱/ ۲۸۲]

● خطبہ عید میں عورتوں کو وعظ ونصیحت کی جائے:

سنت یہی ہے کہ عورتوں کو بھی وعظ ونصیحت کی جائے جس کا ذکر اوپر کی حدیث میں آچکا

ہے، اگر امام لاؤڈ اسپیکر سے خطبہ دے رہا ہو اور عورتیں خطبہ سن رہی ہوں تو پھر امام کو چاہئے خطبہ کا آخری حصہ عورتوں کی وعظ و نصیحت کرنے کے لئے خاص رکھے، اور اگر امام لاؤڈ اسپیکر سے خطبہ نہیں دے رہا ہو اور امام کا خطبہ عورتیں نہیں سن پا رہی ہوں تو امام کو چاہئے کہ عورتوں کے پاس جائے، اور امام کے ساتھ ایک یا دو آدمی بھی ہوں، پھر جس قدر میسر ہوا نہیں وعظ و نصیحت کرے۔ [اسئلۃ و اجوبۃ فی صلاۃ العیدین لابن عثیمین ص ۸]

● خطبہ عید سننے کا حکم؟

نماز عید کے بعد خطبہ دینا سنت ہے، اسی طرح خطبہ عید سننا بھی سنت ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن سائب کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز عید پڑھی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: اب ہم خطبہ دیں گے جو خطبہ سننے کے لئے بیٹھنا چاہے وہ بیٹھ جائے اور جو جانا چاہے چلا جائے۔ [صحیح سنن ابی داؤد حدیث: ۱۰۳۲، صحیح ابن ماجہ حدیث: ۱۰۶۶]

البتہ مومن کو چاہئے کہ وہ نیکی کے معاملے میں حریص ہو اور دنیا و آخرت میں فائدہ پہنچانے والے امور کے معاملے میں بھی حریص ہو۔

● عید کی دعا:

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں آیا ہے کہ حیض والی عورتیں بھی مسلمانوں کی جماعت اور دعا میں شریک ہوں، اور ایک روایت میں ہے لوگ اپنی اپنی دعائیں کرتے، وہ دعا کیا ہے؟ کیا ایسا ہوتا تھا نبی کریم ﷺ نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو دعا کے لئے اٹھاتے تھے، اور مسلمان بھی اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے ہوئے آپ کی دعا پر آمین کہتے تھے؟

شیخ عبید اللہ رحمانی مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے الفاظ (دعوۃ المسلمین) "مسلمانوں کی دعا" سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''نماز عید کے بعد دعا کرنا ثابت ہے، جس طرح پنج وقتہ نمازوں کے بعد دعا کرنا ثابت ہے، حالانکہ یہ قابل غور معاملہ ہے، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز عیدین سے متعلق کوئی دعا ثابت نہیں ہے، اور نہ ہی آپ کے بعد کسی عالم سے منقول ہے بلکہ جو چیز آپ سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ آپ نماز عید کے بعد فوراً خطبہ دیا کرتے تھے، اس لئے حدیث کے الفاظ (دعوۃ المسلمین) "مسلمانوں کی دعا" کے اطلاق وعموم سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ البتہ اس سے خطبہ کے دوران کے اذکار وادعیہ اور وعظ ونصیحت کے کلمات مراد ہیں، اس لئے کہ دعا کا لفظ عام ہے۔ واللہ اعلم''۔ [مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح لعبید اللہ الرحمانی المبارکفوری ج ۵ / ۳۱]

جس طرح اندرونِ نماز کی دعائیں مرد وعورت تمام نمازیوں کے لئے ہیں، اور کچھ دعائیں خطبہ کے اندر ہیں جس پر آمین کہنا ہے، البتہ خطبہ کے بعد اجتماعی دعا مانگنے کے لئے دلیل چاہئے اور اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

- **تبدیلی راستہ:**

مسجد نبوی اور عید گاہ کے درمیان ایک ہزار ہاتھ کی مسافت کی دوری تھی۔ [فتح الباری ج ۲ / ۵۲۱]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدل عید گاہ تشریف لے جاتے، جیسا کہ گزر چکا ہے، اور واپسی پر راستہ تبدیل فرمالیا کرتے تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید کے دن عید گاہ میں آنے جانے کا راستہ تبدیل فرمایا کرتے تھے۔ [صحیح البخاری: ۹۸۶]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید کے دن ایک راستہ سے نکلتے اور دوسرے راستہ سے واپس آتے تھے۔ [سنن ترمذی، حاکم، دارمی، صحیح الجامع حدیث:

۴۷۱۰]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی کے مثل روایت ہے۔[صحیح سنن ابی داوٗد برقم ۱۰۲۵]

اور چند حکمتوں کے پیشِ نظر تبدیلی راستہ کا حکم ہے:

ایک تو یہ ہے کہ اس میں اسلامی شعائر کا اظہار ہے، دوسرے یہ کہ دونوں راستے [قیامت کے دن] نمازی کے حق میں گواہی دیں گے۔ تیسرے یہ کہ منافقوں اور یہودیوں کو غیظ وغضب دلانا ہے۔ چوتھے یہ کہ دونوں راستے کے لوگوں سے سلام کرنا ہے۔ پانچویں یہ کہ اس میں لوگوں کو تعلیم دینا مقصد ہے۔ چھٹا یہ کہ محتاجوں پر صدقہ کرنا ہے یا ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنا ہے۔[فتح الباری ج ۲/ ۵۴۸، زاد المعاد: ۱/ ۴۴۹]

● عید کی مبارکباد:

عید کے آداب میں سے ہے [ایک دوسرے کو] عید کی مبارکباد دی جائے، اور عید کی مبارکباد دینا صحابہ کے ہاں معروف ومشہور تھا، حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ جب عید کے دن ملتے تو ایک دوسرے کے لئے ''تقبل اللہ منا ومنک''. ''اللہ ہم سے اور تم سے قبول فرمائے'' کہتے۔[فتح الباری ج ۲/ ۵۱۷، تمام المنۃ ص ۳۵۴، ۳۵۵]

حضرت محمد بن زیاد الہانی کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ تھا، وہ عید سے واپس آنے پر ایک دوسرے سے ''تقبل اللہ منا ومنک''. کہتے تھے۔[سنن بیہقی کا حاشیہ ج ۳/ ۳۲۰]

ایک اور روایت میں ہے کہ میں نے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کو عید کے دن اپنے ساتھیوں سے ''**تقبل الله منا ومنک**''. کہتے ہوئے سنا۔[تمام المنۃ ص ۳۵۵]

عید کی مبارکباد دینے کے لئے اپنے اپنے ملک کے عرف کے مطابق الفاظ وکلمات اختیار کئے جا سکتے ہیں، البتہ شرعی طور پر جن الفاظ وکلمات کا استعمال حرام ہے ان سے بچا جائے، یا جن الفاظ وکلمات میں کفار کی مشابہت پائی جاتی ہو ان سے بچا جائے، جن کے ذریعہ وہ اپنے عیدوں وتہواروں کے موقع پر ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہوں، البتہ نماز عید کے بعد معانقہ اور عید کے دن بالخصوص نماز عید سے فارغ ہو کر قبروں کی زیارت کرنا بدعت ہے۔[احکام الجنائز للالبانی ص ۲۵۸،اور معجم البدع ص ۱۵۴]

● عید کی خوشی منانا:

عید کے موقع پر فرحت ومسرت کا اظہار کرنا دین اسلام کے شعائر میں سے ہے، اس لئے عید کے دنوں میں اہل وعیال پر انواع واقسام کی وسعت وکشادگی کا خیال کرنا ثابت ہے تاکہ ان کو دلی خوشی اور عبادت کی کلفت ومشقت سے بدن کو آرام ملے۔[فتح الباری ج ۲ر ۵۱۴]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ میرے گھر تشریف لائے، اس وقت میرے پاس انصار کی دو لڑکیاں جنگِ بعاث کے قصوں کی نظمیں پڑھ رہی تھیں، اور دف بجا رہی تھیں، اور یہ گانے والیاں نہیں تھیں، رسول اللہ ﷺ نے اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا، اور چادر اوڑھ کر بستر پر لیٹ گئے، اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ آئے اور مجھے ڈانٹا، اور فرمایا کہ یہ شیطانی باجہ رسول کریم ﷺ کی موجودگی میں؟ رسول اللہ ﷺ نے اپنا چہرہ کھولا اور ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: جانے دو اے ابو بکر، یہ عید کا دن ہے، اور ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور آج ہماری عید ہے، جب آپ ﷺ پر غنودگی طاری ہوئی، تو میں نے انہیں اشارہ کیا اور وہ چلی گئیں“۔

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ حبشی لوگ عید کے دن مسجد نبوی میں اپنے نیزوں سے

کھیل رہے تھے، یا خود میں نے کہا یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم کھیل دیکھوگی؟ میں نے کہا جی ہاں، چنانچہ آپ نے میرے حجرہ کے دروازہ پر مجھے اپنے پیچھے کھڑا کرلیا، میں آپ کے کندھے کے اوپر سے جھانک رہی تھی تو آپ نے اپنے کندھوں اور رخسار کو میرے لئے جھکا دیا، آپ اپنی چادر سے مجھے چھپائے ہوئے تھے، اور آپ فرمارہے تھے کھیلو کھیلو اے بنی ارفدہ [یہ حبشہ کے لوگوں کا لقب تھا] میں ان کے کھیل کو دیکھ رہی تھی یہاں تک کہ میں ان کو دیکھنے سے بیزار ہونے لگی اور تھک گئی، تو آپ نے فرمایا: "بس" میں نے کہا جی ہاں، آپ نے فرمایا "جاؤ" اب تم لوگ خیال کرو جولڑکی کم سن اور کھیل کی شوقین ہوگی وہ کتنی دیر تماشہ دیکھے گی۔ [صحیح بخاری: ۹۴۹، صحیح مسلم: ۸۹۲]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن یہ بھی فرمایا کہ:

"یہود مدینہ کو یہ سمجھ لینا چاہئے ہمارے دین میں وسعت وفراخی ہے اور یہ کہ میں وہ دین دے کر بھیجا گیا ہوں جو حنیف و یک طرفہ اور وسعت وفراخی والا ہے"۔ [مسند احمد ج ۶/ ۱۱۶، دیکھئے السلسلۃ الصحیحۃ ج ۶/ ۲ برقم ۱۰۲۳]

تو یہ اللہ کا مسلمانوں پر فضل وکرم ہے کہ مسلمان عید کے دن خوشیاں منائیں اور اس خوشی پر اجر وثواب کے مستحق بنیں، اس لئے کہ عید کے دن خوشی منانا دینی شعائر میں سے ہے البتہ یہ چیز ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ یہ خوشی جائز حدود میں ہو، جیسے کہ دف کے ذریعہ گانا گانا، البتہ اس سے تجاوز کرنا اور عیدوں کو منکرات، برے کاموں، حرام گانے اور میوزک سننے اور فلمیں دیکھنے میں گذارنا جائز خوشی میں شامل نہیں بلکہ یہ شیطانی کاموں میں سے ہے۔ [دیکھئے مجلۃ البیان ۷ ۲/ ۱۳۶]

بعض عارفین کا بیان ہے کہ جس کسی نے بھی اللہ کو چھوڑ کر خوشی منائی مگر یہ کہ وہ اللہ سے غافل ہوگیا، اور غافل انسان اپنے لہو ولعب اور خواہش نفس سے خوش ہوتا ہے، اور عاقل

اپنے مالک ومولیٰ کی رضا سے خوش ہوتا ہے۔[اتحاف اہل الاسلام باحکام الصیام ص ۸۴]

اور یہ بھی یاد رکھیں کہ بعض لوگ عید کے موقع پر اس لئے خوش ہوتے ہیں کہ رمضان سے جان چھوٹی، روزہ سے وہ فارغ ہو چکے تو یہ ان کی غلطی ہے، کیوں کہ عید کے دن مومن کو اس لئے خوشی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ماہِ رمضان کی تعداد [گنتی] پوری کرنے اور مکمل روزے رکھنے کی توفیق عطا فرمائی، خوشی روزہ کے ختم ہو جانے کی وجہ سے نہیں ہوتی جس کو لوگوں نے اپنے اوپر ایک بیکار بوجھ شمار کر رکھا ہے۔[دروس رمضان ص ۱۰۰]

عید کا دن ہر مسلمان کے لئے باعثِ غنیمت ہے جو اپنے دل کو اس بغض وکینہ سے پاک و صاف رکھنا چاہتا ہے جو اس کے اور اس کے مسلمان بھائی کے درمیان پایا جاتا ہے، عید کا دن مسلمانوں کے باہمی تصفیئے اور دلوں کو جوڑنے کا دن ہے۔

- **عید اور جمعہ ایک ہی دن جمع ہو جائیں:**

اگر ایک ہی دن میں عید اور جمعہ ہو جائیں تو عید کی نماز پڑھنے والوں پر سے جمعہ کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عید کی نماز پڑھائی پھر جمعہ کے بارے میں رخصت دیدی اور فرمایا جس کا جی چاہے پڑھے۔[صحیح سنن ابی داوٗد: ۹۲۵،سنن ابن ماجہ ۱۳۱۰]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''آج دو عیدیں اکٹھی ہو گئیں ہیں، جس کا جی چاہے جمعہ نہ پڑھے البتہ ہم جمعہ پڑھیں گے''۔[صحیح سنن ابی داوٗد، ۲۹۸، سنن ابن ماجہ: ۱۳۱۱]

امام کو چاہئے کہ وہ جمعہ کی نماز پڑھائے تاکہ جو لوگ جمعہ ادا کرنا چاہیں وہ اس کی امامت میں [جمعہ] ادا کر سکیں اور جو لوگ عید کی نماز میں شریک نہیں ہو سکے اس کے لئے آپ کا فرمان ہے" اور ہم تو یقیناً جمعہ ادا کرنے والے ہیں۔[دیکھئے فقہ السنۃ ج ۱/ ۲۷۷]

جو لوگ نماز عید پڑھنے کے بعد نماز جمعہ میں شریک نہ ہوں تو ان پر لازم ہے کہ وہ نماز ظہر ادا کریں اس لئے کہ ظہر اس وقت فرض ہو چکی ہے اس لئے اس کا چھوڑنا صحیح نہیں۔ [اسئلۃ واجوبہ فی صلاۃ العیدین ص ۷،۶]

البتہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انہوں نے نماز عید پڑھنے کے بعد صرف عصر ہی کی نماز پڑھی، نماز جمعہ پڑھنے کے لئے تشریف نہیں لائے۔ [صحیح ابوداؤد رقم: ۹۴۶]

ممکن ہے کہ انہوں نے ظہر کی نماز گھر میں پڑھ لی ہو یا یہ کہ انہوں نے عید اور جمعہ دونوں ملا کر دو رکعتیں پڑھ ڈالی ہوں۔ [عون المعبود ج ۳/ ۲۸۷، ۲۸۹]

اور ابن خزیمہ کی ایک روایت میں ہے کہ دن چڑھنے کے بعد وہ تشریف لائے منبر پر چڑھ کر لمبا خطبہ دیا، پھر دو رکعت نماز پڑھی اور جمعہ کی نماز نہیں پڑھی۔ [صحیح ابن خزیمہ برقم ۱۴۶۵]

● عید کے متفرق مسائل:

جیسا کہ گزر چکا ہے اگر آسمان ابر آلود ہو تو مہینہ کی گنتی تیس دن پوری کریں گے، اور شوال کا چاند ثابت کرنے کے لئے یہ شرط ہے کہ دو مسلمان چاند دیکھنے کی گواہی دیں، فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

"چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ رکھنا بند کرو، اور چاند کے مطابق ہی قربانی کرو، اگر آسمان تم پر ابر آلود ہو تو تیس دن پورے کرو، اور اگر دو مسلمان گواہی دیں تو روزہ رکھو اور افطار بھی کرو"۔ [مسند احمد ج ۴/ ۳۱۲، نسائی، دارقطنی، الارواء برقم ۹۰۸]

البتہ روزہ رکھنے سے متعلق یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی کی گواہی کو معتبر قرار دیا ہے۔ [سنن ابی داؤد ۲۳۳۰، دارقطنی، دارمی، دیگر کتب حدیث، الارواء: ۹۰۸]

ہاں جو شخص خود شوال کا چاند دیکھے وہ روزہ افطار نہ کرے بلکہ وہ روزہ رکھے، اس لئے کہ

شوال کا چاند شرعی طور پر دو آدمیوں کی گواہی کے بعد ہی تسلیم کیا جائے گا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: ”جب لوگ عید منائیں تو تم عید مناؤ اور جب لوگ قربانی دیں تو تم قربانی کرو“۔[صحیح ترمذی: ۲۴۳، دیکھئے الارواء ۹۰۵]

ایک قول یہ بھی ہے کہ تنہا شوال کا چاند دیکھنے والا شخص روزہ نہ رکھے کیوں کہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: ”چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ افطار کرو“۔[مصدر سابق]

لیکن اسے چاہئے وہ چھپکے روزہ افطار کرے تا کہ جماعت کی خلاف ورزی نہ ہو سکے۔ واللہ اعلم [الشرح الممتع ج۶/۳۲۹]

مسئلہ: جب مسلمانوں کے اٹھائیس روزے رکھنے کے بعد شرعی دلیل کی بنیاد پر ماہ شوال کا ثبوت ہو جائے تو یہ مان لیا جائے گا کہ سب لوگوں نے یکم رمضان کا روزہ نہیں رکھا، اس لئے سب لوگوں پر اس کی قضا ضروری ہے، کیوں کہ یہ بات ناممکن ہے کہ مہینہ ۲۸ دن کا ہو، مہینہ یا تو ۲۹ کا ہوتا ہے یا ۳۰ دن کا۔[فتاوی الصیام جمع وترتیب: المسند ص ۱۵]

مسئلہ: جب کوئی شخص تیس دن کے روزے مکمل کر کے ان مشرقی ملکوں کا سفر کرے جہاں ہجری مہینہ ایک یا دو دن پیچھے ہو، تو اسے چاہیے کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ روزہ رکھے اور جب وہ لوگ افطار کریں تو روزہ افطار کرے، خواہ تیس دن سے زیادہ روزے ہو جائیں، کیوں کہ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: ”جب لوگ روزہ رکھیں تو تم روزہ رکھو اور جب لوگ روزہ افطار کریں تو تم روزہ افطار کرو“۔[سنن ترمذی، دیکھئے ارواء الغلیل برقم: ۹۰۵]

لیکن اگر کوئی مشرق سے مغرب کی طرف سفر کرے جہاں مہینہ آگے بڑھتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ لوگوں کے ساتھ ہی افطار کرے، البتہ اگر اس کے روزے ۲۹ دن سے کم ہوں تو روزوں کی قضا کرے اور ۲۹ روزے مکمل کر لے، اس لیے کہ ۲۹ دن سے کم روزے نہیں ہوتے۔[فتاوی الصیام لابن باز: ص ۱۶]

اور اگر عید کے دن افطار کی حالت میں مغربی ملکوں کا سفر کرے اور وہاں کے لوگوں کا روزہ ہو تو اس پر کھانے پینے وغیرہ سے رکنا اور روزہ کی قضا کرنا ضروری نہیں ہے، اس لیے کہ اس نے شرعی طریقے سے روزہ افطار کیا لہٰذا وہ دن اس کے حق میں مباح دن سمجھا جائے گا۔[اسئلۃ واجوبۃ فی صلاۃ العیدین:ص ۲۸]

● رمضان کے بعد ہمارا کیا عمل ہونا چاہیے؟

ماہِ رمضان ختم ہو چکا اور جا چکا، اب گیارہ ماہ بعد لوٹ کر آئے گا، بہر حال رمضان تو ختم ہو چکا لیکن رمضان کے بعد ہمارا کردار کیا ہونا چاہیے؟ رمضان تو ختم ہو چکا، لیکن مومن کا عمل کبھی ختم نہیں ہوتا، کیوں کہ رمضان میں بھی رب وہی ہے جو شعبان، شوال، باقی مہینوں اور سالوں میں رب ہے، اور ایک مسلمان سے مطلوب یہی ہے کہ وہ ان نیکیوں پر استقامت اختیار کرے، جن نیکیوں کی اس نے ماہِ رمضان میں تربیت حاصل کی ہے، فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَٱعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأۡتِيَكَ ٱلۡيَقِينُ﴾[الحجر:۹۹]

”اپنے رب کی عبادت کرو یہاں تک کہ تمہیں موت آجائے“۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

”أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللهِ أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ“.

”اللہ کے نزدیک سب سے پیارا عمل وہ ہے جس پر ہمیشگی کی جائے، گرچہ وہ عمل کم ہی کیوں نہ ہو“۔[صحیح بخاری: ٦٤٦٥، صحیح مسلم: ٧٨٣]

صبر کا مہینہ ختم ہو چکا، اور صبر متقیوں کا توشہ ہے، تو جس طرح آپ نے اس مہینہ میں اپنے نفس کے خلاف جہاد کیا، باقی مہینوں میں بھی اپنے نفس سے جہاد کرنا چاہیے تا کہ پورا سال آپ کا پورا عمل ایسے ہی ہو جیسے کہ رمضان میں ہوا کرتا ہے۔

ماہِ رمضان ختم تو ہو چکا لیکن روزہ ختم نہیں ہوا، اس لئے کہ رمضان کے روزہ کے علاوہ

اور بھی روزے ہیں ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ نفلی روزے سے محروم نہ رہے۔

قیام اللیل کا مہینہ تو گزر چکا ہے لیکن یہ قیام اللیل رمضان ہی تک محصور نہیں ہے، آپ کو چاہیے کہ ہر رات قیام سے بہرہ ور ہوں، ائمہ مساجد اور مسجد کے سرپرستوں کو اپنے ان بھائیوں کے راہِ ہدایت پر رہنے سے بڑی خوشی ہوتی ہے جنہوں نے فرض نمازوں کی ادائیگی پر محافظت کی بلکہ آگے بڑھ کر نمازِ تراویح اور تہجد کی بھی پابندی کرتے رہے، ائمہ مساجد اور ان کے متولیوں کی خوشی اور بڑھ جاتی ہے جب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ یہ اپنے ماسبق معمولات پر مستقل مزاجی سے عمل کر رہے ہیں، اس لئے کہ قیامت کے دن بندہ سے سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا، اگر نماز درست نکلی تو باقی سارا عمل درست ہے، اگر نماز خراب نکلی تو باقی سارا عمل فاسد ہے۔ [اہل سنن، مسند احمد، طبرانی دیگر کتب حدیث السلسلۃ الصحیحۃ: ۱۳۵۸]

اور نیک اعمال کی قبولیت کی نشانی ہے کہ بندہ نیکی کے بعد بھی نیکی کرتا رہے، لہٰذا رمضان کے بعد نیک اعمال کا اہتمام روزہ اور قیام اللیل کی قبولیت کی علامت ہے، اور رمضان سے پہلے کی حالت کی طرف پلٹنے سے بچیں، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَكُونُوا۟ كَٱلَّتِى نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنۢ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَـٰثًا﴾ [النحل: ۹۲]

"اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنا سوت مضبوط کاتنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑ ڈالا"۔

آپ اپنی غفلت اور نیند سے بیدار ہو جایئے اور اپنی آخرت کے لئے [زادِ سفر] جمع کر لیجئے، باقی مہینوں میں بھی توبہ وانابت الی اللہ کرتے رہیے شاید کہ آپ کی توبہ قبول ہو، اور اللہ کی شفقت ورحمت آپ کو نصیب ہو، اور اہلِ معرفت میں آپ کا شمار ہو، اور سسکیوں کے ساتھ ماہِ رمضان کو الوداع کہیں، تاکہ آپ کی لغزشات معاف ہوں، کتنے روزہ دار ایسے ہیں جو رمضان کے علاوہ کبھی روزہ نہیں رکھتے، اور کتنے قیام اللیل کرنے والے ایسے ہیں جو

رمضان کے علاوہ کبھی قیام اللیل نہیں کرتے، کام کرنے والے کو کام سے فارغ ہوتے وقت ہی اس کی مزدوری دیدی جاتی ہے، تو ہم عمل سے فارغ ہو چکے ہیں اب ہم میں سے کس کا عمل مقبول ہے، کہ اس کو مبارکباد دی جائے اور کس کا عمل مردود ہے کہ اس سے تعزیت کی جائے۔ [توجیہات وفوائد للصائمین والصائمات، ص ۱۰۱-۱۰۶]

● رمضان کے روزوں کی قضا:

رمضان کے روزوں کی قضا فوراً ضروری نہیں جس وقت بھی آدمی کو روزوں کی قضا کا وقت ملے روزے رکھ لے، روزوں کے کفارے کا بھی یہی حکم ہے، روزوں کی قضا میں دیر کرنے کی اجازت اس فرمانِ الٰہی میں ہے:

﴿وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ [البقرة:۱۸۵]

”تم میں سے جو کوئی بیمار یا مسافر ہو وہ دوسرے ایام میں قضا کرلیں“۔

آیتِ کریمہ میں پے درپے روزہ رکھنے کی قید نہیں لگائی گئی، اگر لگاتار روزہ رکھنے کی قید ہوتی، تو روزوں کی قضا کرنا فوراً ضروری ہوتا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس مسئلہ میں وسعت ہے، اگر کوئی قضا کرنے میں دیر کرے یہاں تک کہ ٹھنڈی اور چھوٹے دنوں میں روزے رکھے، تو ایسا کرنا اس کے لئے درست ہوگا، اور قضا اس سے ساقط ہو جائے گی، اگرچہ عید کے بعد یا قدرت حاصل ہونے کے بعد یا عذر زائل ہو جانے کے بعد روزوں کی قضا میں جلدی کرنا مناسب ہے، اس لئے کہ یہ ذمہ داری سے سبکدوش ہونے میں جلدی کرنا ہے، اور اسی میں زیادہ احتیاط ہے، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں مجھ پر رمضان کے روزے باقی رہتے اور میں قضا روزے شعبان سے پہلے رکھنے کا موقع نہ پاتی۔

راویِ حدیث یحییٰ بن سعید کہتے ہیں: اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عائشہ آپ ﷺ کی خدمت میں مشغول رہتیں، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس فعل سے بظاہر یہ پتہ چلتا

ہے کہ آپ روزوں کی قضا جلدی کرنا چاہتی تھیں، لیکن آپ کو موقع نہیں ملتا تھا، تو معلوم ہوا کہ جس کے پاس عذر نہ ہو اس کے لئے روزہ کی قضا میں تاخیر کرنا مناسب نہیں۔ [تمام المنۃ، ص ۴۲۲]

اور قضا بھی ادا جیتنی ہے جس کا مفہوم یہ ہے جتنے دنوں کا روزہ چھوڑا ہے، اتنے ہی دنوں کے روزے کی قضا کرے اضافے کی ضرورت نہیں۔

قضا اور ادا میں فرق یہ ہے کہ قضا میں متابعت [پے در پے روزہ رکھنا] ضروری نہیں ہوتا، فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ [البقرۃ:۱۸۵]

"تم میں سے جو بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں روزوں کی تعداد پوری کرلے"۔

یعنی چھوٹے ہوئے دنوں کا روزہ دوسرے دنوں میں مکمل کرلے، اور چھوٹے ہوئے روزوں کی تعداد مسلسل روزے رکھ کر پوری کرے یا متفرق طور پر روزے رکھ کر پوری کرے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے روزے رکھنے کا حکم دیا ہے کسی چیز سے مقید نہیں کیا ہے۔ [فقہ السنۃ: ج ۱/ ۴۱۶]

اور نہ ہی رمضان کے روزوں کی قضا کے دوران متابعت اور عدم متابعت سے متعلق کوئی صحیح اور مرفوع حدیث آئی ہے، درست بات یہ ہے کہ یہ دونوں صورتیں جائز ہیں، جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر چاہے تو روزوں کی قضا علیحدہ علیحدہ کرے۔ [ارواء الغلیل: ج ۴/ ۹۴-۹۷]

تاہم اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ روزوں کی قضا مسلسل کرنا افضل ہے، اور اس کی تین وجہیں ہیں:

❶ **پہلا:** یہ کہ قضا بھی اداء کے مشابہ ہوتی ہے اور ادا میں لگاتار روزہ رکھنا پڑتا ہے۔

❷ **دوسرا:** یہ کہ لگاتار روزہ رکھنے میں ذمہ داری سے بروقت فارغ ہو جانا ہے، وہ اس طرح کہ اگر ایک دن روزہ رہے گا اور ایک دن افطار کرے گا تو قضا میں تاخیر ہوگی اور اگر مسلسل اور لگاتار روزے رکھے گا تو قضا جلدی ہو جائے گی۔

❸ **تیسرا:** یہ کہ مسلسل اور لگاتار روزے رکھنا زیادہ بہتر ہے، اس لئے کہ انسان نہیں جانتا کہ اسے آئندہ کیا پیش آنے والا ہے، آج وہ تندرست ہے ممکن ہے کل بیمار ہو جائے، آج وہ زندہ ہے کل مر جائے۔[الشرح الممتع: ج ٦/٤٤٦]

قضا وادا میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص روزہ کی قضا کے دوران اپنی بیوی سے ہمبستری کر لے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے، اس لئے کہ وہ ماہِ رمضان سے باہر ہے۔

- **رمضان کے روزوں کی قضا میں دوسرے رمضان کے بعد تک تاخیر کرنا کیسا ہے؟**

بغیر کسی عذر کے رمضان کے روزوں کی قضا اگلے رمضان تک موخر کرنا جائز نہیں، اگر عذر کے باعث روزوں کی قضا میں دیر کرتا رہا یہاں تک کہ دوسرا رمضان آ گیا، تو پہلے وہ حالیہ رمضان کے روزے رکھے گا، پھر چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کرے گا، اور اس پر کوئی فدیہ نہیں ہوگا۔[فقہ السنۃ: ج ١/٤١٦]

لیکن اگر بغیر عذر کے روزوں کی قضا میں دیر کرے گا تو وہ گنہگار ہوگا اور بعض اہلِ علم کے قول کے مطابق اسے قضا کے ساتھ ہر دن ایک مسکین کو [نصف صاع برابر کھانا] دینا پڑے گا۔

حضرت ابوہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آثار سے اس کی تائید ہوتی ہے۔[فتاوی الصیام ص ٨٢]

بعض اہلِ علم کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے منقول آثار

قابلِ حجت نہیں ہے، اس لئے کہ حجت صرف کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ہی ہو سکتی ہے، البتہ اقوالِ صحابہ جب ظاہر قرآن کے خلاف ہوں تو اس کو لائقِ حجت تسلیم کرنے میں غور کرنا ہوگا اور یہاں پر کھانا کھلانا ضروری قرار دینا ظاہر قرآن کے خلاف ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے دنوں میں صرف روزوں کی قضا دینا ضروری قرار دیا ہے، اور اس سے زیادہ کچھ نہیں، بنابریں ہم اللہ کے بندوں پر ان چیزوں کو ضروری نہیں قرار دے سکتے جن کو اللہ نے ضروری نہیں قرار دیا، الا یہ کہ اس کی کوئی دلیل ہو جس کے ذریعہ ذمہ داری سے بری ہوا جا سکے، اور حضرت عبداللہ بن عباس اور ابو ہریرہ سے جو روایت آئی ہوئی ہے اسے استحباب پر محمول کیا جائے گا نہ کہ وجوب پر، تو صحیح یہی ہے کہ روزہ سے زیادہ کچھ اس پر ضروری نہیں قرار دیا جائے گا، البتہ یہ ہے کہ روزوں کی قضا میں تاخیر کی وجہ سے وہ گنہگار ہوگا۔ [الشرح الممتع: ج٦/٤٥١]

اور رمضان کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا ضروری ہے چاہے وہ کئی سالوں کے روزے ہوں، جیسے اگر کسی نے بیس سال کی عمر میں روزے رکھنے شروع کئے تو اب اس کے لئے بلوغت کے بعد چھوٹے ہوئے پانچ سالوں کے روزوں کی قضا ضروری ہے ساتھ ہی اسے توبہ کرنا اور اپنے فعل پر نادم وشرمندہ ہونا چاہئے اور اس بات کا عزم کرنا چاہئے کہ وہ دوبارہ ایسا نہیں کرے گا۔ [مجلۃ البحوث الاسلامیہ: ١٠٩/٣٠]

● فرض روزوں کی قضا سے پہلے نفلی روزے؟

اگر وقت تنگ نہ ہو تو رمضان کے روزوں کی قضا سے پہلے نفلی روزے رکھنے صحیح اور جائز ہیں، وقت کشادہ ہے لہٰذا نفلی روزے رکھنا جائز ہیں، جیسے کوئی فرض نماز سے پہلے نفلی نماز پڑھے تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں قیاس واضح ہے، لیکن بہتر بھی یہی ہے کہ پہلے قضا کر لے گرچہ عشرۂ ذی الحجہ، یوم عرفہ، اور یومِ عاشوراء گذر جائے پھر بھی ان

ایام میں وہ اپنے قضا روزے رکھے، ہوسکتا ہے کہ وہ اس طرح قضا اور ان ایام میں روزہ رکھنے کا اجر وثواب پالے گا، فرض کیجئے اگر وہ قضا ہی کرے گا تو قضا کرنا نفلی روزے رکھنے سے افضل ہے۔[الشرح الممتع: ج٦/٤٤٨]

اہلِ علم کی ایک جماعت نے رمضان کے فرض روزوں کی قضا سے پہلے نفلی روزے کو مکروہ کہا ہے۔[مصنف ابن ابی شیبہ: ج٢/٣٠٦]

شوال کے چھ روزے بھی رمضان کے روزوں کی قضا سے پہلے نہیں رکھے جائیں گے اگر کسی نے رمضان کے روزوں کی قضا سے پہلے شوال کے چھ نفلی روزے رکھ لئے تو یہ اس کا مطلق نفلی روزہ کہلائے گا، اور اسے شوال کے روزوں کا ثواب نہیں ملے گا، اس لئے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھے، پھر اس کے بعد ماہِ شوال کے چھ روزوں کا اہتمام کیا، تو گویا اس نے پورے سال روزے رکھے"۔[صحیح مسلم برقم: ١١٦٤، دیگر کتب حدیث]

تو جس کے ذمہ رمضان کے روزوں کی قضا ہو اس پر یہ حدیث صادق نہیں آتی کہ اس نے رمضان کے روزے رکھے۔[الشرح الممتع: ج٦/٤٤٩، فتاوی اسلامیہ: ج٢/١٦٦]

● **میت کے روزوں کی قضا:**

جس شخص پر مرتے وقت فوت شدہ فرض نمازیں ہوں تو اس کا ولی، وارث یا کوئی دوسرا اس کی طرف سے نماز نہیں پڑھے گا، اور نہ ہی اس کا کفارہ اور فدیہ دے، اور جو شخص روزہ رکھنے سے عاجز ہو تو اس کی زندگی میں کوئی اس کی طرف سے روزہ نہ رکھے گا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَـٰنِ إِلَّا مَا سَعَىٰ﴾ [النجم:٣٩]

"اور یہ کہ ہر انسان کے لئے صرف وہی ہے جس کی کوشش خود اس نے کی"۔

اور جو شخص ماہِ رمضان کے دوران مر جائے تو اس کے ذمہ یا اس کے وارثوں کے ذمہ رمضان کے باقی ماندہ دنوں کی ذمہ داری نہیں ہے، البتہ اگر کسی بیمار پر رمضان گذر جائے پھر وہ مر جائے تو اس مسئلہ میں تفصیلات ہیں جو نیچے درج کی جاتی ہیں:

(۱) اگر اس کی شفایابی کی امید ہو تو شفایابی تک اس کے ذمہ روزہ باقی رہے گا، لیکن اگر بیماری طول پکڑ لے اور وہ قضا کرنے کی طاقت نہ پائے بالآخر وہ مر جائے، تو اس پر کچھ لازم نہیں، کیوں کہ اس کے ذمہ قضا ضروری تھا اور وہ قضا نہیں کر سکا۔

(۲) جو بیماری اسے لاحق ہو اس سے شفایابی کی امید نہ ہو، تو ابتداء اس کی طرف سے کھانا کھلایا جائے نہ کہ بدلہ کے طور پر، اس لئے کہ جس نے شرعی عذر [شفایابی کی امید نہ ہونے کی] بنا پر روزہ افطار کیا تو اس پر ہر روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا واجب ہے، جیسے بڑھاپا اور مستقل بیماری جیسے ذیابطیس وغیرہ۔

(۳) اس کی شفایابی کی امید ہو اور شفایاب بھی ہو جائے اور روزوں کی قضا کرنے کا وقت بھی پائے، لیکن روزوں کی قضا سے پہلے ہی مر جائے تو اس کے مرنے کے بعد ہر روزے کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔[الشرح الممتع: ج۶/۴۵۲-۴۵۳]

اور اگر میت کا کوئی رشتہ دار اس کی طرف سے روزہ رکھنا چاہے تو بعض اہلِ علم کے نزدیک اس کا روزہ رکھنا صحیح ہوگا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر فرض روزے رکھنے باقی ہوں تو اس کا وارث اس کی طرف سے قضا روزے رکھے"۔[صحیح البخاری: ۱۹۵۲، مسلم: ۱۱۴۷]

بعض علماء نے اس حدیث کو نذر کے روزوں پر محمول کرنے کو راجح قرار دیا ہے، کیوں کہ فرض روزہ کسی کی طرف سے نہیں رکھا جا سکتا، بلکہ اس کا سرپرست اس کی طرف سے ہر روزے کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلائے، جیسا کہ حضرت عمرہ رضی اللہ عنہا سے روایت

ہے کہ ان کی والدہ فوت ہوگئیں اور اس کے ذمہ ماہِ رمضان کے روزے تھے تو اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا میں اپنی والدہ کی طرف سے قضا روزے رکھوں؟ تو حضرت عائشہؓ نے کہا نہیں، بلکہ ہر روز کے بدلہ نصف صاع [کھجور، گیہوں، چاول یا دوسرا غلہ] ہر مسکین کو صدقہ کرو۔ [طحاوی، ابن حزم، دیکھئے احکام الجنائز للالبانی: ص ۱۷۰]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے رسول! میری والدہ فوت ہوگئی ہیں اور اس کے ذمہ نذر کے روزے تھے، تو کیا میں اس کی طرف سے قضا روزے رکھوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اگر تیری ماں کے ذمہ قرض ہوتا تو کیا تو اسے ادا کرتی؟ اس نے کہا ہاں: آپ نے فرمایا پھر تو اپنی ماں کی طرف سے روزے رکھ"۔ [صحیح مسلم برقم: ۱۱۴۸، صحیح بخاری برقم: ۱۹۵۳]

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب آدمی رمضان میں بیمار ہو، پھر روزہ رکھے بغیر مر جائے تو اس کا سرپرست اس کی طرف سے ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے، اور اس کے ذمہ روزوں کی قضا ضروری نہیں، اگر اس پر نذر کے روزے ہوں تو پھر اس کا سرپرست اس کی طرف سے روزے رکھے۔ [صحیح ابی داوٗد برقم: ۲۱۰۱]

جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ فرض روزے رکھنا باقی ہوں، تو اس کا وارث اس کی طرف سے قضا روزے رکھے، میت کی طرف سے قضا روزے رکھنا مستحب ہے، فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ﴾ [الانعام: ۱۶۴]

"اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا"۔

اور جب ایک سے زیادہ دن کے روزے ہوں تو وارثوں کو چاہیے کہ یہ روزے آپس میں تقسیم کر لیں۔ کفارۂ ظہار اور کفارۂ جماع کے روزے میں ایسا کرنا جائز نہیں، اس لئے کہ

ان دونوں کا روزہ رکھنے میں تسلسل شرط ہے تو یا تو ورثا میں سے ایک آدمی تسلسل کے ساتھ روزے رکھے یا ورثاء ہر دن کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلائیں۔[الشرح الممتع: ج٦/٤٥٧،٤٥٨]

● **روزہ اور ماہِ رمضان سے متعلق بعض ضعیف اور موضوع احادیث:**

ضعیف اور موضوع احادیث کی وجہ سے امت پر جو غلط اثرات ماضی میں مرتب ہوئے اور تا حال ہو رہے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی **"سيكون في آخر الزمان دجالون كذابون يحدثونكم بما لم تسمعوا أنتم ولا آباؤكم".** "آخری زمانے میں ایسے ایسے دجال وکذاب [جھوٹے اور دغا باز] پیدا ہوں گے جو تمہارے سامنے ایسی ایسی حدیثیں بیان کریں گے جن کو نہ تم نے سنا ہوگا اور نہ ہی تمہارے آبا وَاجداد نے سنا ہوگا"۔[مقدمہ صحیح مسلم]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس پیشین گوئی کے مطابق اس امت میں ایسے ایسے وضاعین و کذابین [حدیثیں گھڑنے والے اور جھوٹے] پیدا ہوئے جو قرآنِ کریم میں اضافہ یا کمی بیشی تو نہ کر سکے، البتہ احادیثِ رسول اللہ کو انہوں نے اپنا ہدف بنایا، چنانچہ عقائد، عبادات اور معاملات سے متعلق ہزاروں کی تعداد میں حدیثیں گھڑیں اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا، نتیجہ یہ نکلا کہ عام آدمی کے لئے صحیح، ضعیف اور موضوع احادیث کے درمیان فرق کرنا دشوار ہو گیا، یہی وجہ ہے کہ آج ہزاروں کی تعداد میں ضعیف اور موضوع حدیثیں، حدیث، فقہ، تفسیر، وعظ وتصوف اور ترغیب وترہیب کی کتابوں میں موجود ہیں، پھر اللہ نے آئمہ محدثین کی ایسی جماعت پیدا کی جنہوں نے علمِ اصولِ حدیث کے قواعد وضوابط وضع کئے، ضعیف اور موضوع احادیث پر کتابیں تالیف کیں، جیسے علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب [المقاصد الحسنة فی بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة]، علامہ شوکانی کی کتاب [الفوائد المجموعة فی الأحاديث الموضوعة]، علامہ جوزی کی کتاب [الموضوعات الكبرى]، علامہ

عراقی کی کتاب [تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الأخبار الشنیعۃ الموضوعۃ] اور بالخصوص عصرِ حاضر کے عظیم محدث علامہ البانیؒ کی انتہائی جامع و بے مثال تصنیف [سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ] وغیرہ ان کتابوں میں احادیث کے ضعیف اور موضوع ہونے کی وضاحت وتشریح کی گئیں، اب یہ ہمارا علمی فریضہ ہے کہ ہم خود بھی ان ضعیف اور موضوع روایتوں سے بچیں اور لوگوں کو بھی ان سے بچنے کی ترغیب دلائیں، کس قدر افسوسناک بات ہے کہ آج تک بہت سے واعظین ومقررین اور خطباء حضرات دورانِ خطبہ اور وعظ وتقریر ضعیف اور موضوع احادیث بیان کرتے آرہے ہیں جب کہ یہ انتہائی خطرناک معاملہ ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے خطباء اور واعظین آپ ﷺ کی ان وعیدوں کے ضمن میں آجائیں جن میں آپ نے ارشاد فرمایا:

”مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ“.

”جو شخص مجھ پر قصداً جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے“۔ [مقدمہ صحیح مسلم، باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ]

نیر فرمایا:

”كَفَى بِالمَرءِ كَذِبًا أَن يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ“.

”آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو بیان کردے“۔

[باب النہی عن الحدیث بکل ما سمع، مقدمہ صحیح مسلم: ج ۱/۸]

”مَنْ حدَّثَ عني بحديثٍ يُرى أنَّه كذبٌ فهُوَ أحدُ الكاذِبِينَ“.

”جو شخص مجھ سے ایسی حدیث بیان کرے جس کے متعلق وہ جانتا ہو کہ یہ جھوٹ ہے تو وہ خود جھوٹا ہے“۔ [مقدمہ صحیح مسلم: ج ۱/۷]

اس لئے احادیث بیان کرنے یا تحریر میں لانے سے پہلے ہمیں تحقیق کر لینا چاہئے کہ آیا

یہ احادیث صحیح ہیں یا ضعیف وموضوع؟

ماہِ رمضان اور روزے کے فضائل سے متعلق صحیح حدیثیں کتبِ حدیث میں بکثرت موجود ہیں جو ماہِ رمضان اور روزے کی اہمیت وفضیلت بیان کرنے کے لئے کافی ہیں، اس کے باوجود ہمارے واعظین ومقررین، خطباء ومقالہ نگار حضرات، احادیثِ صحیحہ کو چھوڑ کر ضعیف اور موضوع احادیث کا سہارا لیتے ہیں، زیرِ نظر مضمون میں بعض ایسی ضعیف اور موضوع احادیث سے نقاب کشائی کی جارہی ہے جو ماہِ رمضان اور روزے سے متعلق لوگوں کے درمیان کثرت سے متداول ومروج ہیں اوران احادیث کی نسبت [ان حدیثوں کے ضعف اور موضوع ہونے کے باوجود] آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دھڑلے سے کی جاتی ہیں مثلاً:

❖ حدیث:”اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي رَجَبٍ وَشَعْبَان وبلغنا رَمَضَان“.

”اے اللہ ہمارے لئے رجب وشعبان میں برکت دے اورہمیں رمضان تک پہنچا“۔ [مسند بزار، طبرانی اوسط بروایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ [مجمع الزوائد للہیثمی ج ۳ ص ۱۴۰، ضعیف الجامع برقم: ۴۳۹۵]

یہ حدیث عام اورمشہور ہونے کے باوجود ضعیف ہے، تمام اہلِ علم نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، کیوں کہ اس کی سند میں ایک راوی ”زائدہ بن ابی الرقاد“ ہے جسے محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، علامہ ہیثمیؒ اس حدیث کونقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس میں زائدہ بن ابی الرقاد ہے جس سے متعلق امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ منکر الحدیث ہے، دوسرے محدثین نے اسے مجہول قرار دیا ہے، ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے بطلان کو[تبیین العجب بما ورد فی رجب] میں واضح کیا ہے۔

❖ حدیث: ”يَا أَيُّهَا النَّاسُ! قَدْ أَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيمٌ، شَهْرٌ مُبَارَكٌ،

شَهْرٌ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مَنْ أَلْفِ شَهْرٍ،...... إلخ". "یہ حدیث، حدیثِ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے نام سے معروف ومشہور ہے، لیکن افسوس کی بات ہے بہت سے خطباء اور مقررین حضرات پورا رمضان اس حدیث کو اپنے خطبوں اور تقریروں کو موضوع بنا کر اس کی تشریح وتفسیر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جب کہ یہ حدیث باطل ہے، امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے "اِنْ صَحَّ الْخَبَرُ" کہہ کر اس حدیث کی ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے، جس کی شاید دو وجہیں ہیں، ایک علی بن زید بن جدعان کا ضعیف ہونا، دوسری وجہ یہ ہے کہ علی بن زید بن جدعان نے یہ حدیث حضرت سعید بن مسیب سے روایت کی ہے، جب کہ حضرت سعید بن مسیب سے ان کا سماع ہی ثابت نہیں، علامہ البانیؒ نے بھی اس حدیث کو منکر کہا ہے۔[دیکھئے ضعیف الترغیب والترہیب ج۱/حدیث:۵۸۹]

❖ حدیث: "لَوْ يَعْلَمُ الْعِبَادُ مَا فِي رَمَضَانَ لَتَمَنَّتْ أُمَّتِي أَنْ تَكُونَ السَّنَةُ كُلُّهَا رَمَضَانَ".

"اگر بندے رمضان کی فضیلت جان لیں تو سارا سال رمضان رہنے کی خواہش کریں"۔

[مسند ابو یعلیٰ بروایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۴۱]

علامہ ہیثمیؒ نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ اس کی سند میں جریر بن ایوب ضعیف ہے، حافظ منذریؒ نے الترغیب والترہیب [۲ / ۷۲] میں جریر بن ایوب کو بہت کمزور راوی قرار دینے کے بعد اس کی سند کے بارے میں کہا ہے کہ وضع کی علامات اس میں پائی جاتی ہیں، علامہ البانیؒ نے تو اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔[دیکھئے ضعیف الترغیب والترہیب للالبانی: ج۱/حدیث:۵۹۶]

❖ حدیث: "إِنَّ الْجَنَّةَ تَزَخْرَفُ لِرَمَضَانَ مِنْ رَأْسِ الْحَوْلِ إِلَى

حَوْلٍ قَابِلٍ، فَإِذَا كَانَ أَوَّلُ يَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ هَبَّتْ رِيحٌ تَحْتَ الْعَرْشِ مِنْ فَوْقِ الْجَنَّةِ عَلَى الْحُورِ الْعِينِ، فَيَقُلْنَ: يَا رَبِّ اجْعَلْ لَنَا مِنْ عِبَادِكَ أَزْوَاجًا تَقَرُّ بِهِمْ أَعْيُنُنَا وَتَقَرُّ أَعْيُنُهُمْ بِنَا".

"ماہِ رمضان کے استقبال کے لئے جنت ابتدائے سال سے آخرِ سال تک سجائی جاتی ہے، جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرشِ عظیم کے نیچے جنت کے درخت کے پتوں سے حورِ عین کے سر پر ایک ہوا چلتی ہے اس وقت حورِ عین کہتی ہے اے پروردگار! تو اپنے بندوں کو ہمارا شوہر بنا دے، تا کہ ان کی صحبت وقربت کی خوشیوں سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں، اور ان کی آنکھیں ہمارے دیدار و وصل سے ٹھنڈک پائیں"۔

یہ حدیث ضعیف ہے (طبرانی کبیر و اوسط بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ [مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۴۲]) علامہ ہیثمیؒ اس حدیث کو نقل کرنے بعد فرماتے ہیں کہ اس میں ایک راوی ولید بن ولید القلانسی ضعیف ہے، محدثین کی ایک جماعت نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، علامہ البانیؒ نے اس حدیث کو منکر کہا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس کی سند میں ولید بن ولید القلانسی شدید کمزور راوی ہے۔[سلسلہ الضعیفہ للالبانی: ج ۳/حدیث: ۱۳۲۵]

❖ حدیث: "أَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرُ بَرَكَةٍ، يَغْشَاكُمْ اللهُ فِيهِ، فَيُنْزِلُ الرَّحْمَةَ، وَيَحُطُّ الخَطَايَا، وَيَسْتَجِيبُ فِيهِ الدُّعَاءَ، يَنْظُرُ اللهُ إِلَى تَنَافُسِكُمْ فِيهِ، وَيُبَاهِي بِكُمْ مَلائِكَتَهُ، فَأَرُوا اللهَ مِنْ أَنْفُسِكُمْ خَيْرًا".

"تمہارے پاس رمضان کا مہینہ آچکا ہے جو خیر و برکت کا مہینہ ہے اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت میں ڈھانپ لیتا ہے، رحمتیں نازل کرتا ہے، گناہوں کو مٹا دیتا

ہے، دعائیں قبول فرماتا ہے، اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ تمہاری رغبت ومسابقت کو دیکھتا ہے اور فرشتوں کے سامنے تمہاری فخریہ تعریف کرتا ہے، اس لئے اے لوگو! اللہ کے سامنے تم اپنی طرف سے اچھی کارگزاری پیش کرو“۔ [طبرانی کبیر بروایت عبادہ بن صامت، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۴۲]

یہ حدیث سخت ضعیف بلکہ موضوع ہے کیوں کہ اس کا دارو مدار محمد بن سعید الشامی پر ہے جو جھوٹا اور زندیق شخص تھا، [جسے زندقہ کے ثبوت میں سولی دی گئی] دیکھئے تقریب التہذیب ۷۸۴، علامہ ہیثمیؒ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس میں محمد بن قیس ہے جس کے سوا سبھی علم نہیں ہے، علامہ البانی نے بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ [دیکھئے ضعیف الترغیب والترہیب ج ۱/حدیث: ۵۹۲]

❖ حدیث: ”أُعْطِيَتْ أُمَّتِي خَمْسَ خِصَالٍ فِي رَمَضَانَ، لَمْ تُعْطَهُنَّ أُمَّةٌ قَبْلَهُمْ: ... تَسْتَغْفِرُ لَهُمُ الْحِيتَانُ حَتّٰى يُفْطِرُوا، (وَفِي رِوَايَةٍ: تَسْتَغْفِرُ لَهُمُ الْمَلَائِكَةُ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ)، ... وَيُزَيِّنُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ كُلَّ يَوْمٍ جَنَّتَهُ، ... وَفِي آخِرِهِ: وَلٰكِنَّ الْعَامِلَ إِنَّمَا يُوَفّٰى أَجْرَهُ إِذَا قَضٰى عَمَلَهُ“.

”میری امت کو پانچ خوبیاں ایسی دی گئیں ہیں جو ان سے پہلے کسی امت کو نہیں دی گئیں... مچھلیاں افطار تک ان کے لئے استغفار کرتی ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے ”فرشتے ان کے لئے دن رات استغفار کرتے ہیں... اور اللہ تعالیٰ جنت کو ہر روز آراستہ کرتا ہے... اور اخیر میں ہے کہ مزدور جب اپنے کام سے فارغ ہو جائے تو اس کو پوری مزدوری دی جاتی ہے“۔ [مسند احمد بروایت ابو ہریرہؓ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۴۰]

یہ حدیث حد درجہ ضعیف ہے، علامہ ہیثمیؒ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

اس میں ہشام بن زیاد ابوالمقدام ضعیف راوی ہیں، [مسند احمد ج ۸ / حدیث ۷۹۰۴ کی شرح احمد شاکر میں ہے کہ اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق کیا ہے۔ الجامع الصغیر للبخاری ص ۱۹٤ میں ہے کہ محدثین کا اس پر کلام ہے، علامہ البانی نے بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ [دیکھئے ضعیف الترغیب والترہیب ج ۱/ حدیث: ۵۸۸]

❖ حدیث: ”رَمَضَانُ بِمَكَّةَ أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ رَمَضَانَ بِغَيْرِ مكة“.

”مکہ المکرمہ میں رمضان گذارنا غیر مکہ میں ہزار رمضان گذارنے سے بہتر ہے“۔

[مسند احمد بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، مجمع الزوائد ج ۳/ ۱٤۵]

اس حدیث کو علامہ ہیثمیؒ نے نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ اس کی سند میں عاصم بن عمر ہے، جس کو امام احمد بن حنبلؒ اور دوسرے آئمہ محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، علامہ البانیؒ السلسلۃ الضعیفہ ج ۲ / ص ۲۳۱ میں اس حدیث کی سند پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ اس کی سند میں عاصم بن عمر متفرد [تنہا رہ گیا] ہے، اور اس کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔

❖ حدیث: ”رَمَضَانُ بِالْمَدِينَةِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ رَمَضَانَ فِيمَا سِوَاهَا مِنَ الْبُلْدَانِ“.

”مدینہ میں رمضان گذارنا دوسرے تمام شہروں میں رمضان گذارنے سے ہزار درجہ بہتر ہے“۔ [طبرانی کبیر بروایت بلال بن حارث، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱٤۵]

علامہ ہیثمیؒ نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے اس میں ایک راوی عبداللہ بن کثیر ضعیف ہیں، علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں کہا ہے کہ یہ حدیث باطل اور اس کی اسناد نامعلوم ہیں، علامہ البانیؒ نے بھی اس حدیث کو باطل اور اس کی سند کو سخت ضعیف قرار دیا ہے۔ [سلسلہ الضعیفہ ج ۲/ حدیث ۸۳۱]

❖ حديث: ”إِنَّ لِلَّهِ تَعَالَى فِي كُلِّ لَيْلَة من رَمَضَان سِتّمائَة أَلْفِ عَتِيقٍ مِنَ النَّارِ فَإِذَا كَانَ آخر لَيْلَة أعتق اللَّه بِعَدَد منْ مضى“.

”اللہ تبارک وتعالیٰ رمضان کی ہر رات چھ لاکھ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے اور جب رمضان کی آخری رات ہوتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اتنے ہی لوگوں کو جہنم سے اور آزاد کر دیتا ہے جتنے لوگ اس نے سارے مہینے میں آزاد کئے تھے“۔ [بیہقی نے اس کو مرسل روایت کیا ہے، علامہ البانیؒ نے بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، دیکھئے ضعیف الترغیب والترہیب للالبانی ج۱/حدیث:۵۹۸]

❖ حديث: ”سَيِّدُ الشُّهُورِ شَهْرُ رَمَضَانَ وَأَعْظَمُهَا حُرْمَةً ذُو الحجة“.

”تمام مہینوں کا سردار ماہِ رمضان ہے، اور حرمت کے لحاظ سے سب سے زیادہ عظیم مہینہ ذوالحجہ کا مہینہ ہے“۔ [مسند بزار بروایت ابوسعید خدریؓ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۴۰]

علامہ ہیثمی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے اس میں یزید بن عبدالملک النوفلی ہیں، جس کو حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے تقریب التہذیب میں ضعیف قرار دیا ہے۔ [ملاحظہ ہو تقریب التہذیب ص ۶۰۳]

❖ حديث: ”إن في السماء ملائكة لا يعلم عددهم إلا الله فإذا دخل رمضان استأذنوا ربهم أن يحضروا مع أمة محمد ﷺ“.

”آسمان میں بہت سے ایسے فرشتے ہیں کہ ان کی تعداد اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں، جب رمضان آتا ہے تو یہ فرشتے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہنے [رمضان گذارنے] کی اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کرتے ہیں“۔ [بیہقی نے اس حدیث کو شعب الایمان ج ۳/ ۳۷۳ میں]

حضرت علیؓ سے موقوفاً روایت کیا ہے، علامہ سیوطی نے الدر المنثور ج ۸/ ۵۸۲ اور متقی

ہندی نے کنز العمال ج ۸/ ۱۰ ٤ میں اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

❖ حدیث: "مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ، لَمْ يَجْزِهِ صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهِ وَلَوْ صَامَهُ". "جس نے رمضان کا ایک روزہ بلا عذر ترک کر دیا تو زندگی بھر کے روزے اس کی تلافی نہیں کر سکتے خواہ وہ [نفلی] روزے رکھتا بھی رہے"۔ [ابو داوٗد نے اپنی سنن کی حدیث نمبر ۲۳۹٦ اور ترمذی نے الجامع میں حدیث نمبر ۷۲۳ میں اس حدیث کو بیان کیا ہے، اور امام ترمذی نے کہا کہ ہم اسی طریق سے اس حدیث کو جانتے ہیں اور مزید فرماتے ہیں کہ میں نے محمد یعنی امام بخاریؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس کی سند میں ابو المطوس ہے، اور میں نہیں سمجھتا کہ اس حدیث کے علاوہ اور کوئی حدیث اس سے مروی ہو، علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ج ٤/ ١٦١ میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو بیان کرنے میں ابو المطوس تنہا ہیں، اور مجھے نہیں معلوم کہ اس نے ابو ہریرہ سے یہ حدیث سنی ہے یا نہیں، امام ذہبیؒ الصغریٰ میں فرماتے ہیں لا یثبت کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے]۔

❖ حدیث: "وَصُومُوا تَصِحُّوا". "روزہ رکھو صحت مند رہو گے"۔ [مسند احمد ج ۲/ ۳۸۰، طبرانی ابونعیم، حاکم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے، علامہ شوکانیؒ نے اپنی کتاب الفوائد المجموعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ میں اس حدیث کو موضوع و من گھڑت کہا ہے]۔

❖ حدیث: "لِكُلِّ شَيْءٍ زَكَاةٌ، وَزَكَاةُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ". "ہر چیز کی زکوٰۃ ہوا کرتی ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے" اس حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے، علامہ البانیؒ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ [دیکھئے ضعیف الترغیب والترہیب للالبانی ج ۱/ حدیث ۵۷۹]

❖ حدیث: "نَوْمُ الصَّائِمِ عِبَادَةٌ". "روزہ دار کا سونا بھی عبادت ہے، علامہ سیوطی نے اس حدیث کو الجامع الصغیر ۹۲۹۳ میں بیان کر کے بیہقی کی طرف اس کو منسوب کیا ہے اور عبد اللہ بن اوفی کے طریق سے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ [دیکھئے الفردوس ج ٤/

۲٤۸ واتحاف السادۃ ج ٤/ ۳۲۲]

❖ حدیث: "اَلصَّائِمُ فِي عِبَادَةٍ وَإِنْ كَانَ رَاقِدًا عَلَى فِرَاشِهِ". "روزہ دار عبادت کی حالت میں رہتا ہے خواہ وہ اپنے بستر پر سویا ہوا ہو" یہ حدیث ضعیف ہے۔ [دیکھئے السلسلۃ الضعیفہ ج ۳/حدیث ٦٥۳]

❖ حدیث: "خَمْسٌ تُفَطِّرُ الصَّائِمَ وَتَنْقُضُ الْوُضُوءَ: اَلْكَذِبُ، وَالْغِيبَةُ، وَالنَّمِيمَةُ، وَالنَّظَرُ بِالشَّهْوَةِ، وَالْيَمِينُ الْفَاجِرَةُ". "پانچ چیزیں روزہ دار کے روزے اور وضو کو توڑ دیتی ہیں، جھوٹ، غیبت، چغلی، شہوت کے ساتھ دیکھنا اور جھوٹی قسم کھانا" یہ حدیث موضوع ہے، ابوالقاسم الخرقی نے "عشر مجالس من الامالی". [۲/۲۲٤] میں عثمان بن سعید سے روایت کیا ہے، ابن الجوزی نے بھی "الموضوعات" میں اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ [دیکھئے السلسلۃ الضعیفہ ج ٤/ ۷۰۸، ضعیف الجامع الصغیر ۲۸٤۹]

❖ حدیث: "ثَلَاثَةٌ لَا يُفْطِرْنَ الصَّائِمَ: اَلْحِجَامَةُ، وَالْقَيْءُ، وَالِاحْتِلَامُ". "تین چیزیں روزے دار کے روزے کو نہیں توڑتیں، پچھنے لگوانا، قے اور احتلام"۔ [امام ترمذی نے اس حدیث کو [۷۱۹] کو بیان کر کے ضعیف کہا ہے]

حقیقت یہ ہے کہ پچھنے لگوانا روزہ کو توڑ دیتے ہیں اور قے جب عمداً ہو تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے البتہ احتلام سے روزہ نہیں ٹوٹتا"۔

❖ حدیث: "إِذَا صُمْتُمْ فَاسْتَاكُوا بِالْغَدَاةِ وَلَا تَسْتَاكُوا بِالْعَشِيِّ، فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ صَائِمٍ تَيْبَسُ شَفَتَاهُ بِالْعَشِيِّ إِلَّا كَانَ نُورًا بَيْنَ عَيْنَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ". "جب تم روزے سے ہو تو صبح کے وقت مسواک کرو، شام کے وقت مسواک نہ کرو، اس لئے کہ جس روزہ دار کا ہونٹ شام کے وقت خشک رہے گا قیامت کے دن اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور ہوگا" یہ حدیث ضعیف ہے۔ [طبرانی نے ج ۱/ ۱۸٤ اور

دارقطنی نے ص ۲٤۹ پر حضرت خبابؓ سے اس کو روایت کیا ہے، دیکھئے السلسلة الضعيفه ج ۱/حدیث ۱۴۰۱ اور ضعیف الجامع الصغیر للالبانی حدیث ۵۷۹]

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی لمبی حدیث:''إِنِّي رَأَيْتُ الْبَارِحَةَ عَجَبًا... رَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي يَلْهَثُ عَطَشًا، كُلَّمَا وَرَدَ حَوْضًا مُنِعَ وَطُرِدَ، فَجَاءَهُ صِيَامُهُ فَسَقَاهُ وَأَرْوَاهُ''. ''میں نے گزشتہ رات ایک عجیب و غریب [خواب] دیکھا...... میں نے اپنی امت کے ایک آدمی کو پیاس سے اپنی زبان باہر نکالے ہوئے دیکھا، جب بھی وہ حوض کے پاس آتا روک دیا جاتا اور ہٹا دیا جاتا کہ یکا یک اس کا روزہ آیا اور روزے نے اس کو سیراب کر دیا''۔ [امام طبرانی نے اس حدیث کو دو سندوں سے روایت کیا ہے، ایک سند میں سلیمان بن حمد الواسطی اور دوسری سند میں خالد بن عبدالرحمٰن المخزومی ہے اور یہ دونوں ہی ضعیف ہیں، دیکھئے: اتحاف السادة المتقين ج ۸/ ۱۱۹]

نیز ابن رجب نے بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

❖ حدیث:''اَلصَّائِمُونَ يُنْفَخُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ رِيحُ الْمِسْكِ، وَيُوضَعُ لَهُمْ مَائِدَةٌ تَحْتَ الْعَرْشِ''. ''روزہ داروں کے منہ سے مشک کی مہک اٹھتی ہے اور ان کے لئے عرش کے نیچے دستر خوان لگا دیا جاتا ہے''۔ [علامہ سیوطی نے اس حدیث کو الدر المنثور ج ۱/ ۱۸۲ میں بیان کیا ہے، ابن رجب وغیرہ نے اس کو ضعیف کہا ہے]۔

❖ حدیث: ''اَلصِّيَامُ نِصْفُ الصَّبْرِ''. ''روزہ رکھنا نصف صبر ہے'' یہ حدیث ضعیف ہے، اس کی سند میں موسی بن عبیدہ ہیں جس کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے، اور امام ترمذی نے حدیث ۳۵۱۹، امام ابن ماجہ ۱۷٤۵، امام احمد اور بیہقی نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے، علامہ البانیؒ نے ضعیف الجامع الصغیر میں اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ [دیکھئے ضعیف الجامع حدیث: ۳۵۸۱ اور الضعیفہ حدیث: ۳۸۱۱]

❖ حدیث: ”لَيْسَ فِي الصَّوْمِ رِيَاءٌ“. ”روزہ میں کوئی ریا کاری اور دکھاوا نہیں ہوتا“ یہ حدیث ضعیف ہے، امام بیہقی نے اس حدیث کو ابن شہاب الزہری سے مرسل نقل کیا ہے۔ [دیکھئے ضعیف الجامع حدیث ۴۹۰۷]

❖ حدیث: ”لَا تَكْتَحِلْ بِالنَّهَارِ وَأَنْتَ صَائِمٌ“. ”روزہ کی حالت میں سرمہ مت لگاؤ“ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ مجھ سے یحییٰ بن معین نے کہا کہ حدیثِ کحل [سرمہ والی روایت] منکر ہے۔ [دیکھئے سنن ابی داؤد حدیث ۴۹۰۷]

حدیث: ”اِسْتَعِينُوا بِطَعَامِ السَّحَرِ عَلَى صِيَامِ النَّهَارِ، وَبِالْقَيْلُولَةِ عَلَى قِيَامِ اللَّيْلِ“. ”روزہ رکھنے کے لئے سحری سے اور تہجد کے لئے قیلولہ سے مدد حاصل کیا کرو“ (سنن ابن ماجہ بروایت عبداللہ بن عباسؓ) امام بوصیری کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں زمعہ بن صالح اور سلمہ بن بہرام دونوں ضعیف ہیں۔ [دیکھئے ضعیف الجامع حدیث: ۸۱۶، السلسلۃ الضعیفہ حدیث: ۲۷۵۸]

❖ حدیث: ”ذَاكِرُ اللّٰهِ فِي رَمَضَانَ مَغْفُورٌ لَهُ“. ”رمضان میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا بخشا ہوا ہے“۔ [طبرانی اوسط بروایت حضرت عمر بن خطابؓ، مجمع الزوائد ج ۳ / ۱۴۳، علامہ ہیثمی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں بلال بن عبدالرحمٰن ضعیف ہے]۔

❖ حدیث: ”اَلْغَنِيمَةُ الْبَارِدَةُ اَلصَّوْمُ فِي الشِّتَاءِ“. ”سردیوں میں روزے رکھنا بے ضرر غنیمت ہے“۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کر کے ضعیف کہا ہے، [دیکھئے ح: ۷۹۷] یہ حدیث مرسل ہے اور اس کی سند میں نمیر بن غریب ہے جس کو ابن حبان کے علاوہ کسی نے موثوق [قابلِ اطمینان] نہیں کہا ہے اور وہ ضعیف ہیں۔

❖ حدیث: ”اَلصَّائِمُ إِذَا أُكِلَ عِنْدَهُ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ“. ”روزہ دار کے

پاس جب کھانا کھایا جائے تو فرشتے اس پر رحمت بھیجتے ہیں“۔

امام ابنِ خزیمہ نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں نقل کیا ہے، نیز امام ترمذی اس حدیث [۷۸٤] امام ابن ماجہ [۱۷٤۸] اور امام طیالسی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے یہ حدیث ضعیف ہے۔[دیکھئے السلسلۃ الضعیفہ ج ۳/حدیث:۱۳۳۲]

❖ حدیث: ”اَللّٰھُمَّ لَكَ صُمْتُ، وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ“. ”اے اللہ میں نے تیری رضا اور خوشنودی کے لئے روزہ رکھا اور تیرے ہی عطا کردہ رزق سے روزہ افطار کیا“۔

[ابن السنی نے عمل الیوم واللیلۃ [۴۸۱] اور ابو داوٗد نے [۲۳۵۸] میں اس کو روایت کیا ہے،لیکن اس کی سند میں عبد الملک بن ہارون بن عنترہ ہیں جس کو امام احمد اور دارقطنی نے ضعیف قرار دیا ہے، یحییٰ نے کہا ہے کہ وہ کذاب ہے، ابو حاتم نے کہا ہے کہ وہ متروک ہے، اور ابن القیم نے زاد المعاد ج ۲/ ۵۱ میں کہا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے]

❖ حدیث: ”أَحَبُّ الْعِبَادِ إِلَى اللّٰهِ أَعْجَلُهُمْ فِطْرًا“. ”اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بندہ وہ ہے جو افطار میں جلدی کرتا ہے“۔[اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند ج ۲/ ۳۲۹، ابن حبان ۸۸٦، بیہقی ج ٤/ ۲۳۷ اور بغوی نے ۱۷۳۲ پر نقل کیا ہے، اس کی سند میں قرۃ بن عبد الرحمٰن جبرئیل ضعیف ہیں، ابن خزیمہ ۲۰٦۲ اور ترمذی ۷۰۰ نے بھی اس حدیث کو روایت کر کے ضعیف کہا ہے البتہ اس معنی کی جو حدیث صحیح بخاری ومسلم میں آئی ہوئی ہے وہ صحیح ہے الفاظ یوں ہیں ”لا یزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر“ ”لوگ ہمیشہ خیر کے ساتھ رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں“]

❖ حدیث: ”إِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِهِ لَدَعْوَةً مَا تُ رَدُّ“. ”افطار کرتے وقت روزہ دار کی دعا رد نہیں کی جاتی“۔[امام احمد ج ۲/ ۳۰۵، امام ترمذی [۳٦٦۸] امام ابن خزیمہ [۱۹۰۱] امام ابن ماجہ [۱۷۵۲] نے اس حدیث کو نقل فرمایا ہے، اس کی سند میں اسحاق بن عبید اللہ المدنی غیر معروف ہیں، جیسا کہ حافظ منذریؒ نے کہا ہے، ابن القیمؒ نے زاد المعاد میں اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، نیز امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دیا

ہے، اور بیہقی ج ۳ / ۳۴۵ میں اس کی شاہد موجود ہے، لیکن اس کی سند میں ابو مدلۃ ہے جس کے بارے میں ابن المدینی نے کہا ہے کہ مجہول ہے اور علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ معروف نہیں ہے لہٰذا یہ حدیث ضعیف ہے]۔

❖ حدیث: ”رُبَّ صَائِمٍ حَظُّهُ مِنْ صِيَامِهِ الْجُوعُ وَالْعَطَشُ، وَرُبَّ قَائِمٍ حَظُّهُ مِنْ قِيَامِهِ السَّهَرُ“. ”بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ روزے سے ان کا نصیب صرف بھوک اور پیاس ہے اور بہت سے قیام کرنے والے ایسے ہیں کہ قیام سے ان کا حصہ صرف بیداری ہے“۔[ابن ماجہ نے اس کو روایت کیا ہے، ۱۶۹۰، اس کی سند میں اسامہ بن زید العدوی ضعیف ہے، البتہ اس حدیث کا مفہوم صحیح ہے]۔

❖ حدیث: ”مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ فِي جَمَاعَةٍ فِي رَمَضَانَ فَقَدْ أَدْرَكَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ“. ”جس نے رمضان میں باجماعت عشاء کی نماز پڑھی تو اس نے شبِ قدر کو پالیا“ ۔[اصبہانی اور ابو موسی المدینی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے، یہ حدیث مرسل ہے کیوں کہ یہ ابن مسیب کا کلام ہے، صحیح ابن خزیمہ میں بھی یہ حدیث آئی ہے [حدیث: ۲۱۹۵] لیکن اس کی سند میں عقبہ بن ابو الحسناء مجہول راوی ہے جیسا کہ ابن مدینی نے کہا ہے اور وہ ضعیف ہے]۔

❖ حدیث: ”وَإِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ الْقَدْرِ يَأْمُرُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ جِبْرَائِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَيَهْبِطُ فِي كَبْكَبَةٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَمَعَهُمْ لِوَاءٌ أَخْضَرُ فَيَرْكُزُوا اللِّوَاءَ عَلَى ظَهْرِ الْكَعْبَةِ..... فَيَحُثُّ جِبْرِيْلُ الْمَلَائِكَةَ عليه السلام فِيْ هَذِهِ اللَّيْلَةِ فَيُسَلِّمُوْنَ عَلَىٰ كُلِّ قائِمٍ، وَقاعِدٍ، وَمُصَلٍّ، وَذاكِرٍ، وُيصافِحُوْنَهُمْ، وَيُؤَمِّنُوْنَ عَلَىٰ دُعائِهِمْ حَتَّىٰ يَطْلُعَ الْفَجْرُ ... الحديث بطوله“. ”جب شبِ قدر آتی ہے تو اللہ تعالیٰ جبرئیل کو حکم فرماتا ہے کہ وہ فرشتوں کی جماعت کو اپنے ساتھ لے کر زمین پر اتریں، چنانچہ وہ اترتے ہیں اور ان کے ہمراہ سبز جھنڈا

ہوتا ہے جس کو بیت اللہ شریف کے چھت پر نصب کر دیتے ہیں..... پھر حضرت جبرئیل سب فرشتوں کو اسی رات تیار کرتے ہیں جو اس رات کے تمام نمازیوں اور عبادت کرنے والوں، ذکر الٰہی کرنے والوں اور قرآن کی تلاوت کرنے والوں کو سلام کرتے اور مصافحہ کرتے ہیں اور ان کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں، یہ سلسلہ صبح صادق تک جاری رہتا ہے...." یہ حدیث موضوع ہے۔[دیکھئے ضعیف الترغیب والترہیب للالبانی حدیث ۵۹۴]

❖ حدیث: "أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ صَدَقَةٌ فِي رَمَضَانَ". "رمضان میں صدقہ و خیرات کرنا افضل ہے" یہ حدیث ضعیف ہے۔[ضعیف الجامع حدیث:۱۰۱۹]

❖ حدیث:"مَنِ اعْتَكَفَ عَشْرًا فِي رَمَضَانَ كَانَ كَحَجَّتَيْنِ وَعُمْرَتَيْنِ". جو شخص رمضان میں دس دن کا اعتکاف کرے، اسے دو حج اور دو عمرے کے برابر ثواب ملے گا۔ یہ حدیث موضوع ہے۔[ضعیف الترغیب الترھیب للاآ لبانی:٦٦١، والضعیفہ للاآ لبانی:۵۱۸]

❖ حدیث: "إنّ صَوْم رَمَضانَ مُعَلّقٌ بَيْنَ السَّماءِ والأَرْضِ لَا يُرْفَعُ إلاّ بِزَكاةِ الْفطر". "رمضان کے روزے آسمان وزمین کے درمیان لٹکے رہتے ہیں اور جب تک کہ صدقۃ الفطر ادا نہ کیا جائے یعنی مقبول نہیں ہوتے" یہ حدیث ضعیف ہے۔[ضعیف الترغیب الترھیب للاآ لبانی:٦٦٤، والضعیفہ للاآ لبانی:۴۳]

❖ حدیث: "مَنْ قَامَ لَيْلَتَي العِيدَيْنِ محُتسِبًا لله. لَمْ يَمُتْ قَلبُهُ يَوْمَ تَمُوتُ القُلُوبُ". "جس نے ثواب کی نیت سے عید کی دونوں راتوں کا قیام کیا تو اس کا دل مردہ نہ ہوگا جس دن سارے دل مردہ ہو جائیں گے"۔

یہ حدیث ضعیف ہے، امام ابن ماجہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اس میں بقیہ مدلس اور معنعن یعنی [دھوکہ دینے والا اور غیر واضح الفاظ سے روایت کرنے والا ہے] علامہ البانیؒ نے بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔[سلسلہ الضعیفہ ج ۵۲/۲، ضعیف ابن ماجہ حدیث:۳۹۵]

❖ حدیث: ''إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدِ الْفِطْرِ وَقَفَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلَى أَبْوَابِ الطُّرُقِ فَنَادَوْا... فَإِذَا صَلَّوْا نَادَى مُنَادٍ: أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ قَدْ غَفَرَ لَكُمْ... وَيُسَمَّى ذٰلِكَ الْيَوْمُ فِي السَّمَاءِ يَوْمَ الْجَائِزَةِ''. ''عید الفطر کے دن فرشتے راستوں کے اہم موڑوں پر کھڑے ہوکر یہ اعلان کرتے ہیں کہ مسلمانو! سویرے سویرے [نمازعید کے لئے] اپنے رب کریم کی طرف نکلو..... پھر جب نماز پڑھ لیتے ہیں تو یہ اعلان ہوتا ہے دیکھو تمہارے رب نے تمہاری سب کوتاہیاں اور گناہ معاف فرما دیئے..... آج تقسیم انعامات کا دن ہے'' یہ حدیث ضعیف ہے، طبرانی نے الکبیر میں اس حدیث کو جابر جعفی سے روایت کیا ہے۔ [دیکھئے ضعیف الترغیب والترہیب للالبانی: حدیث ٦٧٠]

❖ حدیث: ''مَنْ صَامَ بَعْدَ الْفِطْرِ يَوْمًا فَكَأَنَّمَا صَامَ السَّنَةَ''. ''جس نے عید الفطر کے بعد ایک دن کا روزہ رکھا تو گویا اس نے سارا سال روزہ رکھا'' یہ حدیث ضعیف ہے، صاحب کنز العمال نے اس حدیث کو [٢٤١٤٢] بیان کیا ہے۔

❖ حدیث: ''مَنْ صَامَ شَهْرَ رَمَضَانَ، وَسِتًّا مِنْ شَوَّالٍ، وَالْأَرْبِعَاءَ وَالْخَمِيسَ دَخَلَ الْجَنَّةَ''. ''جس نے رمضان، شوال کے چھ دن، بدھ اور جمعرات کا روزہ رکھا وہ جنت میں داخل ہوا'' یہ حدیث ضعیف ہے۔

[امام احمد نے اس حدیث کو روایت کیا ہے، اس میں ایک مجہول الاسم راوی ہے، [یعنی جس کا نام معلوم نہیں] دیکھئے مسند احمد ج ٣ / ٤١٦، نیز علامہ البانی ؒ نے بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے [دیکھئے ضعیف الجامع حدیث: ٥٦٥٠، السلسلة الضعيفه حدیث ٤٦١٢]

یہاں پر یہ بھی جان لیجئے، کہ اہلِ علم کے راجح قول کے مطابق فضائل واحکام کے باب میں ضعیف احادیثوں پر عمل نہیں کرنا چاہیے جو صحیح طور پر نبی کریم ﷺ سے ثابت نہ ہوں، اور نہ ہی ہمارے لئے یہ جائز ہے آپ ﷺ کی طرف ضعیف اور موضوع حدیثیں منسوب

کریں، الا یہ کہ ان احادیث کو بیان کرنے کے بعد اس کے ضعف و کمزوری بیان کرنا مقصود ہوتا کہ تمام لوگ اس سے بچ سکیں۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص کے لئے کوئی حدیث اس وقت تک بیان کرنا جائز نہیں جب تک وہ یہ نہ جان لے کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہے کیوں کہ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: ''**مَنْ يَقُلْ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ**''. ''جو شخص مجھ پر ایسی بات کہے جو میں نے نہیں کہی، تو اسے چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے''۔[صحیح بخاری]

ماخوذ: من مولفات العلامہ محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ
وماخوذ من کتاب ''ریاض الجنان فی رمضان'' للشیخ عبدالمحسن بن علی بن عبدالمحسن حفظہ اللہ

● ماہِ رمضان کی بعض بدعات:

بعض اسلامی معاشروں میں ماہِ رمضان سے متعلق بعض بدعات مشہور ہیں جن میں سے چند ایک کا تذکرہ نیچے درج کیا جا رہا ہے:

(1) روزے کی نیت زبان سے کرنا ''**نَوَيْتُ أَنْ أَصُومَ غَدًا مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ**''. ''میں نے کل رمضان کے روزے کی نیت کی''۔

(2) رمضان میں تراویح پڑھانے کے لئے حافظوں کو کرایہ پر حاصل کرنا۔[معجم البدع ص ۲٦٧، دروس رمضان ص ٤٠]

(3) ایک ہی رات میں پورا قرآن ختم کرنا۔

(4) تراویح کے بعد نبی علیہ الصلاۃ والسلام پر درود وسلام بھیجنے کے لئے کھڑے ہو کر مولود شریف پڑھنا، اور ان اعمال کا ثواب انبیاء اولیاء اور رشتہ داروں کو بھیجنا۔

(5) ماہِ رمضان میں احتیاط کے نام پر طلوعِ صبح صادق سے پہلے ہی سحری کھانے سے

رک جانا اور مغرب کی اذان میں احتیاط کے نام پر تاخیر کرنا۔

(6) توپ چھوڑنا لوگوں کو یہ معلوم کرانے کے لئے کہ سحری اور افطاری کا وقت ہو چکا ہے۔[معجم البدع ص ۲٦۸]

(7) روزہ داروں کو سحری کے واسطے جگانے کے لئے اذان پکارنے کے بجائے قرآن کریم اور اشعار پڑھنا۔

(8) سحری کھانے سے روکنے کے لئے بطورِ علامت لائٹ لگانا بایں طور کہ جب تک وہ لائٹ روشن رہے اس وقت تک کھانا پینا جائز ہے اور جب بجھ جائے تو یہ سمجھنا کہ اب کھانے سے رک جانا چاہیے۔[فتح الباری ج ٤/ ١٩٩، معجم البدع ص ٢٦٨، ٣٦١]

(9) سحری نہ کرنے کو عبادت سمجھنا۔[معجم البدع ص ٣٦١]

(10) قرآن کریم ختم ہوجانے کے بعد رمضان کی باقی راتوں میں قیام نہ کرنا۔

(11) ادرک اور نمک پر افطار کو افضل سمجھنا، اور پانی سے افطار نہ کرنا۔

(12) روزہ افطار کرنے سے پہلے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر اجتماعی دعا کرنا۔

(13) افطار کے وقت یہ دعا پڑھنا: ''اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ أَنْ تَغْفِرَ لِي''.

(14) افطار کرتے وقت یہ دعا پڑھنا:''اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ، وَبِكَ آمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ، بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ''.

(15) رجب شعبان اور رمضان میں خاص طور پر مردوں کی طرف سے صدقہ وخیرات کرنا۔

(16) لوگوں کی اکثریت کا سال بھر نماز چھوڑے رکھنا، پھر رمضان آنے پر نماز، روزے اور تسبیح کا اہتمام کرنا۔

(17) متعین مقدار میں شبِ قدر کی نماز پڑھنا۔

(18) شبِ قدر میں نمازِ تسبیح کا خاص طور پر اہتمام کرنا۔

(19) شبِ قدر کو رمضان کی ستائیسویں تاریخ کے ساتھ خاص کر لینا، اور باقی راتوں میں شبِ قدر کی تلاش وجستجو ترک کر دینا۔

(20) شبِ قدر میں عمرہ کرنا۔

(21) رمضان کی ستائیسویں تاریخ کو شبِ قدر جان کر شب بیداری اور اجتماعی ذکر کرنا، کھانا کھلانا پانی پلانا، دف بجانا اور وعظ ونصیحت کرنا۔

(22) رمضان کی ستائیس تاریخ کو لوگوں کا مٹھائی خریدنے کے لئے جمع ہونا۔

(23) اجتماعی یا انفرادی طور پر ذکر کرنے کے لئے ماہِ رمضان کی کسی رات کو خاص کر لینا۔ [مجلۃ الدعوۃ ١٦٧٤/١٤]

(24) عید کی رات شب بیداری کرنا یہ سمجھتے ہوئے کہ حدیث میں ہے کہ "جس نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی رات جاگ کر گذاری تو اس کا دل مردہ نہیں ہوگا، جس دن سب کے دل مردہ ہو جائیں گے" اور یہ حدیث موضوع ہے۔ [دیکھئے السلسلۃ الضعیفہ برقم ٥٢٠، معجم البدع ص ٣٣٢]

(25) جمعۃ الوداع کو جشن منانا۔

یہ بات اچھی طرح جان لیں کہ سب سے بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ ہے......

اور سب سے برا کام دین میں نئی چیز پیدا کرنا ہے اور ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جائے گی۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

"مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ".

"جس نے کوئی ایسا کام کیا جس پر ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ مردود ہے"۔ [صحیح مسلم]

● نفلی روزے:

روزہ کی دوسری قسم ہے نفلی روزے، یہ وہ روزے ہیں جو فرض نہیں۔

اور یہ جان لیں کہ یہ اللہ کی رحمت وحکمت ہے کہ اس نے فرضوں کے مماثل ومقابل نفلوں کی اجازت دی ہے تاکہ فرض میں جو خلل ونقص پیدا ہو نفل کے ذریعہ اس کو دور کیا جا سکے، اور ان نفلی روزوں کے ذریعے اجر وثواب میں اضافہ کیا جائے، اس لئے کہ اگر نفل عبادت کا ثبوت نہ ہوتا تو اس کا ادا کرنا گمراہ کن بدعت بن جاتی، اور حدیث میں آیا ہوا ہے کہ نفل کے ذریعہ قیامت کے دن فرائض کو پورا کیا جائے گا۔ [مسند احمد ج ٢ / ٤٢٥، سنن ابی داوٴد برقم ٨٦٤، دیگر کتب حدیث]

● نفلی روزے کی نیت:

نفلی روزے کی نیت زوال سے پہلے اور زوال کے بعد کی جا سکتی ہے، برخلاف فرض روزوں کے جیسا کہ گذر چکا ہے بشرطیکہ طلوعِ صبح صادق کے بعد کچھ نہ کھایا ہو اور اگر کچھ کھا لیا ہو تو پھر روزہ کی نیت کرنا صحیح نہیں ہوگا، اور اس کی دلیل یہ ہے ایک روز نبی کریم ﷺ اپنے اہلِ خانہ کے پاس تشریف لائے اور پوچھا: تمہارے پاس کھانے کے لئے کچھ ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا "میں روزے سے ہوں"۔

آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی یہی عمل تھا، اور اگر دن میں کسی وقت روزے کی نیت کر لے تو اسے روزہ کی نیت کرنے کے وقت سے ثواب دیا جائے گا، اور اگر زوال کے وقت روزہ کی نیت کرے تو اسے آدھے دن کے روزے کا ثواب ملے گا، اس لئے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے۔ "**إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ**" اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق بدلہ ملے گا۔

نفلی روزے دو طرح کے ہیں نفل مطلق اور نفل مقید، ذیل میں نفل مقید کا تذکرہ کیا جاتا

ہے۔

- **شوال کے چھ روزے:**

جو شخص رمضان کے روزے رکھ لے اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ شوال کے بھی چھ روزے رکھے، ان کے رکھنے میں بڑا اجر وثواب ہے، آپ ﷺ نے فرمایا "جو شخص رمضان کے روزے رکھے، پھر اس کے بعد شوال کے بھی چھ روزے رکھے تو اس کو سال بھر کے روزوں کا ثواب ملے گا، اور یہ اس لئے کہ رمضان المبارک کے روزے دس مہینوں کے روزوں کی طرح ہیں اور شوال کے چھ روزے دو ماہ کے روزوں کی طرح ہیں تو گویا یہ سال بھر کا روزہ ہو گیا، اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے" جو نیکی کرے گا اسے اس کا دس گنا اجر و ثواب ملے گا، اللہ بہتر جانتا ہے۔

تاہم ان کو مقرر کرنے کی حکمت یہ ہے کہ یہ نماز کی سنتوں کی طرح ہیں، جو نماز کے فائدے کو مکمل اور اس کے نقص کو دور کر دیتی ہیں، اسی طرح شوال کے یہ چھ روزے ماہِ رمضان کے روزوں کے نقص کو پورا کر دیتے ہیں اور روزہ رکھنے میں جو کوتاہی ہوئی ہے اس کو دور کر دیتے ہیں چاہے ایک مسلمان اس کوتاہی کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو، پھر یہ کہ رمضان کے روزے کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنا رمضان کے روزوں کی قبولیت کی علامت ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے عمل کو قبول فرماتا ہے تو اسے اس کے بعد نیک عمل کی توفیق مرحمت فرماتا ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے کہا ہے، نیکی کا ثواب یہ ہے کہ بندہ اس کے بعد نیکی کرتا رہے، بہتر یہ ہے کہ عید الفطر کے فوراً بعد یہ روزے رکھے جائیں کیوں کہ شوال کے بعد فوراً روزہ رکھنے میں نیکیوں کی طرف پہل کرنا ہے اور ایسا ہی نبی کریم ﷺ کے اس فرمان [ثم اتبعہ] "پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے" سے سمجھ میں آتا ہے، افضل وبہتر یہی ہے کہ متواتر ولگاتار یہ روزے رکھے جائیں، کیوں کہ رمضان میں روزے رکھنے

کی عادت پڑ جانے کی وجہ سے آسانی ہے اور ایک مسنون عمل کی جلد ادائیگی ہے۔

یہ چھ روزے متفرق طور پر بھی رکھنے جائز ہیں اس لئے کہ حدیث مطلق ہے، شوال کا مہینہ گذر جانے کے بعد ان کی قضا ثابت نہیں، کیونکہ یہ روزے سنت ہیں جن کا وقت گذر چکا، چاہے عذر کی بنا پر چھوڑے یا بغیر عذر کے۔[فتاویٰ اسلامیہ لابن باز ج ۲/ ۱۶۵-۱۶۶]

رمضان کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا سے پہلے یہ نفلی روزے نہ رکھے، شوال کے چھ روزوں سے پہلے ان چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کرے، اور نہ ہی کفارہ کے روزوں سے پہلے یہ روزے رکھے، جیسا کہ گذر چکا، شوال کے یہ چھ روزے رمضان کے قضا روزوں کے لئے کافی نہیں ہوتے۔[فتاویٰ الصیام لابن جبرین ص ۱۰۷]

● **یومِ عرفہ کا روزہ:**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یومِ عرفہ [نویں ذی الحجہ] کے روزے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ عرفہ کا روزہ ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ کے گناہوں کو ختم کر دے گا''۔[صحیح مسلم برقم ۱۱۶۲، سنن ابو داؤد: ۲۴۲۵]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے یومِ عرفہ کا روزہ رکھا تو اس کے دو سال کے پے در پے گناہ معاف فرما دیئے گئے''۔[مسند ابویعلی، صحیح الترغیب برقم ۹۹۸]

لیکن یہ روزہ حاجیوں کے لئے ثابت نہیں ہے اس لئے کہ لوگوں نے عرفہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روزے کے بارے میں شک کیا تو آپ کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ بھیجا گیا، اور آپ نے عرفہ کے دن چاشت کے وقت پیا اور لوگ آپ کی طرف دیکھ رہے تھے۔[صحیح البخاری: ۱۹۸۸، صحیح مسلم: ۱۱۲۳]

اور یہ اس لئے کہ یومِ عرفہ دعا اور ذکر الٰہی کا دن ہے لہٰذا روزہ نہ رکھنا دعا کے لئے زیادہ طاقت کا سبب ہے، اور اس لئے بھی کہ سفر میں روزہ نہ رکھنا افضل و بہتر ہے۔

یومِ عرفہ کے روزہ کی حکمت [واللہ اعلم] یہ ہے کہ اس میں حاجیوں کی مشابہت، ان کی طرف اشتیاق اور اس رحمت کو حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنا ہے جو حاجیوں پر نازل ہوتی ہے گویا اس رحمت کے سمندر میں غوطہ زنی ہے۔

- **ماہِ محرم کا روزہ:**

جن روزوں کا رکھنا مسنون ہے ان میں ماہِ محرم کا روزہ بھی ہے اور محرم کا روزہ ماہِ رمضان کے بعد سب سے افضل روزہ ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ماہِ رمضان کے بعد سب سے افضل روزہ اللہ کے مہینے محرم کا روزہ ہے"۔ [صحیح مسلم: ١١٦٣، اصحاب سنن]

- **یوم عاشوراء کا روزہ:**

ماہِ محرم کے روزوں میں یوم عاشوراء کے روزے کی تاکید آئی ہے اور رمضان کے روزوں کی فرضیت سے پہلے عاشوراء کا روزہ رکھنا فرض تھا، حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس محرم کی صبح مدینہ کے ارد گرد الانصار کی بستیوں میں پیغام بھیجا، جو صبح سے روزے سے ہے، وہ اپنا روزہ پورا کرے اور جو کچھ کھا چکا ہے وہ دن کے باقی ماندہ حصے میں کچھ نہ کھائے پیئے، اس کے بعد ہم خود بھی [دس محرم کا] روزہ رکھتیں اور اپنے چھوٹے بچوں کو بھی روزہ رکھواتیں ہم مسجد جاتیں تو بچوں کے لئے روئی کا کھلونا تیار کر کے لے جاتیں، جب ان میں سے کوئی کھانا طلب کرتا اور روتا تو ہم افطاری تک اس کو [بہلانے کی خاطر] کھلونا دے دیتیں۔ [صحیح البخاری: ١٩٦٠، صحیح مسلم: ١١٣٦]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں [اسلام سے پہلے] قریش عاشوراء [١٠ محرم کا] روزہ رکھا کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی یہ روزہ رکھا کرتے تھے [اسی دن کعبہ کو غلاف پہنایا جاتا تھا] جب آپ مدینہ تشریف لائے تو وہاں بھی آپ نے روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی اس کے

رکھنے کا حکم دیا، لیکن جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو آپ نے فرمایا جو چاہے اس دن کا روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔ [صحیح بخاری، ۱۹۵۲، صحیح مسلم: ۱۱۲۵]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہودیوں کو یوم عاشوراء [۱۰ محرم] کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو دریافت فرمایا تم اس دن کیوں روزہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا یہ وہ مبارک دن ہے جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن [فرعون] سے نجات دی تھی تو اس کے [شکریہ] میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ روزہ رکھا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''حضرت موسیٰ کی اتباع کا میں تم سے زیادہ حقدار ہوں''۔ چنانچہ آپ نے خود بھی اس دن روزہ رکھا اور صحابہ کرام کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا''۔ [صحیح البخاری: ۲۰۰۴، مسلم: ۱۱۳۰]

یہ حکم استحبابی ہے، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ عاشوراء کا دن ہے، اللہ نے تم پر اس کا روزہ فرض نہیں کیا، البتہ میں روزے سے ہوں جو چاہے اس دن کا روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے''۔ [صحیح البخاری: ۲۰۰۳، مسلم: ۱۱۲۹]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یوم عاشوراء کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''عاشوراء کے روزے سے مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ایک سال گزشتہ کے گناہ کو مٹا دے گا''۔ [مسلم: ۱۱۶۲، ابوداؤد حدیث: ۲۴۳۵]

حضرت عبداللہ بن عباس بیان فرماتے ہیں کہ: ''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یوم عاشوراء کے دن سے بڑھ کر کسی اور دن کے روزے کو فضیلت دیتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ ہی ماہِ رمضان سے بڑھ کر کسی اور مہینہ کو فضیلت دیتے ہوئے''۔ [بخاری: ۲۰۰۶، صحیح مسلم: ۱۱۳۲]

عاشوراء [دسویں محرم] کے دن روزہ رکھنے والے کے لئے مسنون ہے کہ وہ ایک دن پہلے روزہ رکھے اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عاشوراء کے دن کا روزہ رکھا، اور صحابہ کرام کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا تو صحابہ کرام نے کہا اے اللہ کے رسول! یہ وہ دن ہے جس کو یہود ونصاری بڑا عظیم دن تصور کرتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان شاء اللہ آئندہ سال ہم [دسویں تاریخ کے ساتھ] نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھیں گے، لیکن اگلے سال کے آنے سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایا"۔ [صحیح مسلم: ١١٣٤]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "نویں اور دسویں کا روزہ رکھو"۔

صرف دسویں کا روزہ رکھنا مکروہ ہے، کیوں کہ اس میں یہود کی مشابہت پائی جاتی ہے، اور بعض اہلِ علم نے کہا ہے کہ یہ مکروہ تو نہیں ہے لیکن صرف دسویں محرم کا روزہ رکھنے سے مکمل اجر وثواب حاصل نہیں ہوگا۔

البتہ اس دن شیعہ حضرات جو ماتم ونوحہ کرتے، منہ نوچتے اور گریبان چاک کرتے ہیں یہ ایک قبیح بدعت ہے، جس کی کوئی اصلیت وحقیقت سنتِ مطہرہ میں نہیں ہے۔

اسی طرح عاشوراء کے دن اپنے گھر والوں پر کشادگی کرنا عاشوراء کے دن نماز پڑھنا، روپئے پیسے خرچ کرنا، خضاب لگانا، تیل اور سرمہ لگانا بدعت ہے، جس کو قاتلین حسین رضی اللہ عنہ نے ایجاد کیا ہے۔ [دیکھئے تمام المنۃ للالبانی ص ٤١٢]

نو ذی الحجہ کا روزہ:

ماہ ذی الحجہ کے ابتدائی نو دنوں کا روزہ رکھنا مستحب ہے، فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: "کسی بھی دن میں [کیا ہوا] اچھا کام اللہ تعالیٰ کو ان دس دنوں میں [کئے جانے والے نیک] عمل سے زیادہ پیارا نہیں ہے، لوگوں نے عرض کیا [دوسرے دنوں میں کیا ہوا] جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا [دوسرے دنوں میں کیا ہوا] جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں، ہاں مگر وہ شخص جو اپنی جان ومال کے ساتھ [راہ جہاد میں] نکلے اور کچھ واپس لے کر نہ آئے [یعنی

اپنی جان و مال اسی راہ میں قربان کردے]"۔[صحیح البخاری:۹٦۹، دیگر کتب حدیث]

روزہ بھی نیک عمل ہے، اس لئے ان ابتدائی نو دنوں میں روزہ رکھنا مستحب ہے۔[الشرح الممتع ج٦/٤٧١]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نو ذی الحجہ کا روزہ رکھتے تھے، جیسا کہ آپ کی بعض ازواج مطہرات بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نو ذی الحجہ، یوم عاشوراء [دسویں محرم، ہر ماہ تین دن کا] اور ہر ہفتہ کے پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے"۔[سنن ابوداود برقم ٢٤٣٧ نسائی، صحیح ابوداود برقم ٢١٢٩]

امام بیہقی فضائل الاوقات میں فرماتے ہیں یہ حدیث حضرت عائشہؓ کی اس حدیث سے زیادہ اولیٰ اور بہتر ہے، جس میں وہ فرماتی ہیں کہ: "میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان دس دنوں کا روزہ رکھتے ہوئے کبھی بھی نہیں دیکھا"۔[صحیح مسلم:١١٧٦، دیگر کتب حدیث]

یہ روزہ ثابت کرنے والی ہے جو نفی والی حدیث سے زیادہ بہتر ہے۔ انتہی کلامہ، اور اسلئے بھی کہ حضرت عائشہؓ کا آپ کو روزہ رکھتے ہوئے نہ دیکھنا درحقیقت آپ کے روزہ نہ رکھنے کو لازمی نہیں ہے۔

- **شعبان کے اکثر دنوں کے روزے:**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شعبان کے اکثر دن روزہ رکھتے تھے ام المومنین حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رمضان کے علاوہ کسی مہینے کے پورے روزے رکھتے نہیں دیکھا اور نہ ہی شعبان کے علاوہ کسی دوسرے مہینے میں کثرت سے روزے رکھتے دیکھا"۔[بخاری:١٩٦٩، صحیح مسلم:١١٥٦]

حضرت اسامہ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول [کیا بات ہے کہ] میں آپ کو جتنے دن شعبان میں روزے رکھتے ہوئے دیکھتا ہوں کسی اور مہینے میں نہیں دیکھتا، آپ نے فرمایا: "رجب اور رمضان کے درمیان یہ

ایک ایسا مہینہ ہے جس کی فضیلت سے لوگ غافل ہیں، یہ ایک ایسا مہینہ ہے جس میں رب العالمین کی طرف اعمال اٹھائے جاتے ہیں، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میرا عمل اس حال میں اٹھایا جائے کہ میں روزے سے ہوں"۔[سنن نسائی، صحیح الترغیب:۱۰۰۸]

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مہینوں میں سب سے زیادہ پسند یہ بات تھی کہ آپ شعبان کے روزے رکھیں، پھر آپ اسے رمضان کے ساتھ ملا دیا کرتے تھے"۔[صحیح ابو داؤد:۲۱۲۴]

اس لئے کوئی تعارض نہیں ہے اس حدیث کے درمیان [جس میں ہے کہ آپ شعبان کے اکثر دنوں کا روزہ رکھتے، اور پھر اس کو رمضان سے ملا دیا کرتے تھے، اور اس حدیث کے درمیان جس میں رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ رکھنے کی ممانعت آئی ہوئی ہے، یا جس میں پندرہویں شعبان کو روزہ رکھنے کی ممانعت آئی ہے، البتہ ان دونوں حدیثوں کے درمیان تطبیق ممکن ہے وہ اس طرح کہ ممانعت کو ان دنوں کے روزے پر محمول کیا جائے جب کہ آدمی ان دنوں میں روزہ رکھنے کا عادی نہ ہو البتہ اگر روزہ رکھنے کی عادت ہو تو جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔[دیکھئے "احکام الصوم والاعتکاف"]

لیکن شعبان کی پندرہویں تاریخ کو روزہ کے لئے خاص کرنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اس دن کے روزہ کو دوسرے دنوں کے روزے پر فضیلت حاصل ہے تو اس سلسلہ میں کوئی صحیح دلیل نہیں آئی ہے، اور یہ بدعت ہے، جیسا کہ گذر چکا۔

- **پیر اور جمعرات کا روزہ:**

ہر ہفتہ کے سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھنا مستحب ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر پیر اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے، اس لئے کہ سوموار اور جمعرات کے دن [لوگوں کے] اعمال اللہ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر اور جمعرات کے روزوں کا قصد فرماتے تھے"۔[نسائی، ترمذی، دیگر کتب حدیث ارواء الغلیل ج ۴/ ۱۰۵-۱۰۶]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر و بیشتر سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے، عرض کیا گیا یا رسول اللہ؟ آپ سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ہر پیر اور جمعرات کو [لوگوں کے] اعمال [اللہ کی بارگاہ میں] پیش کئے جاتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو معاف فرمادیتے ہیں، سوائے ان دو کے جنہوں نے آپس میں قطع تعلق کر رکھا ہو، پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کو [ایک طرف] چھوڑ دو"۔[مسند احمد ج ۲/ ۳۲۹، ارواء الغلیل ج ۴/ ۱۰۴-۱۰۵]

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے

میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: میں پیر کے دن پیدا ہوا، اور پیر کے دن ہی مجھ پر قرآن کا نزول شروع ہوا، اور ایک روایت میں ہے کہ اسی دن میں نبی بنایا گیا"۔[صحیح مسلم برقم ۱۱۶۲، دیگر کتب حدیث]

● ہر ماہ تین دن کے روزے:

ہر ماہ تین دن کے روزے رکھنا مستحب ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر ماہ میں تین دن کے روزے رکھنا زمانہ بھر روزہ رکھنا ہے"۔[یعنی پوری زندگی کے روزوں کا ثواب ملے گا]۔[صحیح البخاری: ۱۹۷۹، مسلم: ۱۱۵۹]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص ہر ماہ تین روزے رکھ لے تو یہ زندگی بھر کے روزے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق قرآن

مجید میں اس طرح نازل فرمائی ہے کہ "جو شخص نیکی کرے گا اسے دس گنا ثواب ملے گا" یعنی ایک دن کا دس دنوں کے برابر ثواب ہوگا"۔ [سنن ترمذی ابن ماجہ، ارواء الغلیل ج ۴/ ۱۰۲]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ماہ صبر کا روزہ اور ہر ماہ میں تین دن کے روزے دل کے کینہ کو ختم کر دیتا ہے"۔ [مسند بزار، صحیح الترغیب حدیث: ۱۰۱۸]

یہی وجہ ہے کہ آپ نے حضرت ابو ہریرہ کو ہر ماہ میں تین دن کے روزے رکھنے کا حکم دیا"۔ [صحیح البخاری: ۱۱۷۸، مسلم: ۷۲۱]

اور مستحب یہ ہے کہ یہ روزے ایام بیض چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو رکھے جائیں، کیوں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا: ''اے ابوذر! جب تم مہینے کے تین روزے رکھنا چاہو تو تیرہیں، چودھویں اور پندرہویں کے روزے رکھا کرو"۔ [ترمذی، نسائی، و دیگر کتب حدیث، دیکھئے السلسلۃ الصحیحہ حدیث ۲۵۶۷]

آپ ہر مہینے کے شروع میں پیر اور اس سے متصل جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ [مسند احمد، ابو داؤد، سنن نسائی، دیکھئے تمام المنۃ ص: ۴۱۵]

اور ایک روایت میں ہے کہ ہر مہینے کے شروع میں تین دن کے روزے رکھا کرتے تھے۔ [سنن ابو داؤد حدیث: ۲۴۵۰]

اور بعض روایت میں ہے کہ آپ اس کی فکر نہیں کرتے تھے کہ مہینہ کے کس حصہ میں روزہ رکھوں۔ [مسلم: ۱۱۶۰، سنن أبی داود: ۲۱۴۲]

- **صومِ داؤدی:**

جس شخص کو طاقت ہو اس کے لئے ایک دن کا روزہ رکھنا اور ایک دن افطار کرنا مستحب ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"سب سے پسندیدہ روزہ اللہ تعالیٰ کے یہاں داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے، اور سب نمازوں میں اللہ کے نزدیک پسندیدہ نماز داؤد علیہ السلام کی نماز ہے، آپ آدھی رات تک سوتے اس کے بعد تہائی رات نماز پڑھتے، پھر رات کے آخری حصے میں سو جاتے، اس طرح آپ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے"۔[صحیح بخاری:۱۱۳۱،صحیح مسلم:۱۱۵۹]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے فرمایا:"ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن نہ رکھو، اس لئے کہ یہ داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے، اور یہ سب سے افضل روزہ ہے، حضرت عمرو بن عاص کا بیان ہے پھر میں نے عرض کیا کہ میں اس سے بہتر کی طاقت رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ اس سے بہتر نہیں ہوسکتا"۔[صحیح البخاری:۱۹۷۶]

اور ایک روایت میں ہے کہ"داؤد علیہ السلام کے روزے سے بڑھ کر کوئی روزہ نہیں ہے، وہ نصف زمانہ کا روزہ ہے، ایک دن کا روزہ رکھو اور ایک دن کا نہ رکھو"۔[صحیح البخاری:۱۹۸۰]

لیکن یہ روزہ مشروط ہے کہ روزہ رکھنے سے بندے کا جسم اس قدر کمزور نہ ہو جائے کہ وہ روزے سے افضل اور بہتر چیز، حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا نہ کر سکے ورنہ روزہ ترک کرنا افضل ہے۔[دیکھئے الشرح الممتع ج:۶/۴۷۴،احکام الصوم والاعتکاف ص:۱۷۶]

● **بدکاری سے بچنے کے لئے روزہ رکھنا:**

جن نوجوانوں کو اپنے متعلق زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو اور اخراجات کے باعث شادی کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو روزہ رکھنے کی تعلیم دی ہے چنانچہ آپ نے فرمایا:

"اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جس کو نکاح کرنے کی استطاعت ہو تو وہ ضرور شادی کرے یہ نظر کو نیچا رکھنے والی اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والی ہے، اور جسے استطاعت نہ ہو تو اسے روزہ رکھنا چاہیئے کیوں کہ یہ اس کی شہوت کو کمزور کرنے والا ہے"۔[صحیح بخاری:

۱۹۰۵، مسلم: ۱۴۰۰]

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: "میری امت میں شہوت مارنے کا طریقہ روزہ رکھنا ہے"۔ [مسند احمد ج: ۲/ ۱۷۳، دیکھئے السلسلۃ الصحیحہ برقم: ۱۸۳۰]

شہوت کے ازالہ کے لئے یہ تعلیمِ نبوی ہے ان نوجوانوں کے لئے جو شادی کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے کہ وہ روزہ رکھیں، اور مشت زنی [ہینڈ پریکٹس] کرنا ان کے لئے جائز نہیں، ایسے لوگوں سے پوچھا جائے کہ بہتر چیز کے بدلے ادنیٰ چیز کیوں طلب کرتے ہو؟ اس لئے کہ مشت زنی کرنا مومنوں کی صفت نہیں جن صفات سے اللہ نے قرآن میں ان کو موصوف کیا ہے:

﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَوٰةِ فَٰعِلُونَ ۝٤ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَٰفِظُونَ ۝٥ إِلَّا عَلَىٰٓ أَزْوَٰجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝٦ فَمَنِ ٱبْتَغَىٰ وَرَآءَ ذَٰلِكَ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْعَادُونَ﴾ [المومنون: ۵-۷]

"جو اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے ہیں بجز اپنی بیویوں اور ملکیت کے لونڈیوں کے یقیناً یہ ملامتیوں سے نہیں ہیں اس کے سوا جو کوئی اور ڈھونڈیں وہی حد سے تجاوز کر جانے والے ہیں"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس آیت کی تفسیر میں فرماتی ہیں جس نے اپنی بیوی اور ملکیت کی لونڈی کے علاوہ شہوت پوری کی تو اس نے حد سے تجاوز کیا۔ [مستدرک حاکم ج: ۲/ ۳۹۳، السلسلۃ الصحیحہ حدیث: ۴۴۶]

● مطلق نفلی روزے:

مطلق نفلی روزے جو کسی سبب یا خاص وقت کے ساتھ مقید نہ ہوں، کسی چیز کے ساتھ مقید کئے بغیر مطلق نفلی روزے رکھنا جائز ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جاڑے میں روزہ

رکھنا باسہولت فائدہ ہے" اور ایک روایت میں ہے "جاڑا مومن کے لئے موسم بہار ہے، جس کی رات لمبی ہوتی ہے، تو مومن قیام کرتا ہے اور دن چھوٹا ہوتا ہے تو وہ روزہ رکھتا ہے"۔ [مسند احمد، دیگر کتبِ حدیث، السلسلة الصحیحہ برقم: ۱۹۲۲]

اور مطلق نفلی روزے رکھنا آسانی وسہولت پر مبنی ہے"۔

● نفلی روزہ توڑنا؟

نفلی روزہ توڑنا جائز ہے، فرمانِ نبوی ﷺ ہے "نفلی روزہ رکھنے والے کو اختیار ہے کہ چاہے تو روزہ پورا کرے، اور چاہے تو توڑ دے"۔ [مسند احمد ج: ۳/ ۲۷، ترمذی، دیگر کتبِ حدیث، صحیح الجامع برقم: ۳۸۵۴]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک روز نبی ﷺ میرے یہاں تشریف لائے اور دریافت فرمایا: "کیا تمہارے پاس کھانے کے لئے کچھ ہے؟ میں نے کہا اس وقت تو کچھ نہیں، آپ نے فرمایا: تب میں روزے سے ہوں، پھر ایک اور دن آپ تشریف لائے، اور مجھے کچھ حیس تحفہ میں ملی تھی، میں نے اس میں سے کچھ حیس آپ کے لئے چھپا دی، آپ حیس پسند فرماتے تھے، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آج ہمارے یہاں حیس ہدیہ میں آیا ہوا ہے، تو میں نے اس میں سے کچھ آپ کے لئے چھپا لی ہے، آپ نے فرمایا مجھے دکھاؤ میں نے تو روزہ کی حالت میں صبح کی تھی، اس کے بعد آپ نے وہ حیس

کھائی، پھر فرمایا نفلی روزہ رکھنے والے شخص کی مثال اس شخص کی ہے جو اپنے مال سے صدقہ نکالتا ہے وہ چاہے تو صدقہ دیدے اور چاہے تو اسے روک لے"۔ [نسائی حدیث: ۲۳۲۱، مسلم: ۱۵۴، حیس: وہ کھانا جو کھجور، گھی اور پنیر سے ملا کر بناتے ہیں]

اور اس کے ذمہ اس دن کے روزہ کی قضا نہیں، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کھانا تیار کیا، تو آپ صحابہ سمیت میرے یہاں تشریف لائے، جب کھانا رکھ دیا گیا تو کسی آدمی نے کہا میں تو روزہ سے ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بھائی نے تم کو دعوت دی ہے، اور تمہارے لئے تکلف کیا ہے، پھر آپ نے اس سے کہا: ''روزہ افطار کرلو اور اگر چاہو تو اس کی جگہ دوسرے دن روزہ رکھ لو''۔ [بیہقی ج ۴/ ۲۷۹، البانی نے الارواء میں اس حدیث کو حسن کہا ہے، حدیث: ۱۹۵۲]

- **ممنوع روزے:**

جن ایام میں روزہ رکھنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے ان کا تذکرہ سطورِ ذیل میں کیا جاتا ہے:

- **عیدین کا روزہ:**

علمائے کرام کا اس بات پر اجماع ہے، کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے، چاہے وہ فرض روزہ ہو جیسے رمضان المبارک کے قضا روزے، نذر کے روزے ہوں یا نفلی روزے، کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ [صحیح بخاری: ۱۹۹۰، ۱۹۹۱، صحیح مسلم: ۸۲۷، ۱۱۳۷]

- **ایام تشریق کے روزے:**

عید الاضحیٰ کے بعد تین دن [۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ] کے روزے رکھنا جائز نہیں ہے، فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ''ایام تشریق کھانے پینے اور اللہ کو یاد کرنے کے دن ہیں''۔ [صحیح مسلم: ۱۱۴۱، اہل سنن اور احمد ج: ۲/ ۱۵۲]

''جو شخص سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھتا ہو اور سوموار یا جمعرات تشریق کے دنوں میں آجائیں پھر بھی روزہ نہ رکھے، کیوں کہ سنت پر عمل کر کے فعل حرام کا ارتکاب نہیں کرنا چاہئے''۔ [اسئلۃ واجوبۃ فی صلاۃ العیدین ص: ۲۳]

البتہ جو شخص ہدی کا جانور نہ پائے اس کے لئے منی میں [قیام کے دوران] روزہ رکھنا جائز ہے، فرمانِ الٰہی ہے:

﴿فَمَن تَمَتَّعَ بِٱلۡعُمۡرَةِ إِلَى ٱلۡحَجِّ فَمَا ٱسۡتَيۡسَرَ مِنَ ٱلۡهَدۡيِۚ فَمَن لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ ثَلَٰثَةِ أَيَّامٖ فِي ٱلۡحَجِّ وَسَبۡعَةٍ إِذَا رَجَعۡتُمۡۗ تِلۡكَ عَشَرَةٞ كَامِلَةٞۗ﴾ [البقرۃ:۱۹۶]

"تو جو شخص عمرے سے لے کر حج تک تمتع کرے، پس اسے جو قربانی میسر ہو کر ڈالے، جسے طاقت نہ ہو وہ تین روزے حج کے دنوں میں رکھ لے اور سات واپسی میں، یہ پورے دس ہو گئے"۔

حضرت عائشہؓ اور ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ: "ایام تشریق میں کسی آدمی کو روزے رکھنے کی اجازت نہیں سوائے اس حاجی کے، جسے قربانی دینے کی طاقت نہ ہو"۔ [صحیح البخاری:۱۹۹۷]

● **صرف جمعہ کا روزہ:**

جمعہ کا دن مسلمانوں کے لئے ہفتہ وار عید ہے، اور یہ ذکرِ الٰہی اور عبادت کا دن ہے اس لئے اس دن روزہ نہ رکھنا ہی بہتر ہے تا کہ ذکرِ الٰہی اور عبادت کی ادائیگی میں زیادہ معاون و مددگار ہو، البتہ اگر کوئی شخص اس سے پہلے دن یا بعد کے دن کا روزہ رکھے، یا کوئی شخص اپنی عادت کے مطابق روزہ رکھ رہا ہو اور اس دن میں جمعہ آ جائے، یا جمعہ کے دن عرفہ یا عاشوراء آ جائے تو ان صورتوں میں جمعہ کے دن کا روزہ مکروہ نہیں ہے۔

حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن ان کے یہاں تشریف لائے، حضرت جویریہ نے روزہ رکھا ہوا تھا، آپ نے پوچھا کیا تم نے کل بھی روزہ رکھا تھا؟ انہوں نے جواب دیا نہیں، آپ نے فرمایا: "کیا تمہارا کل روزہ رکھنے کا ارادہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں تو آپ نے فرمایا پھر آج کے روزے کو توڑ دو"۔ [صحیح البخاری:۱۹۸۶، دیگر کتب حدیث]

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کوئی شخص صرف جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے، ہاں البتہ اس طرح کرسکتا ہے کہ جمعہ سے ایک دن پہلے یا جمعہ کے ایک دن بعد کا بھی روزہ رکھ لے"۔ [مسلم: ۱۱۴۴]

ایک روایت میں ہے کہ صرف جمعہ کی رات کو عبادت کے لئے خاص نہ کرو، اور نہ جمعہ کے دن کو روزہ کے لئے خاص کرو، ہاں اگر کسی کے روزہ رکھنے کے معمول میں جمعہ کا دن پڑ جائے تو روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ [مسلم: ۱۱۴۴]

حضرت قیس بن سکن کا بیان ہے، عبداللہ کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگوں کا گذر جمعہ کے دن حضرت ابوذر ؓ کے پاس سے ہوا، اور وہ لوگ روزے سے تھے، تو حضرت ابوذر ؓ نے فرمایا: "میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم لوگ ضرور افطار کرو گے اس لئے کہ جمعہ کا دن عید کا دن ہے"۔ [مصنف ابن ابی شیبہ حدیث: ۹۴۴۴]

● **ہفتہ [سنیچر] کا روزہ:**

صرف ہفتہ کے دن کا روزہ جائز نہیں، البتہ فرض روزہ ہفتہ کے دن رکھا جا سکتا ہے، فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: "ہفتہ کے دن کا روزہ سوائے فرض روزوں کے نہ رکھو، اگر کھانے کے لئے کوئی اور چیز نہ ملے تو انگور کی لکڑی یا کسی درخت کی چھال ہی چبالو"۔ [مسند احمد ج: ۴/ ۱۸۹، دیکھئے صحیح ابی داؤد حدیث: ۲۱۱۶]

البتہ جمعہ کے دن کے ساتھ ملا کر ہفتہ کے دن کا روزہ رکھنا جائز ہے، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے یہ فرمانا [کیا تمہارا کل بھی روزہ رکھنے کا ارادہ ہے؟ یعنی ہفتہ کا جس کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ جب تم جمعہ اور ہفتہ کو روزہ رکھ لو تو کوئی کراہت نہیں ہے۔ [الشرح الممتع ج: ۶/ ۴۶۶]

اور اس دن روزہ نہ رکھنے میں حکمت یہ ہے کہ یہودی اس دن کی تعظیم کرتے تھے اور اس

دن روزہ رکھتے تھے اور اس دن سارا کام چھوڑ دیتے تھے تو صرف ہفتہ کے دن روزہ رکھنے میں یہودیوں سے مشابہت ہوگی، لیکن اگر ہفتہ کے ساتھ جمعہ یا اتوار کا بھی روزہ رکھا جائے یا اس دن نذر یا قضا کے روزے رکھے جائیں تو ممانعت کے ختم ہوجانے کی وجہ سے اس دن کا روزہ رکھنا مکروہ نہیں رہے گا۔[دیکھئے فیض الرحیم الرحمن ص:۷۹]

البتہ امِ سلمہؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہفتہ کے دن روزہ رکھتے تھے۔[مسند احمد ج:۶/ ۳۲۳، دیگر کتبِ حدیث]

تو دونوں روایات کے درمیان تطبیق پیدا کرنے کے لئے ہم کہیں گے کہ جب ممنوع و مباح کا آپس میں تعارض ہو تو ممنوع کو مباح پر مقدم کیا جائے گا۔ اور جب قول کا فعل کے ساتھ تعارض ہوجائے تو قول کو فعل پر مقدم کیا جائے گا، بنابریں صرف ہفتہ کا روزہ رکھنا مکروہ ہوگا۔[مسند احمد ج:۶/ ۳۲۳، دیگر کتبِ حدیث، دیکھئے تمام المنۃ ص:۴۰۷]

● تنہا اتوار کا روزہ:

بعض علماء نے صرف اتوار کے دن روزہ رکھنے کو مکروہ کہا ہے، اس لئے کہ یہ نصاریٰ کی عید کا دن ہے، اور اس دن روزہ رکھنے میں ایک قسم کی زمانی تعظیم پائی جاتی ہے، کفار جس کی تعظیم کرتے ہیں اس کی تعظیم کرنا جائز نہیں، کیوں کہ یہ ان کے دینی شعائر میں سے ایک شعار ہے، البتہ اگر اتوار کے ساتھ سوموار کا بھی روزہ رکھ لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔[الشرح الممتع ج:۶/ ۴۶۷]

اتوار کے دن نذر اور رمضان کے قضا روزے، یومِ عرفہ اور عاشوراء کے روزے رکھنا بھی مکروہ نہیں۔

● شک کے دن کا روزہ:

شک کے دن سے مراد ماہِ شعبان کا تیسواں دن ہے، جب کہ آسمان ابر آلود ہو جس کی

وجہ سے رمضان کا چاند نظر نہ آئے، اور جب آسمان صاف ہوتو کوئی شک نہیں، اس لئے شک کے دن رمضان کے روزے کی نیت کر کے روزہ رکھنا حرام ہے، اور اس کی دلیل حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا وہ فرمان ہے کہ: "جس شخص نے شک والے دن کا روزہ رکھا، تو اس نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی"۔ [امام بخاریؒ نے معلق بیان کیا ہے، ص: ۲۶۷، سنن ابی داؤد: ۲۳۳۴]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ: "رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھو، البتہ وہ شخص جو اپنے معمول کے مطابق روزہ رکھتا ہو وہ اس دن روزہ رکھ لے"۔ [صحیح البخاری: ۱۹۱۴، صحیح مسلم: ۱۰۸۲]

اور شک کے دن روزہ رکھنا اس لئے بھی منع ہے کہ یہ حدود الٰہی پر ایک قسم کا اضافہ ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے:

﴿فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ ٱلشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُ﴾ [البقرۃ: ۱۸۵]

"تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہئے"۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے "جب تم چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور اگر ۲۹ تاریخ کو چاند دکھائی نہ دے تو شعبان کی ۳۰ کی گنتی پوری کرو"۔ [صحیح البخاری: ۱۹۰۹]

جو شخص تیس شعبان کو شک کے دن کا روزہ رکھ لے، پھر اگلے دن واضح ہو جائے کہ وہ رمضان کا پہلا دن تھا، پھر بھی اس دن کی قضا ضروری ہوگی، اس لئے کہ اس نے روزہ ہی کسی بنیاد پر نہیں رکھا، اور جو شخص غلط بنیاد پر روزہ رکھے تو اس کا روزہ صحیح نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس نے رویت ہلال ثابت ہوئے بغیر روزہ رکھا، جب کہ چاند ابر کے پیچھے تھا۔ [دیکھئے: فقہ السنۃ ج: ۱/ ۳۹۶ اور تذکیر عباد الرحمن ص: ۳۹]

البتہ اگر کوئی شخص اپنے معمول کے مطابق روزہ رکھتا ہو اور وہ دن رمضان سے ایک یا دو

دن پہلے آجائے تو بغیر کراہت کے اس کا روزہ رکھنا جائز ہوگا، جیسا کہ حدیث میں آیا ہوا ہے۔

● زمانہ بھر کا روزہ:

ہمیشہ روزہ رکھنے سے مراد یہ ہے کہ جن دنوں میں روزہ رکھنا حرام یا ممنوع ہے ان کو چھوڑ کر پورے سال کا روزہ رکھنا، فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: ”جس شخص نے ہمیشہ روزہ رکھا اس نے روزہ نہیں رکھا“۔ [بخاری و مسلم]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: ”جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اس نے نہ روزہ رکھا اور نہ افطار“ نیز آپ نے یہ بھی فرمایا: جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اس پر جہنم اس طرح تنگ کر دی گئی اور یہ فرماتے ہوئے آپ نے اپنی ہتھیلی کو بھینچا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس پر جہنم میں گھیرا تنگ کر دیا جائے گا، اس لئے کہ اس نے روزہ رکھ کر اپنے نفس پر سختی کی اور اس کا بار اپنے اوپر ڈالا، ہدیِ نبوی سے اعراض کیا، اور یہ عقیدہ رکھا کہ کسی اور کا طریقہ آپ کے طریقے سے افضل و بہتر ہے، جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تم لوگوں کی بنسبت زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں، لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، جس نے میری سنت سے منہ پھیرا وہ مجھ سے نہیں“۔ [صحیح البخاری: ۵۰۶۳، صحیح مسلم: ۱۴۰۱]

● وصال کا روزہ:

وصال یہ ہے کہ بغیر افطاری وسحری کے مسلسل روزے رکھے جائیں، اس طرح مسلسل روزہ رکھا جائے کہ درمیان میں نہ سحری کھائی جائے اور نہ افطاری کی جائے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صومِ وصال سے منع فرمایا، چنانچہ آپ نے فرمایا:

”روزے میں وصال سے بچو! آپ نے تین مرتبہ یہ دہرایا، لوگوں نے عرض کیا اے

اللہ کے رسول ﷺ آپ خود تو صوم وصال فرماتے ہیں، آپ نے فرمایا: اس بارے میں تم میری طرح نہیں ہو، مجھے رات کو میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے، لہٰذا تم اتنی ہی عبادت کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو"۔ [صحیح البخاری: ۱۹۶۵، ۱۹۶۶، مسلم حدیث: ۱۱۰۳، ۱۱۰۴]

البتہ [صومِ وصال کا شوق رکھنے والوں کو] سحر تک وصال کی اجازت ہے، جب کہ روزہ دار مشقت اور تکلیف میں مبتلا نہ ہو جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "تم لوگ صومِ وصال نہ رکھو اور جو کوئی صومِ وصال رکھنا چاہے تو وہ بس سحر تک رکھے"۔ [صحیح البخاری: ۱۹۶۳، ۱۹۶۷]

● عورت کا اپنے شوہر کی موجودگی میں نفلی روزہ رکھنا:

رسول کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر ایک دن کا بھی روزہ رکھے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر ایک دن کا بھی روزہ نہ رکھے سوائے رمضان کے"۔ [صحیح البخاری: ۵۱۹۵، مسلم: ۱۰۲۶، دیگر کتبِ حدیث]

علمائے کرام نے اس نہی کو حرمت پر محمول کیا ہے اور شوہر کے لئے جائز قرار دیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کے روزے کو تڑوا دے اگر اس نے شوہر کی اجازت کے بغیر روزہ رکھا ہے، کیوں کہ اس نے شوہر کے حقوق کی خلاف ورزی کی ہے، اور یہ رمضان کے روزوں کے لئے نہیں ہے بلکہ نفلی روزوں کے لئے ہے، جیسا کہ مذکورہ حدیث میں آیا ہوا ہے اس لئے کہ رمضان کے روزے رکھنے کے لئے شوہر کی اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔

عورت اپنے شوہر کی عدم موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھ سکتی ہے، ہاں جب شوہر آجائے تو وہ بیوی کا روزہ تڑوا سکتا ہے، اسی طرح علماء نے شوہر کی بیماری کو اور عورت کے ساتھ مباشرت کی طاقت نہ رکھنے کو شوہر کی عدم موجودگی کی طرح اس کی اجازت

لئے بغیر روزہ رکھنے کو جائز قرار دیا ہے۔

- **ماہِ رجب کا روزہ:**

صرف رجب کا روزہ رکھنا مکروہ ہے اس لئے کہ یہ جاہلیت کا شعار ہے، اور اہلِ جاہلیت ماہِ رجب کی تعظیم وتوقیر کرتے تھے، حدیث میں اس ماہ کی تعظیم سے متعلق کچھ ثابت نہیں، ماہِ رجب میں روزہ اور نماز سے متعلق جتنی بھی حدیثیں آئی ہیں وہ سب جھوٹ پر مبنی ہیں۔

- **پندرہویں شعبان کا روزہ:**

جیسا کہ گذر چکا ہے کہ پندرہویں شعبان کا روزہ بدعت ہے کیوں کہ اس سلسلہ میں کوئی صحیح حدیث نہیں آئی ہے۔

- **رمضان اور دعا:**

روزہ دار جب یہ محسوس کرے کہ وہ اللہ سے نزدیک ہو چکا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ بکثرت دعا کرے اور قبولیتِ دعا کی امید رکھتے ہوئے اپنے رب کی طرف التجا وفریاد کرتے ہوئے متوجہ ہو جس دعا وفریاد کی قبولیت کا اس نے وعدہ کر رکھا ہے، البتہ اسے چاہئے کہ قبولیتِ دعا کے لئے جلدی نہ مچائے، جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”بندے کی دعا ہمیشہ قبول ہوتی ہے بشرطیکہ وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے اور جلدی نہ مچائے، کسی نے پوچھا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جلدی مچانے کا کیا مطلب ہے؟ تو آپ نے فرمایا: آدمی یہ کہنے لگے میں نے دعا کی، میں نے دعا کی مگر قبول نہیں ہوئی، پھر مایوس ہوکر دعا کرنا چھوڑ دے“۔ [صحیح البخاری: ۶۳۴۰، صحیح مسلم: ۲۷۳۵]

قبولیتِ دعا میں جلدی کرنے سے بندہ دعا کے فوائد سے محروم ہو جاتا ہے اور وہ اپنے دل میں ناامیدی پیدا کر کے دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک شیطانی چال ہے، مومن اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہوتا اس کا دل اس یقین سے بھرا ہوتا ہے،

کہ اللہ تعالیٰ اس کو ضرور بھلائی سے مالا مال فرمائے گا، لیکن وہ بھلائی اسے کب اور کہاں ملے گی اسے صرف اللہ ہی جانتا ہے اور وہی اس پر قادر ہے، ہمیں صرف اللہ کے قرب سے خوش ہو کر حضورِ قلبی، خشوع وخضوع اور یکسوئی کے ساتھ اس سے دعا کرنی چاہیئے، اور ہماری دعا عملِ صالح اور برائی سے بچنے کی توفیق پر مشتمل ہونی چاہیئے اور ہمیں قبولیتِ دعا کا مخصوص وقت تلاش کرنا چاہیئے۔

تمام لوگوں میں سب سے زیادہ روزہ دار کی دعا قبول ہوتی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تین دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں، روزہ دار کی دعا، مظلوم کی دعا اور مسافر کی دعا''۔ [شعب الایمان للبیہقی، علامہ البانی نے اس حدیث کو صحیح الجامع میں صحیح کہا ہے حدیث: ۳۰۳۰]

اذانِ مغرب سے پہلے کی گھڑیاں بہت ہی قیمتی گھڑیاں ہوتی ہیں اور یہ دعا کرنے کا سب سے بہترین وقت ہے، اس کے باوجود بہت سے لوگ افطاری کے لئے اکٹھا ہو کر بات چیت کرنے، افطاری کے لئے جانے اور آنے اور افطار کا انتظام کرنے میں ان قیمتی لمحات کو ضائع کر دیتے ہیں، اس لئے ہمیں چاہیئے کہ اپنے ہاتھوں کو اللہ کے سامنے پھیلاتے ہوئے ان قیمتی گھڑیوں سے فائدہ اٹھائیں اور اللہ سے اور زیادہ فضل کا سوال کریں۔

● **رمضان کا پروگرام:**

(1) روزہ افطار کرانے میں حصہ لیجئے تاکہ آپ کو روزے کا دوہرا اجر ملے۔

(2) صفِ اول میں جگہ پانے، اذان کے ساتھ ہی مسجد میں حاضری اور امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ میں شامل ہونے کا اہتمام کیجئے۔

(3) نمازِ فجر کے بعد سورج طلوع ہونے تک مسجد میں بیٹھنے کی عادت اپنائیں۔

(4) قبولیتِ دعا کے اوقات سے فائدہ اٹھایئے جیسے سحری کے وقت اور افطار سے پچھ

منٹ پہلے۔

(5) رمضان میں عمرہ کیجئے، اسلئے کہ [ثواب کے اعتبار سے] رمضان میں عمرہ کرنا پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔

(6) روزانہ تین پارہ، یا کم سے کم ایک پارہ قرآن ضرور پڑھئے۔

(7) محلہ کی مسجد میں اعتکاف کیجئے خواہ ایک ہی دن کا ہوتا کہ نبی علیہ السلام کی یہ سنت زندہ رہے۔

(8) صبح وشام کی دعاؤں کا اہتمام کیجئے اور ہر حال میں اللہ کے ذکر کی پابندی کیجئے۔

(9) ماں اور باپ کے ساتھ ایک ہی دستر خوان پر افطار کر کے ان کی خدمت کا حق ادا کیجئے۔

(10) نمازِ تراویح اور وتر پابندی سے ادا کیجئے۔

(11) ہر دن کے لئے صدقہ مقرر کر لیجئے جو رمضان کے ہر دن آپ نکالا کیجئے۔

(12) دیگر عبادات کی طرح رمضان میں مسواک کرنے کا ثواب کئی گنا ہے جس سے لوگوں کی اکثریت غافل ہے، اس لئے آپ مسواک کر کے اس اجر کو حاصل کرنا نہ بھولیں۔

(13) جمعہ کے دن غسل اور خوشبو لگا کر جلدی مسجد جائیں اور اس دن کی آخری گھڑی کو دعا مناجات اور استغفار میں لگائیں۔

(14) ہر وضو کے بعد دو رکعت نماز ادا کریں۔

(15) شبِ قدر کی تلاش میں پوری محنت کیجئے کیوں کہ اس رات میں عبادت کرنا تراسی سال کی عبادت کے برابر ہے۔

- **روزہ اور سگریٹ نوشی سے توبہ:**

ماہِ رمضان کا مہینہ تقویٰ، تہذیب اور بہتری کی طرف بڑھنے میں عملی اور تربیتی پیغام لئے

ہوئے آیا ہے بری عادات سے چھٹکارا پانے کا بہترین موقع ہے، یہ زندگی کے دھارے کو موڑنے کے لئے اصلاحی انقلاب کے مانند ہے، اور یہ اس شخص کے لئے جو اپنی زندگی کو منظم اور اس کو بدنظمی اور جمود و تعطل سے نجات دلانا چاہتا ہے قیمتی لمحہ ہے۔

رمضان کا مہینہ عملی اور تربیتی امتحان کا مہینہ شمار کیا جاتا ہے جس میں ایک مسلمان یہ سیکھتا ہے کہ وہ کس طرح اپنی عادات و افکار کو مہذب اور پاک کرسکتا ہے اور اپنی بعض عادات و رسم و رواج میں نظر ثانی کرسکتا ہے، اسی طرح یہ بھی سیکھ سکتا ہے کہ کس طرح ذاتی ارادہ کو طاقت ور بنایا جائے اور تمام کاموں میں مراقبہ الٰہی کا خیال رکھا جائے۔

تمباکو نوشی اور سگریٹ نوشی ان امور میں سے ہے جس کو نہ تو دین تسلیم کرتی ہے اور نہ ہی عقلِ سلیم تسلیم کرتی ہے اور سگریٹ نوشی میں اس قدر جانی، جسمانی اور مالی نقصانات ہیں کہ ان کا شمار و احصاء نہیں کیا جاسکتا۔

علمی تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ سگریٹ نوشی پھیپھڑے، منہ اور گلے کے کینسروں اور دوسری متعدد بیماریوں کے درمیان زبردست تعلق ہے۔

احصائیات [عالمی اعداد و شمار] کے مطابق دنیا میں سالانہ لاکھوں لوگ اسی سگریٹ نوشی کی وجہ سے ہلاک ہوتے ہیں، جن کی عمریں ۳۴ سے ۶۵ سال کے درمیان ہوتی ہیں، حتیٰ کہ شکمِ مادر میں جو بچے ہوتے ہیں وہ بھی سگریٹ نوشی کے نقصانات سے محفوظ نہیں رہتے۔

● **رمضان اور ذرائع ابلاغ:**

اگر آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو ٹیلی ویژن ڈش انٹینا وغیرہ میں سے کوئی چیز اپنے گھر میں رکھے ہوئے ہیں تو اے میرے پیارے بھائی آپ کیوں نہیں سوچتے اور کیوں نہیں اس ماہِ مبارک کے دوران آپ اور آپ کے اہل و عیال ٹیلی ویژن، ڈش انٹینا سے نجات حاصل کر لیتے جس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ اس کو بالکلیہ دیکھنا چھوڑ دیں اور اس سے

دور رہیں اور ان ایام کی عظمت یاد دلا کر اور میٹھی بات بول کر اور اس سے عدم دلچسپی والا اسلوب اختیار کر کے علیحدگی اختیار کریں، کم سے کم اس ماہ کے دوران تو ٹیلی ویژن دیکھنا چھوڑ دیں، شاید اللہ نے چاہا تو یہ اس کے چھوڑنے کا آغاز و اختتام ثابت ہوگا، اس میں کوئی شک نہیں کہ رمضان تربیتِ نفوس کا بہترین موقع ہے، اگر آپ اس ماہ کے دوران اور وہ بھی سال میں ایک مہینہ کے لئے اپنے اہل وعیال کو ان چیزوں سے دور نہیں رکھ سکتے تو پھر آپ کب دور رکھ سکیں گے؟

پتے کی بات یہ ہے کہ دل نیکی کی طرف راغب ہیں اور شیطان بھی قید میں ہے۔

اے میرے پیارے بھائیو! صدقِ دلی کے ساتھ اللہ سے مدد مانگئے اور کوشش کیجئے تو ان شاء اللہ اس میدان میں آپ کو اہل وعیال کی مدد اور تائید حاصل ہوگی۔

نیز ہماری خواہش ہے کہ آپ اس ماہِ مبارک کے دوران جائز و مباح جرائد و مجلّات پڑھنا بھی بند کر دیں، اسی طرح انٹرنیٹ کے مختلف مواقع میں داخل ہونے سے گریز کریں اگر چہ جائز اور مفید مقاصد ہی کیوں نہ ہوں۔

اس لئے کہ سلفِ صالحین رحمہم اللہ علیہم اجمعین اور ان کے طریقے پر چلنے والوں کا یہ عمل تھا کہ وہ رمضان آنے پر حدیث اور طلبِ علم کی مجلس کو چھوڑ کر قرآن کی تلاوت اور اس میں غور و فکر کرنے اور قیام اللیل اور دیگر عبادات بجالانے کے لئے اپنے آپ کو فارغ کر لیتے تھے۔

تو کیا آپ اس ماہِ مبارک کے دوران جرائد و مجلّات پڑھنا بند اور ٹیلی ویژن، ڈش انٹینا وغیرہ بھی دیکھنا بند نہیں کر سکتے؟

- **ماہِ رمضان میں توبہ:**

جب تک انسان کی زندگی باقی ہے اس کی دنیوی آرزو ختم نہیں ہوسکتی، اور نہ ہی اس کا نفس اسے گناہوں کی لذتوں اور خواہشوں سے نکلنے کی اجازت دے سکتا ہے، اور نہ ہی

شیطان کے بہکاوے سے بچ سکتا ہے کہ عمر کے آخری حصے میں توبہ کر لینا، اسی طرح اس کی آرزو کم نہیں ہو سکتی چاہے اس کی عمر کتنی ہی لمبی ہو، بلکہ جس قدر انسان بڑا ہوتا ہے اس کے اندر مال اور لمبی عمر کا لالچ بڑھتا ہے، بلکہ آپ اس کی طمع و آرزو کی کوئی حد نہیں پائیں گے، فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: "آدم کا بیٹا جس قدر بڑا ہوتا ہے اس کے ساتھ دو چیزیں اور بڑی ہوتی جاتی ہیں ایک تو مال کی محبت اور دوسری لمبی عمر کی خواہش"۔ [صحیح البخاری: ۶۴۲۱، صحیح مسلم: ۱۰۴۷]

اللہ عزوجل نے اہل ایمان کو جو تمام مخلوقات میں سب سے بہترین مخلوق ہیں مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ وہ اپنے ایمان، صبر، ہجرت اور جہاد کے بعد اس سے توبہ کریں، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتُوبُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلۡمُؤۡمِنُونَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُونَ﴾ [النور: ۳۱]

"اے مومنو! تم سب کے سب اللہ سے توبہ واستغفار کرو تاکہ تم کامیاب ہوسکو"۔

﴿وَمَن لَّمۡ يَتُبۡ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ﴾ [الحجرات: ۱۱]

"اور جو توبہ نہ کریں وہی ظالم لوگ ہیں"۔

معلوم ہوا کہ بندے دو طرح کے ہوتے ہیں ایک تائب اور دوسرا ظالم اور تیسری کوئی قسم نہیں ہوتی۔

پیارے بھائیو! صرف منکرات و معصیات کرنے پر ہی توبہ نہیں ہوا کرتی، بلکہ نوافل کے چھوڑنے اور خیر کے کاموں پر بھی سستی کرنے پر توبہ ہوتی ہے، اور موکدہ سنتوں کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے سے بھی توبہ ہوتی ہے، تراویح اور تہجد کو ضائع کرنے پر بھی توبہ ہے، بخالت و کنجوسی سے بھی توبہ ہے اور اپنی غفلت اور قیمتی وقت کو ضائع کرنے پر بھی توبہ ہوتی ہے۔

محترم بھائیو! ویسے تو انسان کی ساری زندگی توبہ کے لئے مفتوح اور کھلی ہوئی ہے، لیکن

ایک مسلمان ماہِ رمضان میں توبہ کرنے پر تعاون و آسانی محسوس کرتا ہے اس مہینہ میں اس کو نیکی کرنے کے بہت سے مواقع میسر ہوتے ہیں جو مواقع اسے غیر رمضان میں نصیب نہیں ہوتے، اس مہینہ میں جنت کے سارے دروازے کھلے ہوتے ہیں، اور جہنم کے سارے دروازے بند ہوتے ہیں اور شیاطین زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوتے ہیں۔

محترم بھائیو! اگر آپ بعض گناہوں اور غلطیوں میں مبتلا ہیں تو اس مہینہ میں توبہ کی ابتدا کریئے اور اس ماہ کے مبارک ایام کو اپنی استقامت، فلاح و بہبود اور توبہ کی طرف اپنی نئی زندگی شروع کر لیجئے، اور اس مسلمان پر ضروری ہے جس نے اپنی زندگی کے کئی سال گناہ کیا ہے اور گناہ میں حد سے تجاوز کیا ہے اپنی توبہ کی قبولیت سے ناامید نہ ہو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ بہت ہی کریم ذات ہے کہ وہ کسی سائل کی دعا کو رد نہیں کرتا، اس کی رحمت ہر چیز پر چھائی ہوتی ہے، دینِ اسلام بڑا ہی عظیم دن ہے، تمہارا اپنے رب کے بارے میں کیا خیال ہے اس نے ایک شخص کو جنت میں داخل کر دیا حالانکہ اس نے اللہ کے لئے ایک سجدہ بھی نہ کیا تھا، تمہارا اس رب کے بارے میں کیا خیال ہے کہ جس نے جنت میں ایک ایسے شخص کو داخل کر دیا جس نے سو آدمیوں کو قتل کیا تھا، تمہارا کیا خیال ہے اس رب کے بارے میں جس نے ایک زانیہ عورت کو محض ایک کتے کو پانی پلانے پر جنت میں داخل کر دیا، جب اللہ تعالیٰ نے یہ دیکھا کہ یہ لوگ توبہ کرنے اور نادم ہونے میں عاجزی و انکساری اور ڈر و خوف میں مخلص اور سچے ہیں تو اللہ ارحم الراحمین نے ان سب پر رحم فرما دیا۔

لہٰذا ہمیں بھی سخت ضرورت ہے کہ ہم سچی توبہ کے ساتھ اس مہینہ کا افتتاح کریں، جس میں بندہ ذلت و رسوائی سے محفوظ رہتا ہے، اے وہ شخص جو اپنے آپ کو یہ سمجھتا ہے کہ وہ مدتوں دنیا میں رہے گا موت اسے نہیں آئے گی اور ایسی امیدوں میں ہے کہ اس امید کی تکمیل سے پہلے ہی اسے اچانک موت آجائے گی، جو شخص رمضان میں توبہ نہ کر سکے پھر وہ

کب توبہ کرے گا؟ جو رمضان میں اپنے نفس کا محاسبہ نہ کر سکے وہ کب اپنا محاسبہ کرے گا؟ جو شخص لہو ولعب کی مجلسوں سے چھٹکارا حاصل نہ کر سکے، جو شخص گانے بجانے کے آلات کو نہ چھوڑ سکے، اللہ کی قسم وہ مجھے یہ بتلائے کہ کب ان چیزوں سے وہ بالکلیہ توبہ کرے گا اور علیحدگی اختیار کرے گا، قسم بخدا مجھے یہ بتلائے کہ اگر وہ رمضان میں توبہ نہیں کرے گا جب کہ سرکش شیطان جکڑ دیئے گئے ہیں اور جنت کے سارے دروازے کھول دیئے گئے ہیں ان میں سے کوئی دروازہ ایسا نہیں ہے جو کھول نہ دیا گیا ہو، جہنم کے سارے دروازے بند کر دیئے گئے ہیں ان میں سے کوئی دروازہ ایسا نہیں ہے جو بند نہ کر دیا گیا ہو تو مجھے اپنے رب کے واسطے یہ بتلائے کہ جب شیاطین جکڑے جا چکے ہیں اور اللہ کا منادی یہ اعلان کر رہا ہے کہ اے بھلائی کے طالب آگے بڑھ، اور اے برائی کے طالب اپنی برائی سے رک جا، جب اس ایمانی ماحول میں آپ توبہ نہیں کریں گے جب کہ لوگ روزہ رکھتے، تراویح پڑھنے اور تمام طاعات میں سبقت، پہل اور ایک دوسرے سے بازی لیجانے کی کوشش کر رہے ہیں تو پھر کب توبہ کریں گے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بسندِ صحیح ثابت ہے "اس شخص کا ناک خاک آلود ہو جس نے رمضان کو پایا اور اپنے گناہوں کی مغفرت کا سامان نہیں کیا" ممکن ہے یہ موقع دوبارہ آپ کو نہ ملے، تو ہے کوئی محنتی اور حریص، یہ ایام غنیمت ہیں، ہمیں چاہیئے کہ اس غنیمت کو حاصل کرنے کے لئے اور اس فرصت سے مستفید ہونے کے لئے جلدی کریں، خالص اور سچی توبہ کا اعلان کریں شاید کہ اللہ تعالیٰ توبہ کی برکت سے آپ کے بہت سارے گناہوں کو معاف فرما دے اور تھوڑی نیکیوں کو کئی گنا کر دے۔

● رمضان اور بد خلقی:

حسنِ اخلاق کا بہت ہی اونچا اور بلند مقام ہے، حسنِ اخلاق کی بدولت ایک مسلمان

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام ومنزلت سے نزدیکی اور قرب حاصل کرسکتا ہے، لیکن انتہائی افسوس کی بات ہے کہ ماہِ رمضان میں بہت سے لوگ بداخلاقی کرتے ہیں، کھانے پینے سے رکنے کی بنا پر آپ ایسے لوگوں کو بداخلاق اور سخت زبان پائیں گے وہ یہ نہیں چاہتے کہ کوئی ان سے بات کرے یا وہ خود کسی سے بات کریں، اور نہ ہی وہ کوئی غلطی برداشت کرنا چاہتے ہیں، چاہے وہ گھر میں ہوں یا جائے عمل [دفتر یا کمپنی] یا راستہ میں ہوں، یہ ایک روزہ دار کے حسنِ خلق کے برخلاف ہے جس حسنِ اخلاق کو اپنانے کی ہدایت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روزہ دار کو دی ہے، جیسا کہ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے "روزہ ڈھال ہے، جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو نہ شہوانی بات کرے اور نہ شوروغل کرے اگر کوئی اس کو گالی گلوچ دے یا اس سے لڑے تو کہہ دے کہ میں تو روزے سے ہوں"۔[صحیح البخاری: ۱۹۰۴، مسلم:۱۱۵۱]

- **قیمتی گھڑیاں:**

تین قیمتی ساعات و گھڑیاں ایسی ہیں جن میں اکثر لوگ غفلت وسستی میں مبتلا ہیں وہ گھڑیاں یہ ہیں:

❶ پہلی گھڑی: [نمازِ فجر کے بعد] دن کی پہلی گھڑی ہے جو اکثر و بیشتر سونے میں ضائع ہو جاتی ہے۔

❷ دوسری گھڑی: دن کی آخری گھڑی ہے جو افطار اور اسکی تیاری میں ضائع ہو جاتی ہے۔

❸ تیسری گھڑی: سحری کی گھڑی ہے جو سحری اور اسکی تیاری میں کافی دیر تک لگے رہنے یا سونے کی وجہ سے ضائع ہو جاتی ہے۔

جب کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ ٱلشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا ۖ وَمِنْ ءَانَآئِ ٱلَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ ٱلنَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَىٰ﴾ [طہ:۱۳۰]

”اور اپنے پروردگار کی تعریف اور تسبیح بیان کرتا رہ، سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے، رات کے مختلف وقتوں میں بھی اور دن کے حصوں میں بھی تسبیح کرتا رہ، بہت ممکن ہے کہ تو راضی ہو جائے“۔

تو اللہ کا نام لیجئے ان اوقات سے فائدہ اٹھایئے اور ان قیمتی لمحات اور بابرکت گھڑیوں سے اپنے آپ کو اور دوسروں کو محروم نہ رکھئے۔

● ماہِ رمضان نصیب ہونے کی نعمت:

سب سے بڑی نعمت جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں نوازا ہے وہ یہ کہ اللہ نے ہمیں ماہِ رمضان نصیب فرمایا، یہ مہینہ جب ہم پر سایہ فگن ہوا تو ہم بالکل صحتمند اور تندرست تھے بیمار نہ تھے، دولت مند تھے فقیر و محتاج نہ تھے، جو ایام ہم گذار رہے ہیں ان ایام میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس سے الحاح و زاری کے ساتھ دعا کرنے کی ہمیں کس قدر حاجت و ضرورت ہے کہ اس نے ہمیں رمضان کا مہینہ نصیب فرمایا ورنہ ہم اپنی طاقت وقوت سے اس ماہ کو نہیں پا سکتے تھے، کتنی تمنائیں رکھنے والے قلوب اور نفوس جو ماہِ رمضان کی ساعات و گھڑیوں کو پہنچنے ہی والے تھے کہ اچانک موت نے ان کو آ دبوچا، وہ اجنبی اور پردیسی بن کر رہ گئے اب وہ کسی کا انتظار نہیں کرتے، تو اللہ رب العالمین کا ہم پر یہ احسان ہے کہ اس نے ہمیں رمضان کا مہینہ نصیب فرمایا، اور ہمیں مہلت عطا کی دوسروں کی طرح موت نے ہمیں اچانک نہیں آ دبوچا، اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے اپنے بعض رشتہ داروں، پڑوسیوں اور جان پہچان کے لوگوں کے احوال پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ آج ان میں سے کتنے لوگ اپنی قبر میں اپنے کئے ہوئے اعمال کے مطابق جزا وسزا کے مستحق ہیں، تو پھر ہم میں سے ہر ایک

شخص کو اس نعمت کی قدر معلوم ہو، کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے گزشتہ سال ہمارے ساتھ روزے رکھے تھے اور وہ طاقت وقوت والے تھے، آج وہ بیمار، کمزور و لاغر ہیں مرض کی چارپائیوں نے انہیں اسیر بنا رکھا ہے۔

- **روزہ دارو خوش ہو جاؤ:**

رمضان آنے سے ایک ہفتہ پہلے ہی اسے یاد کرتے ہیں اور کیوں نہیں سال بھر ہم اپنے دل کو اس سے جوڑ کر رکھیں، جیسا کہ ہمارے سلف صالحین کا طریقہ تھا، کسی محبوب چیز کا سچا انتظار اس کی جدائی کو بڑھا دیتی ہے، یہ ذہنی اور ایمانی طور پر تیار کرنے کے لئے زیادہ موثر ہوتا ہے، پھر جب یہ مبارک مہینہ آئے گا تو دل جذبہ شوق سے بھرا ہوا ہوگا، پھر نفس نیکیوں اور رب کی بخششوں اور عطایوں سے لطف اندوز ہوگا، پھر دل و جان روشن ہوگا اور یہ در حقیقت اللہ کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ماہِ رمضان کی آمد پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کو خوشخبری دیتے تھے کہ اے مومنو! ماہِ رمضان سے خوش ہو جاؤ، جس میں اللہ نے قرآن نازل فرمایا، اور جس کو عبادت، مجاہدہ نفس اور خیر و برکت کا مہینہ قرار دیا، خواہ اس کی مدت انتہائی کم ہے مگر اس میں نیک کاموں کا اجر وثواب بڑا ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ تمہارے دلوں میں نیک کام کرنے کی محبت ڈال دے اور جو چیز اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقرر کی ہے اس کی ادائیگی پر تمہاری اعانت و مدد فرمائے اور تمہارے اندر طاعات، فرائض و واجبات اور مستحبات کو بجالانے اور محرمات و مشتبہات کو چھوڑنے کی رغبت پیدا فرمائے، تاکہ آپ کا شمار سچے اور پکے مومنوں اور متقیوں میں ہو۔

روزہ دار بھائیو!

روئے زمین پر بسنے والے تمام مسلمانوں کے دل کس قدر فرحت ومسرت کے جذبات سے معمور ہوتے ہیں اور وہ اس ماہ کی آمد کا انتظار کرتے ہیں کیوں کہ انہیں معلوم ہے کہ یہ

مہینہ اپنے آغوش میں اللہ کی رحمت، مغفرت اور اس کی رضا مندی لئے ہوا آیا ہے۔

روزہ دار بھائیو!

اس معزز مہمان کی قدر کرو اور سچی توبہ کر کے اس کا استقبال کرو، اللہ کی طرف لوٹ آؤ، اور اس مبارک مہینہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کو اپنی اچھی کارگزاری دکھاؤ، کیوں کہ اللہ کی رحمتیں اور بخششیں تقسیم ہو رہی ہیں، جو ان کی رحمتوں اور بخششوں سے محروم رہا وہ بہت ساری بھلائیوں سے محروم رہا، اس لئے اپنے نفس سے مجاہدہ کرو، اور اس کی تیاری کے لئے اپنی نیت خالص رکھو، ممکن ہے کہ لذتوں کو کاٹنے والی موت آپ کی تمناؤں کو کاٹ کر رکھ دے، لہٰذا انسان اپنی نیت کی بدولت وہاں پہنچ جاتا ہے جہاں اپنے عمل کی بدولت نہیں پہنچ سکتا۔

● **رمضان اور حفظانِ صحت:**

متعینہ اوقات تک کھانے پینے سے رکنا اب تک طبی طریقہ علاج چلا آرہا ہے، اور روزے میں بھی یہی ہوتا ہے کہ آدمی کھانے پینے سے رک جاتا ہے، طبِ قدیم وجدید نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ روزہ کے بے شمار فوائد ہیں، ممکن ہے کہ یہ فوائد ان اہداف و مقاصد میں سے ایک مقصد ہوں جس کی خاطر روزہ فرض کیا گیا ہے [جس کی تائید یہ حدیث کر رہی ہے] "روزہ رکھو تندرست رہو گے" (علامہ سیوطیؒ نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں سندِ حسن کے ساتھ نقل فرمایا ہے، طبرانی نے اوسط میں، ابونعیم نے الطب النبوی میں سندِ ضعیف کے ساتھ اس حدیث کو بیان کیا ہے، البتہ صنعانی کے نزدیک یہ حدیث موضوع ہے)۔

[باوجودیکہ اس حدیث کی سند میں مقال ہے] تاہم یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ مسلمان اللہ رب العالمین کے حکم کی تعمیل اور اس کی اطاعت فرمانبرداری میں روزہ رکھتا ہے البتہ اس کو جو جسمانی فائدے حاصل ہوتے ہیں وہ درحقیقت اللہ کا فضل و احسان ہے.......۔

ہم نیچے دوبارہ آپ کے لئے ذرا تفصیل سے روزہ کے طبی اور جسمانی فوائد تحریر کرتے ہیں:

- **رمضان سے پہلے:**

یہ عجیب بات ہے کہ بہت سے لوگ ماہِ رمضان سے پہلے بڑی مقدار میں کھانے پینے کی اشیاء خریدتے ہیں جس سے حالات پر نظر رکھنے والا آدمی خیال کرتا ہے کہ لوگ کھانے کے مہینہ کی طرف رخ کرنے والے ہیں نہ کہ روزہ کے مہینہ کی طرف، جب کہ یہ ان غلط عادتوں میں سے ایک غلط عادت ہے جس کی باعث روزہ دار بہت سے جسمانی فوائد سے محروم ہو جاتا ہے، اگر ہم ماہِ رمضان کے استقبال کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی طرف پلٹیں تو ہمیں استقبالِ رمضان کا صحیح طریقہ معلوم ہو جائے گا، استقبالِ رمضان کا طریقہ ہمیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں بھی ملے گا وہ بیان کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شعبان کے اکثر دنوں کا روزہ رکھتے تھے یہاں تک کہ یہ خیال کیا جاتا کہ آپ رمضان ہی کا روزہ رکھ رہے ہیں"۔ [بخاری و مسلم]

گرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فعل کی علت بیان کرنے میں بہت سے اقوال موجود ہیں لیکن اس میں جسمانی اور صحی فائدے بھی واضح ہیں، وہ اس طرح کہ ہاضمہ کا نظام لطیف طریقے سے کام کرتا ہے، اچانک اور لمبی مدت کے لئے روزہ رکھنے سے نظامِ ہضم میں خلل واقع ہو جاتا ہے......۔

- **نقصان دہ مادوں سے چھٹکارا:**

زمانہ قدیم سے یہ معلوم ہے کہ روزہ ان اسباب میں سے ایک موثر سبب ہے جو جسم کو غذائی زہروں سے بچاتا ہے، طب جدید نے بھی یہ ثابت کر دیا ہے کہ دورانِ روزہ جسم ان تمام نقصان دہ زائد سے چھٹکارا حاصل کر لیتا ہے جو قولون، گردے، جلد، پھیپھڑے اور

ناک کے راستوں سے پیدا ہوتے ہیں۔

● **جسمانی نظام کو آرام ملتا ہے:**

روزہ معدہ، آنتوں، جگر اور پتے کو آرام پہنچاتا ہے، جگر کو اس طرح آرام ملتا ہے کہ غذا کو ہضم کرنے کی خاطر جو ضروری کام انجام دینا ہوتا ہے وہ اس کو چھوڑ دیتا ہے اور خون کے نظام کو نقصان دہ مادوں سے پاک کرنے کے لئے فارغ ہو جاتا ہے جو نقصان مادے ہمارے جسموں کے خلیوں کے عمل سے مسلسل پیدا ہوتے ہیں اسی طرح نظامِ ہضم کو بھی آرام اس وقت ملتا ہے جب وہ خون کے دباؤ کو دوسرے اعضاء کی طرف منتقل کر دیتا ہے، اس طرح وہ غذا جسم کا حصہ بن جاتی ہے۔

نیز روزہ گردے کو بھی آرام پہنچاتا ہے اس طرح کہ نظامِ ہضم سے آنے والے خون کو صاف نہیں کرنا پڑتا اور دوسرے مفید کاموں کو انجام دینے کے لئے خالی ہو جاتا ہے مثلاً سوڈیم اور کیلشیم کی کمی بیشی کو اپنے صحیح مقدار پر لے آتا ہے اسی طرح خون بنانے میں بعض اہم اور مفید ہارمونات کو پیدا کرتا ہے، اسی طرح وہ ہارمون وٹامن ڈی پیدا کرنے میں بھی مددگار ثابت ہوتا ہے، جو ہڈیوں کی بڑھوتری میں اہم کردار انجام دیتا ہے۔

● **بیماریوں سے بچاؤ کرتا ہے:**

روزہ جسم کو خون میں موجود مختلف کولیسٹرول [چکنائیوں سے] پاک کرتا ہے، جو رگوں کے اندرونی دیواروں پر جم جاتا ہے، اس طرح سے روزہ رگوں کے سخت ہونے سے بچاؤ کا ذریعہ بن جاتا ہے، نیز بلڈ پریشر ہائی ہونے سے بھی بچاتا ہے کیوں کہ روزہ بلڈ پریشر کو کم کرتا ہے، اسی طرح ہائی بلڈ پریشر کا مریض اس سے مستفید ہوسکتا ہے اور یہ وقتی جفاف و خشکی کی وجہ سے ہوتا ہے جو مائع چیزوں کے استعمال نہ کرنے سے ہوتا ہے، روزے کا مثبت اثر قوت مدافعت کو مضبوط کرنے پر ہے اس طرح کہ خون میں سفید خلیوں کا اضافہ ہو جاتا

ہے، اور بیماری کو روکنے والے خلیے پیدا ہو جاتے ہیں اور دس گنا تک لمفاوی خلیے بہتر کارکردگی دکھلاتے ہیں، تحقیقات سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ روزہ جسم کو سوزشی خلیوں سے پاک کر دیتا ہے، اس طرح کہ ان خلیوں کی اور تقسیم رک جاتی ہے، نتیجہ ایسے خلیے مر جاتے ہیں۔

● **صحت مند سحری:**

بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ رمضان کا اصل کھانا افطاری ہے لیکن اطباء کہتے ہیں کہ اصل کھانا سحری کا کھانا ہے، یہ بھوک کے احساسات کو کم کرنے میں اہم کردار انجام دیتی ہے اسی طرح روزہ کی مشقت کو برداشت کرنے میں مدد کرتی ہے، اور اطباء سے پہلے خود ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سحری کھانے کی بکثرت رغبت دلائی ہے" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سحری کھاؤ اس لئے کہ سحری کھانے میں برکت ہے"۔ [صحیح البخاری: ۱۹۲۳، صحیح مسلم: ۱۰۹۵]

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسب استطاعت تاخیر سے سحری کھانے پر زور دیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میری امت اس وقت تک خیر پر قائم رہے گی جب تک افطار میں جلدی اور سحری میں تاخیر کرتی رہے گی"۔ [صحیح البخاری: ۱۹۵۷]

اور ایسا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ دار کے ساتھ شفقت و مہربانی اور اس کی صحت کا خیال رکھتے ہوئے اور تشدد کے دروازوں کو بند کرنے کے لئے کیا ہے۔

سحری روزہ دار انسان کو دورانِ روزہ تھکان اور دردِ سر سے بچاتی ہے، پیاس کی سختی کا احساس کم کرتی ہے، دن بھر تازہ دم اور چست رہنے کے لئے جسم کو طاقت وقوت فراہم کرتی ہے دورانِ روزہ کسل وسستی کے احساس کو روک دیتی اور سونے کی رغبت کو ختم کر دیتی ہے، جس کی باعث موٹاپے کے بڑھتے ہوئے احتمالات جو درجہ حرارت کی کمی کی وجہ سے ہوتا ہے وہ دوران روزہ دوسرے دنوں کے بالمقابل ختم ہو جاتا ہے۔

- **صحت مند افطاری:**

نظام انہضام کے بارہ گھنٹے سے زیادہ آرام کرنے کے بعد کھانے کا پروگرام افطارے سے شروع ہوجاتا ہے تو پھر ہمارے لئے کیا طبی ہدایات ہیں جن پر افطار کے وقت عمل کرنا چاہئے:

- **افطار میں جلدی:**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے افطار میں جلدی کرنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: "لوگ ہمیشہ خیر میں رہیں گے جب تک جلدی افطار کرتے رہیں گے"۔ [بخاری و مسلم]

اور افطار میں جلدی کرنے کے کتنے ہی اہم جسمانی اور ذہنی اثرات ہیں، روزہ دار افطار کے وقت اس طاقت کا سخت ضرورتمند ہوتا ہے جو اس نے دوران روزہ کھوئی ہے یعنی پانی اور طاقت، جب کہ افطار میں تاخیر کرنے سے خون کی شوگر میں بہت حد تک کمی آجاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنی صحت کی کمزوری اور عام تھکان محسوس کرنے لگتا ہے اس میں بلا فائدہ اپنی جان کو سزا دینا ہے، جس کو ہماری شریعت پسند نہیں کرتی۔

- **افطاری دو مرحلوں میں:**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے کہ افطار میں جلدی کرتے، اور مغرب کی نماز بھی جلدی پڑھتے، اس طرح کہ نماز مغرب کو مکمل افطار کرنے پر مقدم کرتے تھے، اس میں یہ حکمت بالغہ ہے کہ کھانے کی تھوڑی مقدار کا معدہ میں داخل ہونا پھر تھوڑے وقفے کے لئے معدہ کو چھوڑے رکھنا اور کوئی دوسرا کھانا نہ داخل کرنا معدہ اور آنتوں کو جگا دے گا، بھوک و پیاس کے احساس کو ختم کر دے گا، پھر نماز کے بعد روزہ دار اپنا افطار پورا کرے جب کہ اس کی کمزوری ختم ہوچکی ہوتی ہے، اور یہ بات معروف ومشہور ہے کہ ایک ہی دفعہ کھانے کی بڑی مقدار تناول کرنے سے بڑی تیزی کے ساتھ معدہ میں ہوا پیدا ہوجاتی ہے اور آنتوں میں توتر و ہیجان اور ہضم میں گرانی پیدا ہوجاتی ہے، علاوہ ازیں آدمی کسل و سستی اور اونگھ محسوس

کرتا ہے، بایں طور کہ انہضام کی کارروائی مکمل کرنے کے لئے خون کی ایک بڑی مقدار نظم انہضام کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے تاکہ ہضم کا نظام چل پڑے اور جسم کے دوسرے اہم اعضاء میں خون کم ہو جاتا ہے بالخصوص دماغ سے۔

- **افطار کے بعد سونے سے پرہیز کریں:**

بعض لوگ افطاری کے بعد نیند کا سہارا لیتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ زیادہ اور چکنا کھانے کے بعد سونا انسان کے اندر کسل وسستی کو بڑھا دیتا ہے، البتہ افطار کے بعد تھوڑی دیر لیٹ جانے میں کوئی مضائقہ نہیں، ایسے لوگوں کو ہمیشہ قیمتی نصیحت ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ کھانا کھانے میں اعتدال ملحوظ خاطر رہے، پھر نماز عشاء اور تراویح کے لئے اٹھنا کھانا ہضم کرنے میں مدد کرتا ہے، چستی اور طاقت وقوت کو دوبارہ پیدا کر دیتا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي بِنِعْمَتِهِ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ، وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ عَلَى عَبْدِهِ وَرَسُولِهِ وَخِيرَتِهِ مِنْ خَلْقِهِ وَأَمِينِهِ عَلَى وَحْيِهِ، نَبِيِّنَا وَإِمَامِنَا مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ، وَالتَّابِعِينَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ.

نوجوان ساتھیو! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ قیامت کے دن سورج مخلوق سے بالکل قریب ہو جائے گا یہاں تک کہ وہ ایک میل کے فاصلہ پر ہوگا، اور ہر شخص اپنے اپنے عمل کے مطابق پسینے میں ڈوب رہا ہوگا، لیکن اس مشکل ترین دن کچھ ایسے خوش نصیب لوگ بھی ہوں گے جن کو اللہ اپنا سایہ نصیب فرمائے گا، جن میں ایک وہ جوان بھی ہوگا جس نے اپنی جوانی اللہ کی عبادت واطاعت میں گذار دی ہوگی، پھر آپ کو ایسا بننے سے کونسی چیز روکتی ہے؟ اور آپ کے اور اس کے درمیان کونسی چیز مانع اور رکاوٹ ہے؟

پیارے بھائیو! آپ اپنا محاسبہ کر کے راہِ راست پر گامزن ہو جائیے، اور اس مقام و

منزلت کو پانے کے لئے اس ماہِ مبارک کو غنیمت سمجھئے، اللہ اس ماہ کو ہماری ہدایت کا بہترین آغاز بنائے۔آمین

● **پیغامِ رمضان:**

پیارے بھائی! آپ یہ تصور کرلیں کہ یہ رمضان جس کا روزہ آپ رکھنے جارہے ہیں آپ کی زندگی کا آخری مہینہ ہے۔

اس چیز کو آپ اپنا مطمحِ نظر رکھ کر اور بنیاد بنا کر اس مقدس مہینہ میں عمل کریں، یقیناً آپ کی حالت یکسر بدل جائے گی، اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے میں اپنے اندر ایک عجیب جذبہ محسوس کریں گے، اس لئے اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے آگے بڑھئے، ممکن ہے یہ موقع آپ کو دوبارہ نہ مل سکے۔

محترم بھائی! جن کو ان مبارک ایام میں الٰہی رحمتوں اور بخششوں سے مستفید ہونے کی توفیق نصیب ہو اور وہ ان ایام میں مختلف طریقوں سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرے تو [سمجھ لیجئے] کہ اسے بہت ساری بھلائیوں سے نواز دیا گیا۔

معزز بھائی! مقصد یہ ہے کہ ہم اس مہینہ میں گزشتہ سال کے مقابلہ میں زیادہ اچھی حالت میں ہو جائیں۔

ہم یہ چاہتے ہیں کہ سالِ رواں کا یہ رمضان ہماری زندگی کا امتیازی نشان قرار پائے اور ہماری طرزِ زندگی میں بنیادی تبدیلی کا باعث بنے یہاں تک کہ اپنے رب سے ہماری ملاقات ہو۔

ہم نے اللہ کے فضل وکرم سے آپ کے لئے اس کتاب میں وہ تمام چیزیں جمع کردی ہیں جو اس کام کی انجام دہی میں آپ کی مددگار ثابت ہوں گی، اللہ تعالیٰ آپ کو اس ماہ کے پانے اور اس کے شعائر کو بحسن وخوبی بجالانے کی توفیق عطا کرے، وہی بہتر مسئول ہے۔

ہماری چند اہم مطبوعات



مرکز الدعوۃ الإسلامیۃ والخیریۃ

Markaz-ud-Daawatul Islamiyah Wal Khayriyah

Bait-us-Salaam Complex, Mahad Naka, Khed, Ratnagiri. Maharashtra - 415709.

+91-9005 9005 85 +91-9005 9005 89 Markaz Ahle Hadees, Kokan